مکتبہ قاسمیہ

۱۷۔ اردو بازار، لاہور

علمی ○ ادبی ○ تاریخی

جواہر پارے

۱

مولانا نعیم الدین

فاضل جامعہ مدنیہ، لاہور

مکتبہ قاسمیہ

۱۷- اردو بازار، لاہور

نام کتاب .... جواہر پارے (جلد اول)
مصنف .... مولانا نعیم الدین
صفحات ۲۷۲
طبع پنجم .... شعبان المعظم ۱۴۲۶/ اکتوبر ۲۰۰۵
تعداد ۱۱۰۰
باہتمام .... حافظ فہیم الدین
ناشر .... مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
قیمت ....

آغازِ سخن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حصولِ عبرت کے لیے تاریخی واقعات بڑے مؤثر ثابت ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث میں گزشتہ اُمتوں کے واقعات کو مختلف انداز میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کر کے اُن سے عبرت حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد ہے لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ، (۱۲ : ۱۱۱) ان کے قصّے میں سمجھ دار لوگوں کے لیے عبرت ہے —— مزید فرمایا: فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ (۵۹ : ۲) سو اے دانشمندو عبرت حاصل کرو۔

جب ماہنامہ " انوارِ مدینہ" کا دوبارہ اجرا ہوا تو راقم الحروف نے اس میں " حاصلِ مطالعہ" کے عنوان سے ایک مسلسل مضمون لکھنا شروع کیا، اس مضمون میں دورانِ مطالعہ کتاب و سُنّت اور کتبِ تاریخ و ادب میں بکھرے ہوئے دلچسپ اور سبق آموز واقعات، نیز علمی و ادبی لطائف اور معلوماتی نکات بیان کیے جاتے رہے یہ مضمون چار سال تک " انوارِ مدینہ" میں قسط وار چھپتا رہا۔

متعدد حضرات سے اس مضمون کی اثر انگیزی اور پسندیدگی کا علم ہوا تو بارگاہِ ایزدی میں شکر و امتنان کے ساتھ اس کی قبولیت کے لیے عرض گزار ہوا کیونکہ اس مضمون کے لکھنے سے مقصود یہی تھا کہ لوگ عبرت انگیز واقعات کو پڑھ کر اُن سے سبق حاصل کریں۔

جس وقت یہ مضمون لکھنا شروع کیا تھا اس وقت وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ اس قدر طویل ہو جائے گا اور اس کی علیحدہ اشاعت کی بھی ضرورت ہو گی، لیکن میرے ایک عزیز دوست بھائی عبد الخالق صاحب کا مسلسل اصرار رہا کہ ان مضامین کو کتابی شکل میں چھاپ دیا جائے " تاکہ یہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنیں" اس کے لیے انہوں نے مصارف بھی خود برداشت کرنے کی ذمے داری لی۔

راقم آثم نے ان کے جذبے کی قدر کرتے ہوئے نیز اس خیال سے کہ شاید یہ مضامین کسی کی ہدایت کا ذریعہ بن کر احقر کی نجات کا سبب بن جائیں انکی اشاعت کا فیصلہ کرلیا، چنانچہ " انوارِ مدینہ " کی چار سالہ فائلوں سے تمام اقساط کو جمع کرکے سوائے اُن قسطوں کے جو " حلال و حرام " کے نام سے علیحدہ طبع ہوچکی تھیں باقی قسطوں کو جدید انداز اور ترمیم و اضافہ کے ساتھ " جواہر پارے " کے نام سے شائع کیا جارہا ہے،

یاد رہے کہ ان جواہر پاروں میں کسی خاص ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا بلکہ حسبِ اتفاق جو چیزیں میسّر آتی رہیں ان کو درج کیا جاتا رہا، اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس حقیر کاوش کو قبول فرماکر مزید کی توفیق عطا فرمائے، (آمین)

آخر میں قارئین سے گزارش ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کسی قسم کی کوئی خامی پائیں تو احقر کو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئیندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔

وما علینا الا البلاغ

نعیم الدّین

فہرست مضامین

کبھی کسی کو حقیر نہ جانو

بڑائی اللہ جل شانہ کی صفت ہے جو اُن کے ساتھ خاص ہے، انسان کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو کبھی بھی بڑائی کا شکار نہ ہونے دے، کیونکہ جب انسان اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے تو لازمی طور پر دوسرے اس کی نگاہ میں حقیر ہو جاتے ہیں، اور انسان کے لیے یہ صورت انتہائی خطرناک ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ بڑا اور دوسرے کو حقیر سمجھے۔ بسا اوقات وہ شخص جسے ہم حقیر سمجھ رہے ہوتے ہیں اللہ کے یہاں اس کا بڑا درجہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالے کا اس سے خصوصی معاملہ ہوتا ہے جو ہمیں محسوس نہیں ہوتا۔

بعض اوقات ایسے معاملات اللہ تعالیٰ مخلوق کی ہدایت کے لیے ظاہر بھی فرما دیتے ہیں، چنانچہ ذیل میں ہم چند واقعات ذکر کرتے ہیں جن سے یہ سبق ملتا ہے کہ "کبھی کسی کو حقیر نہ جانیں"۔

ایک نوجوان کو تھپڑ مارنے کا وبال

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) فرماتے ہیں۔ " حاجی صاحب فرماتے تھے کہ اُن کے استاذ حضرت مولانا قلندر صاحب جو جلال آباد میں رہتے تھے، وہ " صاحبِ حضوریؒ تھے، عوام محاورے

یں ایسے بزرگ کو صاحبِ حضوری کہتے ہیں جس کو روز سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوتی ہو، حضرت مولانا قلندر صاحب کو بھی روز خواب میں زیارت ہوا کرتی تھی۔ جب مدینہ شریف جا رہے تھے تو کسی غلطی پر اپنے جمّال (اونٹ والے) کو جو ایک نوجوان شخص تھا۔ تھپڑ مار دیا، وہ سیّد تھا بس اسی روز سے زیارت بند ہو گئی اور انہیں اس کا بڑا غم ہوا اُسی غم میں جب مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں کے مشائخ سے رجوع کیا کہ کیا تدبیر کی جائے، سب نے کہا کہ ہمارے قابو سے باہر ہے، البتہ ایک عورت مجذوبہ ہے وہ کبھی کبھی روضۂ اقدس کی زیارت کے لیے آتی ہے اگر کبھی وہ آئے تو اس سے کہو۔ وہ اگر توجہ کرے گی تو پھر انشاء اللہ زیارت نصیب ہونے لگے گی۔ وہ اس مجذوبہ کے منتظر رہے، ایک دن وہ بی بی آئیں ان سے انہوں نے عرض کیا تو انہیں ایک جوش ہوا اور اُسی جوش میں انہوں نے روضہ اقدس کی طرف اشارہ کر کے کہا شُفْ یعنی دیکھ انہوں نے جو اُس طرف نظر کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضور علیہ السّلام تشریف فرما ہیں، جاگتے میں حضور علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اپنی آنکھوں سے حضور علیہ السلام کو دیکھ لیا پھر اس کے بعد وہی کیفیت جو حضوری کی جاتی رہی تھی پھر حاصل ہو گئی اور جو خواب میں زیارت ہونا بند ہو گئی تھی، وہ پھر جاری ہو گئی، گو تھپڑ مارنے کے بعد مولانا قلندر صاحب نے اس لڑکے سے معافی بھی مانگ لی تھی اور اس نے معاف بھی کر دیا تھا، لیکن پھر بھی اس حرکت کا یہ وبال ہوا، بعد کو تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ لڑکا سیّد تھا۔[1]

ایک مُخَنَّث کا جنازہ

"حضرت عبد الوہاب بن عبد المجید ثقفیؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک جنازہ دیکھا جسے تین مرد اور ایک عورت اٹھائے جا رہے تھے، میں نے عورت

[1] الافاضات الیومیہ ج ۷ ص ۲۶۰

کی جگہ لے لی۔ ہم سب قبرستان پہنچے اور نماز جنازہ پڑھ کر اُسے دفن کر دیا۔
میں نے اس عورت سے دریافت کیا تیرا اس میت سے کیا رشتہ تھا؟ اس نے
جواب دیا کہ یہ میرا بیٹا تھا۔ میں نے پھر پوچھا کیا آپ کے پڑوسی نہیں ہیں؟ کہنے
لگی ہیں تو، مگر انہوں نے اسے حقیر سمجھا، میں نے پھر پوچھا یہ کیا تھا؟ عورت
نے جواب دیا یہ مخنث (ہیجڑا) تھا، عبدالوہابؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اس پر رحم
آیا میں اسے اپنے گھر لے گیا اور میں نے اسے پیسے، گندم اور کپڑے دیے،
جب رات کو سویا تو خواب میں ایک شخص آیا جس کا چہرہ چودہویں رات کے
چاند کی طرح تھا اور اس نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے، اس نے میرا شکریہ
ادا کیا، میں نے پوچھا تو کون ہے؟ جواب دیا میں وہی مخنث ہوں جسے تم نے
آج دفن کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لیے بخش دیا کہ لوگ مجھے حقیر جانتے تھے،،[1]

حبیب عجمیؒ کے پیچھے نماز

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نہایت جامع بزرگ تھے، محدث بھی، مفسر
بھی، صوفی بھی، قاری بھی، ایک بار حضرت حبیب عجمیؒ شب کو نفل نماز پڑھ رہے
تھے، حضرت حسن بصریؒ ادھر کو گزرے، خیال ہوا کہ اُن کے ساتھ شریک ہو جاؤں،
پھر اُن کا قرآن سُن کر ان کی اقتدا نہیں کی، کیونکہ وہ عجمی تھے۔ رات کو خواب میں
حق تعالیٰ کی زیارت کی، عرض کیا۔

”دُلَّنِیْ عَلٰی اَقْرَبِ الطُّرُقِ اپنے وصال کا قریب ترین

---

[1] رسالہ قشیریہ ص ۲۲۱، مترجم اردو۔

اِلَیْکَ'' راستہ بتلا دیجئے۔

جواب ملا،

"اَلصَّلٰوۃُ خَلْفَ الْحَبِیْبِ جبیب عجمیؒ کے پیچھے نماز پڑھنا،

الْعَجَمِیْ'' [۱]

حضرت جنیدؒ کا دل میں کسی پر اعتراض

"حضرت جنید رحمہ اللہ نے مسجد میں ایک شخص کو دیکھا کہ خوب قوی اور تندرست موٹا تازہ ہے اور بھیک مانگتا ہے، انہوں نے اپنے دل میں اس پر طعن اور اعتراض کیا، رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی مُردے کا گوشت کھانے کو کہتا ہے، اوران کے انکار پر کہتا ہے کہ تم نے آخر اس کی غیبت کر کے مُردے کا گوشت کھایا نہیں تھا، انہوں نے کہا کہ میں نے تو اس کو کچھ نہیں کہا جواب ملا کہ کیا غیبت دِل میں نہیں ہوتی، بلکہ اوّل تو دِل ہی میں پیدا ہوتی ہے۔

اِنَّ الْکَلَامَ لَفِی الْفُؤَادِ وَاِنَّمَا
جُعِلَ اللِّسَانُ عَلَی الْفُؤَادِ دَلِیْلًا

(بیشک کلام تو دل ہی میں ہوتا ہے، البتہ زبان کو دل کا ترجمان بنایا گیا ہے۔)

آپ بیدار ہو کر چلے معاف کرانے کے لیے، اس شخص نے آپ کو آتے

---

[۱] ملفوظات حسن العزیز ج ۱ ص ۱۶۰، یہ واقعہ تذکرۃ الاولیاء فارسی ج ۱ ص ۵۹ پر اور طرح سے مذکور ہے۔

دیکھ کر دُور ہی سے آیت پڑھی ۔

" هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ "

(وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں کی)

اور پھر فرمایا کہ پھر ایسا نہ کرنا " [۱]

پتھر کے بیر

مصنف حالات مشائخ کاندھلہ تحریر فرماتے ہیں :

حضرت مفتی الٰہی بخش صاحبؒ نے دہلی کے زمانۂ قیام کے چند عجیب و غریب واقعات بھی نقل کیے ہیں جن کو عبرت و بصیرت کے لیے درج کرتا ہوں ۔

۱۔ قدرتِ الٰہی کے عجائبات میں سے ہے کہ شاہ جہاں آباد دہلی کے نواح میں بیریوں کے ایک باغ میں ایک درویش کا گزر ہوا ، اس وقت بیر لگے ہوئے تھے اور پھل آرہا تھا ، اس درویش نے باغبان سے بیر مانگے ، باغبان نے ترشروئی کے ساتھ کہا : یہاں بیری نہیں پتھر ہیں جی چاہے تو کھا لے ، درویش کو غصہ آگیا اور غضب ناک ہو کر کہا اگر پتھر ہیں تو پھل کے بجائے پتھر ہی اٹھانا ، یہ کہا اور چل دیا ، اچانک باغبان کی نظر جو بیریوں پر پڑی تو تمام بیر پتھر کے بن چکے تھے ، سخت افسوس کیا ، لیکن اب افسوس سے کیا فائدہ ہو سکتا تھا ۔ لوگ حیرت اور تعجب سے ان بیروں

---

[۱] الرفیق فی سواء الطریق ج ۱ ص ۴۶ ، اس کتاب کے تینوں حصے "علمی اسلامی زندگی" کے نام سے طبع ہو گئے ہیں ۔ یہ واقعہ تذکرۃ الاولیاء فارسی ج ۲ ص ۱۵ پر معمولی تغیر کے ساتھ مذکور ہے ۔

کو جو پتھر بن گئے تھے دوسری جگہ لے جاتے تھے اور زہر مہرہ کی طرح امراض میں کام میں لاتے تھے چنانچہ ان میں سے بادشاہ زماں شاہ عالم ...... کے دربار میں بھی پہنچا، بادشاہ نے اس کو استاذ الاساتذہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ کی بارگاہ میں پیش کیا، اس وقت اس بندہ گنہگار (مفتی الٰہی بخش صاحبؒ) نے بھی اس کو عبرت کی نگاہ سے دیکھا بڑے سوکھے ہوئے بیر کے برابر سخت پتھر تھا جو دیکھنے میں بالکل بیر معلوم ہوتا تھا اوپر سے گدلا اور اندر سے سفید، اصلی بیر سے امتیاز مشکل سے ہوتا تھا۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔[1]

[1] حالات مشائخ کاندھلہ ص ۵۹-۶۰ - طبع جدید
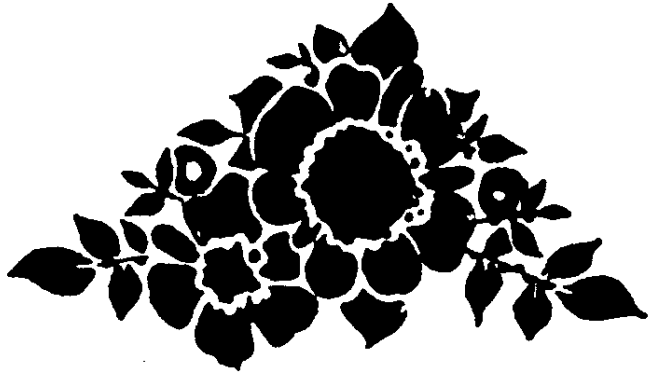
مدارِ نجات اللہ کی رحمت ہے نہ کہ اعمال

انسان اس بات کا مکلّف ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسُول حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ پر چلتا رہے، جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے انہیں بجالاتا رہے اور جن چیزوں کے کرنے سے روک دیا گیا ہے ان سے رُک جائے۔ اسی میں سلامتی اور اسی میں نجات ہے۔

انسان اپنے کسی بھی عمل پر فخر اور گھمنڈ نہ کرے کیونکہ نجات کا مدار اللہ کی رحمت ہے نہ کہ اعمال، جس کسی کی بھی مغفرت ہوگی اللہ کی رحمت کے سبب ہوگی نہ کہ اعمال کے سبب، حدیث میں آتا ہے۔

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے سوال کیا کہ کیا کوئی شخص بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنّت میں داخل نہیں ہوسکے گا؟ آپ نے فرمایا: (ہاں) کوئی شخص بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنّت میں داخل نہیں ہوگا سکے گا۔ آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنّت میں نہیں جائیں گے؟ آپ نے اپنے سر مُبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ہاں میں بھی نہیں جاؤں گا۔ اِلّا یہ کہ

اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لیں - یہ بات بھی آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔" [1]

الغرض انسان کی مغفرت کا اصل سبب تو اللہ کی رحمت ہے لیکن چونکہ دنیا دارالاسباب ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اعمال کو نجات کا ظاہری سبب بنا دیا ہے اور وہ انسان کی مغفرت اس کے کسی ایسے عمل کے سبب فرما دیتے ہیں جو اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا - ذیل میں مغفرتِ خداوندی کے چند واقعات ذکر کیے جاتے ہیں جن سے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے۔

پیاسے کُتے کو پانی پلانے کے سبب کنجری کی مغفرت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ایک کنجری کی مغفرت کردی گئی۔ (سبب یہ ہوا کہ) وہ ایک کتے کے پاس سے گزری جو شدتِ پیاس کے سبب زبان نکالے کنوئیں کے کنارے پر کھڑا تھا۔ قریب تھا کہ اسے پیاس مار ڈالتی - اس عورت نے اپنا موزہ اتارا اور اُسے دوپٹہ سے باندھ کر کنوئیں سے پانی نکالا اور کُتے کو پلا دیا بس اس عمل کی بدولت اس کی مغفرت ہوگئی۔ [2]

تکلیف دینے والی ٹہنی ہٹا دینے کے سبب مغفرت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] مشکوٰۃ ص ۱۱۵

[2] مشکوٰۃ ص ۱۶۸ ..... ایسا ہی ایک مرد کے پانی پلانے اور اس کی مغفرت ہوجانے کا واقعہ بھی بخاری شریف ج ۱ ص ۳۱۸ میں مذکور ہے۔

فرمایا ایک شخص گزر رہا تھا کہ راستے میں اسے ایک درخت کی ٹہنی نظر پڑی اس نے کہا کہ میں مسلمانوں کے راستے سے اس ٹہنی کو ضرور ہٹا دوں گا تاکہ انہیں تکلیف نہ ہو۔ بس اس عمل کے سبب اس کی مغفرت ہوگئی۔ [1]

ایک بلّی کے بچہ کے ساتھ حسنِ سلوک کی وجہ سے مغفرت

"حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ (م ۲۶۱ھ) کو کسی نے بعد وفات کے خواب میں دیکھا پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ فرمایا جب میں پیش کیا گیا تو پوچھا گیا کہ اے بایزید کیا لائے، میں نے سوچا کہ نماز روزہ وغیرہ سب اعمال تو اس قابل نہیں کہ پیش کروں البتہ ایمان تو بفضلہ تعالیٰ ہے، اس لیے عرض کیا کہ توحید: ارشاد ہوا "اَمَا تَذْکُرُ لَیْلَۃَ اللَّبَنِ" یعنی دُودھ والی رات یاد نہیں؟ قصّہ یہ ہوا تھا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کے ایک شب پیٹ میں درد ہوا تو اُن کی زبان سے نکل گیا کہ دودھ پیا تھا اس سے درد ہوگیا۔ اس پر شکایت ہوئی کہ درد کو دُودھ کی طرف منسوب کیا اور فاعلِ حقیقی کو بھول گئے حالانکہ ؎ درد از یارست درماں نیز ہم پھر ارشاد ہوا کہ اب بتلاؤ کیا لائے، عرض کیا اے اللہ کچھ نہیں، فرمایا کہ ایک عمل تمہارا ہم کو پسند آیا ہے اس کی وجہ سے بخشتے ہیں، ایک مرتبہ ایک بلّی کا بچہ سردی میں مر رہا تھا تم نے اس کو لے کر اپنے پاس لٹا لیا، رہ گئی ساری کی ساری بزرگی اور تمام حقائق اور دقائق و معارف سب کالعدم ہوگئے۔" [2]

---

[1] مشکوٰۃ ص ۱۶۸، [2] وعظ احسان الاسلام ص ۱۴ مشمولہ محاسنِ اسلام

قبروں کے شکستہ ہوجانے کے سبب مغفرت

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

" الرحمۃ المہداۃ " میں ہے کہ ایک نبی علیہ السلام ایک مقبرہ پر گزرے جس میں نئی سی قبریں بنی ہوئی تھیں اور پاس گئے تو معلوم ہوا کہ اکثر مُعَذَّب ہیں۔ دُعا کی اور آگے گزر گئے، کچھ عرصہ کے بعد پھر وہاں گزر ہُوا جبکہ قبریں شکستہ ہوگئی تھیں۔ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ سب کے سب مغفور اور رَوح و ریحان میں ہیں، حیرت ہوئی اور جنابِ باری میں عرض کیا کہ مرنے کے بعد اُن کا کوئی عمل تو ہوا نہیں پھر مغفرت کا سبب کیا ہوا ؟ فرمایا جب ان کی قبریں شکستہ ہوگئیں اور کوئی ان کا پوچھنے والا نہ رہا تو مجھے رحم آیا اور مغفرت کر دی۔ [1]

بچہ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھانے کے سبب باپ کی مغفرت

حضرت امام رازی رحمہ اللہ (م ۶۰۶ھ) رقمطراز ہیں۔

" ایک دفعہ عیسٰی علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک قبر پر سے گزر ہوا آپ نے (بطورِ کشف) دیکھا کہ عذاب کے فرشتے میّت کو عذاب دے رہے ہیں، آپ آگے چلے گئے اپنے کام سے فارغ ہو کر جب آپ دوبارہ یہاں سے گزرے تو اس قبر پر رحمت کے فرشتے دیکھے جن کے ساتھ نور کے طبق ہیں، آپ کو اس پر تعجب ہوا، آپ نے نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی اے عیسٰی یہ بندہ گنہگار تھا اور جب سے مرا تھا عذاب میں گرفتار تھا۔ یہ مرتے وقت اپنی بیوی چھوڑ گیا تھا، اس عورت نے ایک فرزند جنا اور اس کی پرورش کی یہاں تک کہ بڑا ہوا اس کے بعد اس عورت نے اس فرزند کو مکتب میں بھیجا استاذ نے اسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

---

[1] خاتمۃ السوانح ص ۱۲۳

پڑھائی، پس مجھے اپنے بندے سے حیا آئی کہ میں اسے آگ کا عذاب دوں زمین کے اندر اور اس کا فرزند میرا نام لیتا ہے زمین کے اوپر۔"[1]

چند چھوٹی چھوٹی رکعتیں مغفرت کا سبب بن گئیں

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

"حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ (م ۲۹۷ھ) کو وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو سوال کیا حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا، آپ نے کہا۔

"فَنِیَتِ الْحَقَائِقُ وَالْاِشَارَاتُ وَ نَفِدَتِ الرُّمُوْزُ وَالْعِبَارَاتُ وَمَا نَفَعَنَا اِلَّا رُکَیْعَاتٌ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ"

یعنی سارے علوم وحقائق وغیرہ فنا ہو گئے۔ یہاں کچھ کام نہ آئے اگر کچھ کام آئیں تو صرف وہ چھوٹی چھوٹی رکعتیں کام آئیں جو میں آدھی رات کو پڑھا کرتا تھا۔ یعنی تہجد"۔[2]

ایک بڑھیا کو روزانہ مسائل بتانا سببِ مغفرت بن گیا

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ (م ۵۰۵ھ) تحریر فرماتے ہیں :-

"حضرت ابو سعید شحامؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت سہل صعلوکی رحمہ اللہ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر اَیُّھَا الشیخ کے الفاظ سے مخاطب کیا تو وہ مجھے ٹوک کر کہنے لگے کہ اب شیخ کہنا چھوڑ دو، ابو سعید کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اس لقب کے ساتھ میں نے آپ کو اس

---

[1] تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۷۲

[2] الافاضات الیومیۃ ج ۷ ص ۲۸۶ و احیاء العلوم ج ۴ ص ۵۰۸

لیے پکارا کہ آپ کے حالات دنیا میں بالکل شیخوں ہی سے ملتے جلتے تھے۔ اس پر سہل کہنے لگے " لَمْ تُغْنِ عَنَّا " بھائی وہ دُنیا کی تمام نیکیاں کچھ کام نہ آسکیں (ابوسعید ان کلمات کو سُن کر ایک دم سہم گئے) عرض کرنے لگے اچھا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے فقط ان مسائل کے بتانے کے سبب بخش دیا جو فلاں بڑھیا روزانہ آکر مجھ سے پوچھا کرتی تھی"۔[1]

ان واقعات سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ انسان کی مغفرت محض اللہ کی رحمت کے صدقہ ہوتی ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو ہر وقت اعمالِ خیر میں مصروف رہنا چاہیے کیونکہ نہ معلوم کونسا عمل اس کی نجات کا سبب بن جائے۔ لیکن یہ سوچ کر کہ اللہ غفور الرحیم ہیں۔ نکتہ نواز ہیں۔ انہیں کوئی سا عمل پسند آگیا تو نجات ہو جائے گی۔ اعمال کو چھوڑنا نہیں چاہیے کیونکہ اس کی کوئی گارنٹی نہیں کہ اسے ضرور کوئی عمل پسند آجائے گا، ہوسکتا ہے اُسے کوئی عمل بھی پسند نہ آئے۔ العیاذ باللہ اس لیے عمل کرتے رہنا چاہیئے۔ نیز ان واقعات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی عبادت وطاعت پر فخر و غرور نہیں کرنا چاہیئے اور کسی کو ذلیل وحقیر نہیں سمجھنا چاہیئے دُعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضلِ خاص اور رحم وکرم سے ہماری مغفرت فرمائے۔ آمین۔

بنی اسرائیل کے ایک عابد وزاہد کا عجیب واقعہ

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ (م ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء) فرماتے ہیں۔

---

[1] احیاء العلوم عربی ج ۴ ص ۵۱۰

" حدیث میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کے ایک عابد وزاہد شخص کا اور یہ حدیث علاّمہ جلال الدین سیوطیؒ نے نقل کی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بہت بڑا عابد وزاہد شخص تھا۔ رات دن اللہ کی عبادت کرتا تھا چونکہ صاحبِ عیال تھا اس لیے کمانے کا بھی کچھ دھندا تھا۔ دکان کی صورت میں تھوڑی سی تجارت تھی مگر اس کا دل اس سے اُلجھا تھا اور چاہتا تھا کہ یہ سب کچھ نہ ہو۔ بس ہر وقت عبادت ہی میں لگا رہوں، مگر سوچتا کہ بیوی بچوں کا کیا کرے بہرحال ایک دن اُسے جذبہ آیا اور ساری تجارت و دولت کو اس نے بیوی اور بچوں کے نام کیا اور خود فارغ ہوگیا اور سب سے رخصت ہو کر سمندر کے بیچ میں پہنچ گیا وہاں ایک ٹیلہ تھا اس میں ایک چھوٹی سی جھونپڑی باندھی کہ اب ہر وقت اس میں بیٹھ کر اللہ کی عبادت میں مصروف رہوں گا۔ ان مذاہب میں رہبانیت جائز تھی یعنی ساری دنیا کو آدمی چھوڑ چھاڑ کر ایک کونے میں جا بیٹھے اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی۔ یہ شخص اپنے مذہب کے مطابق جا کر بیٹھ گیا۔ گویا اس نے بڑی بھاری عبادت کی۔ چونکہ مخلص تھا اور صاحبِ دل تھا اس لیے اس سمندر کے بیچ والے ٹیلے پر جہاں نہ کوئی جہاز آسکے اور نہ کوئی کشتی وغیرہ جاسکے حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے وہاں ایک میٹھا چشمہ جاری کردیا اور اسی پہاڑی پر ایک انار کا درخت اُگا دیا، اس عابد کا کام یہ تھا کہ روزانہ ایک انار کھالیا اور ایک کٹورہ پانی پی لیا اور چوبیس گھنٹے عبادت میں مصروف رات اور دن اسی طرح سے، اس کی عمر پانچ سو برس کی ہوئی اور یہ پانچ سو برس اسی شان سے گزرے اب اس کے انتقال کا وقت آیا اُس نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ یہ تیرا فضل تھا کہ تو نے مجھے عبادت میں لگایا اب میری خواہش ہے کہ مجھے سجدے کی حالت میں موت دیجیے تاکہ میرا خاتمہ عبادت کے اُوپر

ہو اور دوسری درخواست یہ ہے کہ سجدے کی حالت میں میرے بدن کو قیامت تک محفوظ رکھیے، نہ زمین کھائے اور نہ کیڑے مکوڑے کھائیں تاکہ قیامت تک میں تیرا عبادت گزار بندہ ہی سمجھا جاؤں، حق تعالیٰ نے اُس کی دونوں دعائیں قبول فرمائیں - عین نماز کے اندر سجدے کی حالت میں انتقال ہوا اور اس کا بدن محفوظ ہے - حضورؐ فرماتے ہیں کہ آج تک محفوظ ہے لیکن حق تعالیٰ نے اس ٹیلے کے اوپر بڑے بڑے گنجان درخت ایسے اگا دیے ہیں کہ وہاں تک جاتے ہوئے ہیبت کھاتے ہیں اس لیے وہاں کوئی نہیں جاتا ہے، مگر بدن آج تک محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا - وہاں نہ کوئی جانور جاتا ہے اور نہ کوئی انسان جاتا ہے - اسی حالت میں حق تعالیٰ کے سامنے اس کی پیشی ہوگی - حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ اے بندے میں نے اپنے فضل وکرم سے تجھے بخشا اور تجھے بڑے مقامات دیے جنّت میں جاکر آرام کر، وہ بندہ عرض کرے گا کہ اے اللہ میں نے تو ساری عمر تیری عبادت میں گزاری پھر بھی تیرے فضل سے جنّت میں جاؤں گا میں تو اپنی عبادت کے بدلے جنّت میں جا رہا ہوں - اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ نہیں ہم اپنے فضل سے جنّت میں بھیج رہے ہیں وہ پھر کہے گا کہ نہیں اے اللہ پھر میری عبادت کس کام آئے گی میں تو اپنی عبادت کے بدلے جنت میں جا رہا ہوں تو حکم ہوگا کہ اسے جہنم کے قریب لے جا کر کھڑا کر دو - جہنم میں داخل نہ کرنا اسے اتنی دور رکھو کہ جہنم کا راستہ وہاں سے پانچ سو برس کا ہو - ملائکہ اسے لے جائیں گے اور لے جا کر کھڑا کر دیں گے - جہنم کی طرف سے ایک گرم ہوا اور آگ کی لپٹ آئے گی اس کی وجہ سے وہ سر سے پاؤں تک خشک ہو جائے گا اور اس کی زبان پہ کانٹے کھڑے ہو جائیں گے اور پیاس پیاس چلّانا شروع کرے گا اس وقت غیبی ہاتھ ظاہر ہوگا جس میں ٹھنڈے پانی کا ایک کٹورہ ہوگا - یہ عابد دوڑ کے

گا کہ اے خدا کے بندے یہ پانی مجھے دے دے میں بالکل مرنے کے حال میں ہوں۔

آواز آئے گی کہ کٹورہ تو ملے گا پانی کا مگر اس کی قیمت ہے مفت نہیں ملے گا۔ وہ پوچھے گا کہ اس کی کیا قیمت ہے۔ کہا جائے گا کہ جس نے خالص پانچ سو برس کی عبادت کی ہو وہ اگر کوئی پیش کرے تو یہ کٹورہ پانی کا اسے مل سکتا ہے۔ عابد کہے گا کہ میرے پاس ہے پانچ سو برس کی عبادت۔ وہ اس عبادت کو پیش کر دے گا اور وہ کٹورہ لے کر پانی پی لے گا تو کچھ جان میں جان آجائیگی۔ حق تعالیٰ کہیں گے کہ اسے واپس لاؤ، پھر اس کی پیشی ہوگی حق تعالیٰ دریافت فرمائیں گے کہ اے بندے تیری پانچ سو برس کی عبادت کے صلے میں تو ہم آزاد ہو گئے پانچ سو برس کی عبادت کے بدلے ایک کٹورہ پانی لے لیا اور یہ قیمت تو نے خود تجویز کی لہٰذا اب تو برابر سرابر ہو گیا۔ اب ہمارے ذمے کچھ نہیں تجھے تیری عبادت کا صلہ مل گیا۔ اب وہ جو تو نے لاکھوں دانے انار کے کھائے ہیں ایک ایک دانے کا حساب دے دے اس کے بدلے میں کتنی نمازیں پڑھی ہیں۔ کتنے سجدے کئے ہیں اور وہ جو ہزاروں کٹورے پانی کے پئے ہیں ایک ایک قطرے کا حساب دے دے اس پانی کے بدلے کتنی عبادتیں کی ہیں اور وہ جو ٹھنڈا سانس لیتا تھا جس سے زندگی قائم تھی ایک ایک سانس کا حساب دے دے کہ اس کے بدلے میں کیا عبادتیں لے کر آیا ہے اور وہ جو تیری آنکھوں میں ہم نے روشنی دی تھی اور تا حدِ نگاہ سے ایک ایک چیز کو دیکھتا تھا ایک ایک تارِ نگاہ کا حساب دے دے کہ اس کے بدلے میں کتنی عبادتیں لے کر آیا ہے پانچ سو برس کی عبادت کا بدلہ تو ایک کٹورہ پانی ہو گیا۔ اب جو دوسری نعمتیں استعمال کی ہیں ان کا حساب دے دے یہ عابد تھرّا جائیگا

اور کہے گا کہ بیشک اے اللہ نجات آپ ہی کے فضل سے ہوگی کسی کا عمل کسی کو نجات نہیں دلائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر لاکھوں برس عبادت کریگا تو وہ بھی ذریعۂ نجات نہیں بن سکے گی جب تک کہ فضلِ خداوندی نہ ہو اس لیے کہ وہ جو عبادت کرے گا اس کی طاقت کون دے گا۔ ظاہر بات ہے وہ طاقت بھی وہی دے گا اور طاقت آنے کے بعد جو ارادہ دل میں ہوگا وہ ارادہ کون پیدا کرے گا۔ وہ بھی وہی پیدا کرے گا: پھر توفیق کون دے گا؟ وہ بھی وہی دے گا، پھر آپ نے کیا کیا؟ سب کچھ تو انہوں نے کرایا۔ ارادہ اُنہوں نے دیا طاقت انہوں نے دی۔ توفیق انہوں نے دی آپ نے صرف چار سجدے کر لیے تو کیا کمال کیا اور ان سجدوں میں بھی آپ نے جو حرکت کی بدنی طاقت سے، وہ طاقت بھی آپ کی ذاتی نہیں تھی، وہ بھی ان ہی کی دی ہوئی تھی تو اوّل سے لے کر آخر تک کام تو سارا اُن کا ہے اور کہنے لگیں آپ کہ میں نے کیا اور پھر آدمی اس پر فخر کرے فضول ہے۔ بلکہ موقعہ شکر کا ہے کہ تمام نعمتیں اس نے اپنے فضل سے دیدی ہیں۔[1]

---

[1] منتخب تقاریر فضائل تقویٰ ص ۳۱

خلقِ خدا کے ساتھ شفقت و رحم دلی

اسلامی تعلیمات میں سے ہے کہ خلقِ خدا کے ساتھ شفقت و نرمی کے ساتھ پیش آیا جائے، چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ۔" [1]

مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق میں سے سب سے زیادہ محبت اس شخص سے ہے جو اس کے کنبے سے حُسنِ سلوک سے پیش آئے۔

ہمارے اسلاف و اکابر جو اسلامی تعلیمات سے آراستہ و پیراستہ تھے وہ صحیح معنی میں اسلام کی سچی تصویر تھے، اُن کا حال یہ تھا کہ وہ خلقِ خدا کی راحت رسانی کی فکر کرتے تھے اور ایذا رسانی سے بچتے تھے اور اس حال میں وہ اس قدر مغلوب تھے کہ دوست تو دوست دشمن بھی اُن سے محفوظ و مامون ہوتا تھا، بلکہ اُن کی شفقت انسانوں سے آگے حیوانوں تک تھی۔ ذیل میں اسلاف و اکابر کے چند واقعات تاریخ کے حوالے سے ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ اُن سے عبرت حاصل کرکے یہ جذبہ اپنے اندر پیدا کرنے کی سعی کی جائے۔

---

[1] مشکوٰۃ ص ۴۲۵

بیوی کی ایذاء رسانی پر صبر

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ایک بزرگ تھے جن کو اُن کی بیوی بہت ستاتی تھی یہاں تک کہ لوگوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ بیوی اُن کو بہت دِق کرتی ہے۔ بعض لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ایسی بیوی کو طلاق دے دینا چاہیئے، فرمایا طلاق تو میرے بس میں ہے، مگر یہ تو سوچو کہ اگر اس نے کسی اور سے نکاح نہ کیا تب تو یہ تکلیف اٹھائے گی اور اگر کسی اور سے نکاح کیا تو اُس مسلمان کو تکلیف پہنچے گی اس سے اچھا یہ ہے کہ میں ہی تکلیف اُٹھالوں اور مسلمانوں کا وقایہ (تحفظ کا سامان) بن جاؤں کہ جب تک میں موجود ہوں کسی دوسرے مسلمان کو کیوں تکلیف پہنچے۔"[1]

ایک چور کا قصہ

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۹۱ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"ایک چور ایک پرہیزگار درویش کے گھر میں جا گھسا، ہر چند تلاش کی کچھ نہ پایا۔ رنجیدہ ہوا اور نا اُمید ہو کر واپس جانے کا ارادہ کیا۔ فقیر کو خبر ہو گئی جس کملی پر وہ سویا ہوا تھا وہ چور کے راستے میں ڈال دی تاکہ محروم نہ جائے۔"

حضرت شیخ سعدیؒ نے یہ واقعہ لکھ کر موقعے کی مناسبت سے ایک رباعی لکھی ہے، فرماتے ہیں:-

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا — دلِ دشمناں ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام — کہ با دوستانت خلافست و جنگ[2]

---

[1] حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات ص ۱۱۰ [2] گلستانِ فارسی ص ۶۸

میں نے سنا ہے کہ راہِ خدا کے مردوں (درویشوں) نے دشمنوں کے دلوں کو بھی تنگ نہیں کیا۔ اے مخاطب تجھے یہ مرتبہ و مقام کیسے حاصل ہو کہ تیری تو دوستوں کے ساتھ مخالفت اور لڑائی رہتی ہے۔

حضرت عمرو بن سعدؓ کا ایک عیسائی کو بُرا کہہ دینے کی وجہ سے گورنری سے استعفا پیش کر دینا

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت عمرو بن سعد رضی اللہ عنہ بڑے خدا ترس صحابی تھے، حضرت عمرؓ نے اُن کو حمص کا عامل مقرر کیا تو انہوں نے اس شرط پر عہدہ قبول کیا کہ وہ اپنی خدمت کے صلے میں کوئی تنخواہ نہ لیا کریں گے۔ ان کی رعایا میں عیسائی ذمی بھی تھے، ایک روز انہوں نے ایک عیسائی کو کہہ دیا کہ خدا تم کو رُسوا کرے یہ کہنے کو تو کہہ گئے، مگر سوچنے لگے کہ ان کو یہ کہنے کا حق کہاں تک تھا، کچھ بھی حق نہ پایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ نہ یہ عہدہ ہوتا اور نہ یہ بات مُنہ سے نکلتی جس سے اس عیسائی کو تکلیف پہنچی اس لیے عہدہ سے استعفا حاضر ہے۔" [1]

حضرت عامر بن عبداللہؒ کا جوتا چوری ہو جانے پر قسم کھانا

حضرت زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ایک بزرگ عامر بن عبداللہؒ ہوئے ہیں وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عابد و زاہد اور باخدا بزرگ تھے ان کے حال میں لکھا ہے۔

"وھوالذی سرقت نعلہ فحلف ان لا یشتری

---

[1] اسلام میں مذہبی رواداری ص ۳۲۶

نعلاً مخافة ان یسرقها مسلم فیاثم
فی سرقتہ" ؎۱

ایک دفعہ ان کا جوتا چوری ہوگیا تو انہوں نے قسم کھائی کہ اب وہ اس ڈر سے جوتا ہی نہیں خریدیں گے کہ اسے کوئی مسلمان چرالے اور اس کی وجہ سے گنہگار ہو۔

ایک کہے گا تو دس سنے گا

کسی نے حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷ھ) سے کہا۔

" اِنْ قلتَ لی کلمۃً اسمعتك عشرًا فقال الاحنف لکنّك لو قلتَ لی عشرًا لم تسمع منّی واحدۃً "، ؎۲

اگر آپ مجھے ایک بات کہیں گے تو مجھ سے دس سنیں گے، آپ نے جواباً کہا کہ (بھائی تمہاری بات اپنی جگہ) لیکن تم اگر مجھے دس کہو گے تو مجھ سے ایک بھی نہ سنو گے،

ایسا ہی ایک قصہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷۲ھ) کا بھی تاریخ میں مذکور ہے وہ بھی سنتے چلئے۔

" ایک دفعہ دو شخص سرِ راہ لڑ رہے تھے اور ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے، اُن میں سے ایک نے کہا! او لعین تو ایک کہے گا تو دس سنے گا، اتفاق سے مولانا کا ادھر سے گزر ہوا آپ نے

؎۱ المعارف

؎۲ الکنز المدفون ص ۵۴

اس سے فرمایا بھائی جو کچھ کہنا ہے مجھ کو کہو کہ تم مجھ کو ہزار بھی کہوگے تو ایک بھی نہ سنوگے دونوں مولانا کے پاؤں پر گر پڑے اور آپس میں صلح کرلی" [۱]

اس موقع پر راقم کو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ یاد آگیا۔

"ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کو گالی دی، آپ نے فرمایا میرے اور جنت کے درمیان گھاٹی حائل ہے اگر میں اس سے پار ہوگیا تو بخدا مجھے تیری ان باتوں کی کوئی پروا نہیں، اور اگر اللہ نے مجھے اس کے ورے ہی روک لیا تو میں اس سے بھی زیادہ کا مستحق ہونگا جو تو نے مجھے کہا ہے" [۲]

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا اپنے بدکردار پڑوسی سے حُسن سلوک

امام مُوفّقؒ بن احمد مکی رحمہ اللہ (م ۵۶۸ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک پڑوسی تھا جو پیشے کے لحاظ سے موچی تھا اور ساتھ ہی گویّا بھی تھا (اس کا روزانہ کا معمول تھا کہ) جب رات ہوتی تو یار دوستوں کے ساتھ لہو و لعب میں مشغول ہو جاتا اور مستی و مدہوشی میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتا۔

سے

أَضَاعُونِي وَأَيَّ فَتًى أَضَاعُوا
لِيَوْمِ كَرِيهَةٍ وَسِدَادِ ثَغْرِ

لوگوں نے مجھے کھو دیا اور کیسے بڑے شخص کو کھو دیا جو لڑائی اور

---

[۱] تاریخ دعوت و عزیمت ج ۱ ص ۳۶۰۔

[۲] نفحۃ العرب ص ۱۳

رخنہ بندی کے دن کام آتا،

اس کے بار بار دُہرانے سے سب پڑوسیوں کو اس کا یہ شعر زبانی یاد ہوگیا تھا ایک دن ایسا ہوا کہ کوتوال مع سپاہیوں کے ادھر آنکلا اور اُسے گرفتار کر لیا، جب وہ گھر سے نکلا تو نشے کی حالت میں تھا۔ اگلے دن رات کو حضرت امام صاحبؒ نے اس کی آواز نہ سُنی تو فرمایا بھئی وہ ہمارے فلاں پڑوسی کا کیا بنا آج ہمیں اس کی آواز نہیں آئی؟ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت وہ تو کل رات گرفتار کر لیا گیا، آپ نے فرمایا" اٹھو ہمارے ساتھ چلو ہم اپنے پڑوسی کی رہائی کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ پڑوسی کا حق ہم پر واجب ہے اور جبریل امین نے اس کی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وصیت کی ہے،

چنانچہ آپ اُٹھ کھڑے ہوئے، ہم بھی آپ کے ساتھ چلے، یہاں تک کہ کوفہ کے گورنر کے دربار پہنچے۔ جب گورنر نے حضرت امام صاحب رحؒ کو دیکھا تو تعظیماً اٹھ کھڑا ہوا اس کے اَعوان و انصار بھی ہم سے تعظیم سے پیش آئے، گورنر نے حضرت امام صاحبؒ کا ہاتھ پکڑا اور عزت کے ساتھ بلند مقام پر بٹھایا، اس نے پوچھا کہ حضرت کیسے آنا ہوا؟ آپ نے فرمایا کل رات کوتوال نے ہمارے ایک پڑوسی کو گرفتار کر لیا تھا اس کی رہائی کے سلسلے میں آیا ہوں تم اسے چھوڑ دو اور اس کا جرم میری وجہ سے معاف کر دو، گورنر بولا کہ آپ کے پڑوسی اور اس کے ساتھ جتنے بھی لوگ ہیں ان سے میں ویسا ہی معاملہ کروں گا جیسا کہ آپ فرمائیں گے، حضرت آپ اپنا کوئی نمائندہ بھیج دیتے تو وہ بھی کافی تھا میں اس کے کہنے

پر آپ کے واجبی حق سے سبکدوشی حاصل کرتا، آپ نے فرمایا "خدا
تمہیں جزائے خیر دے"، گورنر نے جیلر کو پیغام رہائی بھیجا چنانچہ
حضرت امام صاحبؒ کا وہ نوجوان پڑوسی اور باقی سب لوگ رہا
کر کے گورنر کے پاس لائے گئے، گورنر نے ان سے کہا کہ میں نے
تمہیں اپنے شیخ امام ابوحنیفہؒ کے احترام میں چھوڑ دیا ہے لہٰذا تم
ان کا شکریہ ادا کرو اور ان کے حق میں دُعا کرو، انہوں نے ایسے ہی کیا،
گورنر نے کہا کہ اب جاؤ۔

حضرت امام صاحبؒ اُٹھے اور اپنے پڑوسی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا
کہ بھئی ہم نے تمہیں کھویا تو نہیں؟ وہ بولا میرے آقا و مولیٰ نہیں،
آج کے بعد آپ مجھے کوئی ایسا کام کرتے نہیں دیکھیں گے جس سے
آپ کو تکلیف ہو، (حضرت امام صاحبؒ کے رفقاء کہتے ہیں کہ) ہم
وہاں سے حضرت امام صاحبؒ کے گھر پہنچے آپ نے اپنے صاحبزادے
حماد کو آواز دے کر کہا کہ تھیلے میں سے دس اشرفیاں نکال کر لاؤ
آپ نے وہ اشرفیاں اس پڑوسی کو دیں اور فرمایا قید میں رہنے کی
مدت میں جو تمہارا نقصان ہوا ہے اُن سے اس کو پورا کر لو اور جب
بھی تمہیں ضرورت پیش آئے بلا تکلف ہمارے پاس چلے آنا اچھا
اب اپنے گھر جاؤ تاکہ تمہیں دیکھ کر گھر والے خوش ہوں، نوجوان اُٹھا
حضرت امام صاحبؒ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور گھر چلا گیا۔ بعد میں
وہ آپ کی مجلس میں آنے جانے لگا اور فقہ کو حاصل کیا حتیٰ کہ فقہاء
کوفہ میں اس کا شمار ہونے لگا۔" [1]

---

[1] مناقب موفق ص ۱۰۱

قارئینِ محترم آپ نے امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ کا واقعہ ملاحظہ فرمایا، یہ واقعہ تو ماضی بعید یعنی دوسری صدی ہجری کا ہے۔ اب آپ ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے جو ماضی قریب یعنی چودہویں صدی ہجری کا ہے۔

یہ واقعہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء) کا ہے جو اکابر دیوبند کے شیخ و مرشد ہیں، ملاحظہ فرمائیے حضرت تھانویؒ رقمطراز ہیں؛

کمال: حضرت صاحب کے اجلّ الخلفاء حضرت مولانا رشید احمد صاحب دام فیضہم بیان فرماتے تھے کہ حضرت صاحب کے فلاں عزیز جو رشتہ قرابت کے بھائی ہوتے تھے نہایت تندخو اور تلخ مزاج تھے اور حضرت صاحب سے دو بدو گستاخانہ و مخاصمانہ گفتگو کرتے تھے غرض حضرت صاحب کو ایذا پہنچانے میں بیباک تھے ایک بار جس زمانہ میں کہ مظفر نگر میں جناب مولوی نصر اللہ خان صاحب (اکثر درویش اجازت یافتہ و ذی علم بھی تھے) ڈپٹی کلکٹر تھے وہی عزیز مذکور کسی سرکاری سپاہی سے کسی بات پر الجھ گئے اور اس کے ساتھ سختی سے پیش آئے اُس نے شکایت کر دی ڈپٹی صاحب نے طلب کر کے حوالات میں کر دیا اور مقدمہ کی تاریخ مقرر کر دی یہ خبر حضرت صاحب کو تھانہ بھون میں پہنچی حضرت صاحب فی الفور سوار ہو کر مظفر نگر تشریف لے گئے اور ڈپٹی صاحب کے مہمان ہوئے ڈپٹی صاحب بڑی تعظیم سے پیش آئے اور اپنے ایک پیر بھائی کو حضرت صاحب کی خدمت کے لیے متعین فرمایا غرض فرصت کے وقت میں حضرت صاحب نے اس عزیز کی سفارش فرمائی ڈپٹی صاحب کو سخت حیرت ہوئی اور کہا کہ آپ ایسے مفسد و موذی کی

سفارش کرتے ہیں آپ رہنے دیجئے یہ بدون سزا کے نہ مانے گا آپ نے ہمراہیوں سے فرمایا کہ چلنے کی تیاری کرو ڈپٹی صاحب نے قیام پر اصرار کیا آپ نے فرمایا کہ میں تو خاص اسی کام کے واسطے آیا تھا جب آپ نے اس کو منظور نہ فرمایا ہمارا ٹھہرنا بے کار ہے، ڈپٹی صاحب آخر عاجز ہوئے اور کہا کہ بہت اچھا میں وعدہ کرتا ہوں ضرور رہا کردوں گا اور رہا تو ابھی کر دیتا لیکن اس میں شبہہ ہوگا اس سے لیے ایک ہفتہ کے بعد چھوڑ دوں گا، آپ اطمینان فرمائیے، جب حضرت صاحب راضی ہوئے سب میں چرچا تھا کہ دیکھو آکر پھر حضرت ہی کو ایذا دے گا مگر آپ کو اصلاً اس کا خیال نہ تھا۔" [1]

حضرت بایزید بسطامیؒ اور ایک گویا

حضرت بایزید بسطامیؒ رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۶۱ھ) کے بارے میں منقول ہے کہ "ایک رات آپ قبرستان سے واپس آرہے تھے اور شہر کے اشراف زادوں میں سے ایک لڑکا "بربط" بجاتا ہوا جا رہا تھا، جب وہ آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے "لاحول" پڑھی، اس نے "بربط" آپ کے سر پر دے مارا "بربط" ٹوٹ گیا اور آپ کا سر پھٹ گیا، اس لڑکے کو مدہوشی میں یہ بھی نہ پتہ چلا کہ یہ کون ہیں، حضرت بایزیدؒ چپ چاپ گھر چلے آئے، صبح ہوئی تو اپنے ایک مرید کو بلا کر "بربط" کی قیمت معلوم کی اور اسے ایک کپڑے میں لپیٹ

---

[1] کمالات امدادیہ ص ۳۲

کر حلوے کی ایک تھالی کے ساتھ اس لڑکے کے پاس بھیج دیا، آپ نے مرید سے کہا کہ اس جوان سے کہنا کہ بایزید معذرت خواہ ہے اور عرض گزار ہے کہ کل جو تمہارا ربط ٹوٹ گیا تھا اس کے بدلے یہ رقم لے لو اور دوسرا ربط خرید لو، اور حلوا کھا کر ربط کے ٹوٹنے سے جو تمہیں رنج ہوا تھا اسے اپنے دل سے نکال دو۔ جوان کو پتہ چلا تو وہ آپ کے پاس آیا اور آپ سے معافی مانگی اور توبہ کی، اس کے ساتھ مزید چند جوان بھی تائب ہو گئے۔" لے

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا اپنے مخالف سے سلوک

شیخ جمالی (م ۹۴۲/۱۵۳۶) تحریر فرماتے ہیں:

"منقول ہے کہ چھجو نامی ایک شخص تھا جو اندر پت کے قلعے میں رہتا تھا (یہ قلعہ) موضع غیاث پور کے نزدیک ہے، اس کو حضرت سے بلا وجہ عداوت ہو گئی، وہ ہمیشہ اُن کو بُرا کہتا اور بُرائی چاہتا تھا اور اپنی قوت ان کو نقصان پہنچانے میں صرف کرتا، اتفاق سے جب چھجو مر گیا تو حضرت اس کے جنازہ پر پہنچے اور وہاں پہنچنے کے بعد اس کی قبر کے سرہانے دو رکعت نماز پڑھی اور اس کے حق میں دُعا کی کہ

" اے پروردگار اس شخص نے میرے حق میں جو کچھ کہا اور سوچا میں نے اس کو معاف کیا، میری وجہ سے اس پر عذاب نہ کرنا" ۲ے

لے تذکرۃ الاولیاء فارسی ج ا ص ۱۳۷

۲ے سیر العارفین مترجم ص ۱۰۷

"فوائد الفواد" میں ہے کہ آپ نے فرمایا

"جہاں تک ممکن ہو تحمل اور بردباری سے کام لیا جائے اور جس قدر جفا و خفا اٹھا سکے اٹھائے اور کبھی اس کا بدلہ لینے کا ارادہ نہ کرے اور اسی وقت یہ بیت زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا۔

ہر کہ مارا یار نبود ایزد او را یار باد
ہر کہ مارا رنج دارد راحتش بسیار باد

جو ہمارا دوست نہ بنے اللہ اس کا دوست رہے اور جو ہمیں تکلیف پہنچائے اس کو خوب راحت ملے۔

اور تھوڑے سکوت کے بعد یہ بیت ارشاد فرمایا

ہر کسی در راہِ ما خارے نہد از دشمنی
ہر گلے از باغ عمرش بشگفد بے خار باد

جو بھی ہمارے راستے میں دشمنی کی وجہ سے کانٹے بچھائے اس کی زندگی کے چمن کا ہر پھول بے کانٹا کھلا رہے۔ [1]

حضرت خواجہ نصیر الدینؒ چراغ دہلی کا قاتلانہ حملہ کرنیوالے سے سلوک

شیخ جمالیؒ رقمطراز ہیں۔

"ایک دن آپ ظہر کی نماز کے بعد جماعت خانہ میں اپنے خاص حجرے میں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت کا کوئی دربان نہ تھا۔ ان کے خاص خادم (ان کے بھانجے) شیخ زین الدین علی تھے۔ وہ بھی خلوت

[1] فوائد الفواد مترجم صفحہ ۱۷۶

کے وقت کبھی حاضر ہوتے کبھی نہ ہوتے، خاص مشغولی کے وقت ایک ناپاک قلندر، ترابی نامی حضرت چراغ دہلیؒ کی خلوت میں داخل ہوگیا۔ چھری اس کے پاس تھی، وہ اس نے نکالی اور حضرت کے جسم مبارک پر گیارہ زخم لگائے، حضرت حالتِ استغراق میں تھے کوئی فرق نہ آیا۔ اس حجرے میں ایک نالی تھی، نالی میں سے ہوکر ان کا خون مبارک حجرے سے باہر آیا۔ بعض مریدوں نے جب یہ حال دیکھا تو فوراً اندر دوڑے کیا دیکھتے ہیں کہ وہ قلندر ناپاک، چھری سے زخم لگا رہا ہے اور حضرت دم نہیں مارتے، مریدوں نے چاہا کہ اس کم بخت کو ایذا پہنچائیں، حضرت شیخ نے اجازت نہ دی کہ کوئی کسی طرح اس کے حال سے مزاحم ہو، قاضی عبدالمقتدر تھانیسری جو حضرت کے خاص مُرید تھے، حضرت شیخ صدر الدین طبیب اور شیخ زین الدین علی کو اپنے پاس بلایا اور قسم دی کہ کسی کو ایسا موقع نہ دینا کہ اس قلندر کو کوئی تکلیف پہنچائے، بیس تنکے اس قلندر کو انعام دیئے اور بہت عذر کیا کہ شاید چھری مارنے کے وقت تمہارے ہاتھ کو کوئی تکلیف پہنچی ہو" ؎[1]

حضرت عمرو بن عاصؓ اور کبوتری کے انڈے

مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں۔

"جس جگہ آج قاہرہ آباد ہے وہاں کوئی بڑا شہر موجود نہ تھا بلکہ

؎[1] سیر العارفین مترجم ص ۱۳۱

ایک فوجی قلعہ تھا جو حملہ آوروں کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور اُن کے رفقائے مصر کے چند ابتدائی علاقے فتح کرنے کے بعد اس قلعہ کا محاصرہ کیا یہ محاصرہ چھ مہینے جاری رہا ۔۔۔۔ اس قلعہ پر حملہ کرنے کے لیے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ایک بڑا خیمہ قلعے کے سامنے نصب فرمایا تھا۔ پیش قدمی کا ارادہ فرمایا تو اس خیمے کو اکھاڑ کر ساتھ لے جانا چاہا، لیکن جب اکھاڑنے کے لیے آگے بڑھے تو دیکھا کہ خیمے کے اوپر کی جانب ایک کبوتری نے انڈے دے رکھے ہیں اور ان پر بیٹھی ہے، خیمہ اکھاڑنے سے یہ انڈے ضائع ہو جاتے ہیں اس لیے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کبوتری نے ہمارے خیمے میں پناہ لی ہے اس لیے اس خیمے کو اس وقت تک باقی رکھو جب تک یہ بچے پیدا ہو کر اُڑنے کے قابل نہ ہو جائیں، چنانچہ خیمہ باقی رکھا گیا۔" [1]

حضرت شبلیؒ کا چیونٹی کے ساتھ سلوک

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"حضرت شبلیؒ شہر سے گندم خرید کر سر پر اٹھائے اپنے گاؤں لے آئے، گھر آکر گٹھڑی کو کھولا تو اس میں سے ایک چیونٹی نکل آئی جو پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دوڑنے بھاگنے لگی آپ کو اس

---

[1] جہانِ دیدہ ص ۱۴۰

پر بڑا ترس آیا اور یہ سوچ کر کہ نہ معلوم کس کس عزیز سے الگ ہوئی ہو گی اس کا دل اُن کی جُدائی سے تڑپتا ہو گا، ساری رات نہ سو سکے آخر اسی طرح کپڑا باندھ کر پھر سفر کر کے جہاں سے گندم لائے تھے وہیں لاکر اسی دکان پر کپڑا کھولا اور چیونٹی کو اس کے مستقر پر پہنچایا۔[1]

مکھی کے سیراب ہونے تک پانی نہیں پیا

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۹۸ھ) فرماتے ہیں "شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں کہ احمد چشتی نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ابو حامد دوستان مرو میں ایک دکان پر بیٹھے تھے کہ سقّہ نے ان کو پانی پینے کے لیے دیا، کچھ دیر پانی کا کٹورا انھوں نے ہاتھ میں رکھا اور دیکھتے رہے، سقّہ نے کہا کہ: اے شیخ پانی کیوں نہیں پیتے؟ انھوں نے کہا کہ ایک مکھی پانی پی رہی ہے وہ سیراب ہو جائے اس وقت تک میں صبر کر رہا ہوں کیونکہ حق تعالیٰ کے دوست کسی کی تکلیف دیکھ کر کچھ کھاتے پیتے نہیں ہیں"[2]

مولانا رومؒ کا کُتّے کی وجہ سے آزردہ ہونا

"مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷۲ھ) ایک دفعہ مریدوں کے ساتھ راہ میں جا رہے تھے، ایک تنگ گلی میں

---

[1] بوستان فارسی ص۷۵

[2] نفحات الانس مترجم ص۵۱۱

ایک کُتا سرِراہ سو رہا تھا جس سے راستہ رُک گیا تھا، مولانا وہیں رُک گئے اور دیر تک کھڑے رہے، اُدھر سے ایک شخص آرہا تھا اس نے کُتے کو ہٹا دیا، مولانا نہایت آزردہ ہوئے اور فرمایا کہ ناحق اس کو تکلیف دی"۔ [1]

حضرت محمد بن الترمذیؒ کا کتیا کے بچوں کے ساتھ سلوک

حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

"منقول ہے کہ آپ کے زمانے میں ایک زاہد بزرگ تھے جو آپ پر ہمیشہ اعتراض کرتے رہتے تھے۔ دنیا بھر میں آپ کی بس ایک چھوٹی سی کُٹیا رہنے کے لیے تھی، (اتفاق سے آپ کو سفرِ حجاز پیش آیا) سفر سے واپس آئے تو دیکھا کہ کُتیا نے اس کُٹیا میں بچے دے رکھے ہیں آپ نے چاہا کہ اسے باہر نکال دیں، آپ ستر بار اس کے پاس اس خیال سے آتے اور جاتے رہے کہ شاید وہ از خود اپنے بچوں کو باہر لے جائے (اور ان کی وجہ سے اُسے تکلیف نہ ہو) اسی رات اس زاہد بزرگ نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں، اے فلاں تو اس شخص کے ساتھ برابری کرتا ہے جس نے ستر مرتبہ کُتیا کے ساتھ موافقت کی ہے (کہ اسے نکالا نہیں) اگر سعادتِ ابدی چاہتا ہے تو جا اس کی خدمت کے لیے کمر بستہ ہو جا، وہ زاہد جو شیخ

---

[1] تاریخ دعوت و عزیمت ج ۱ ص ۳۵۹

کے سلام کے جواب دینے کو بھی عار سمجھتے تھے، انہوں نے اس کے بعد ساری زندگی اُن کی خدمت میں گزاری"۔ ؎۱

قارئین محترم ان واقعات کو پڑھ کر شاید آپ حیران ہوں کہ یہ کیا لوگ تھے اور یہ اُن کے کیسے واقعات ہیں؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں کا اوڑھنا بچھونا خلقِ خدا کی راحت رسانی ہو اُن کے لیے یہ واقعات انتہائی معمولی باتیں ہیں ان لوگوں کی تو حالت عجیب تھی،

ایک حیران کن واقعہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کے ملفوظات میں نظر سے گزرا اس کے ناقل خواجہ امیر خسروؒ ہیں یہ واقعہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

"(حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ نے) فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا کیتھلی دُعا گو (خواجہ صاحب) کے پاس آتے تھے، کھانا موجود تھا۔ میں نے مبشر کو کہا کہ کھانا لاؤ، اس نے لانے میں دیر کی میرے پاس ایک چھوٹی سی لکڑی تھی، میں نے اس کی پیٹھ پر ماری مولانا کیتھلی نے اس طرح آہ کی کہ گویا اُنہیں کی پیٹھ پر لگی ہے میں نے کہا آپ کو کیا ہُوا کہ آپ نے آہ کی۔ انہوں نے فوراً اپنا پیراہن پیٹھ سے اُٹھا دیا میں نے نگاہ کی تو دیکھا کہ اس لکڑی کا عکس اُن کی پیٹھ پر نمودار تھا۔ اور مولانا نے یہ بات کہی کہ ان (غلاموں کو) اپنے سے بہتر جاننا چاہیئے، کیونکہ ان میں اس بات کی قدرت نہیں کہ وہ کچھ کہہ سکیں"۔ ؎۲

یہ واقعہ پڑھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے کہ ان لوگوں کے یہاں دوسروں کو

؎۱ تذکرۃ الاولیاء فارسی ص۹۷ ج۲ ؎۲ افضل الفوائد ص۲۸

تکلیف پہنچانے کا تصور بھی محال ہے ان لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ دوسروں کی تکلیف خود انہیں محسوس ہو رہی ہے یہ تو چاہتے ہیں کہ خود تکلیف برداشت کر لیں لیکن دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔ ایک بزرگ تو اس کے خواہاں ہیں کہ دوزخ میں بھی ساری مخلوق کے بدلے صرف انہیں ڈال دیا جائے باقی سب کو رہائی مل جائے، چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

؎ چہ بودے کہ دوزخ زمن پُر شدے مگر دیگراں را رہائی شدے

کیا اچھا ہو کہ دوزخ صرف مجھ ہی سے بھر جاتے، اور دوسروں کو رہائی مل جائے۔

لیکن اپنے اسلاف واکابر کے طریقے کے برخلاف ہمارا حال یہ ہے کہ دشمن تو دشمن ہم سے دوست بھی پریشان ہیں، ایک شاعر کہتا ہے۔

؎ دوستوں سے اس قدر صدمے ہُوتے ہیں جان پر
دِل سے دشمن کی عداوت کا گلہ جاتا رہا

اگر آج ہم لوگ اپنے اسلاف واکابر کے طریقے پر چلنا شروع کر دیں تو دنیا سے نفرت وعداوت ختم ہو جائے اور باہم امن وآشتی صلح ورواداری پیدا ہو جائے اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے اسلاف کے طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دو گناہوں پر اللہ تعالیٰ کا اعلانِ جنگ

دو گناہ ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اعلانِ جنگ فرمایا ہے۔

(۱) سود خوری، چنانچہ ارشادِ باری ہے۔ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ: ۲: ۲۷۹ پھر اگر نہیں چھوڑتے (سود کو) تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

(۲) اللہ کے دوست اور ولی سے دشمنی کرنا، چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص میرے کسی دوست اور ولی سے عداوت و دشمنی کرتا ہے میرا اُسے اعلانِ جنگ ہے۔"[1]

جب ہم تاریخ کو کھنگالتے ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق ہمیں بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کسی نے بھی کسی اللہ والے کو ستایا اور اس سے دشمنی کی اس کا انجام بُرا ہوا۔ ذیل میں بطورِ عبرت چند واقعات درج کیے جاتے ہیں۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا دل دکھانے والی عورت کا انجام

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ پر ایک مکّار عورت اروٰی بنت اویس

[1] بخاری شریف ج ۲ ص ۹۶۳

نے یہ جھوٹا دعویٰ کیا کہ انہوں نے زبردستی اس کی کچھ زمین دبالی ہے، اس پر حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے بددعا کی کہ ”الٰہی اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کی آنکھیں پھوڑ دے اور اس کو اسی زمین میں موت دے“۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے محمدؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس بڑھیا کو دیکھا کہ وہ اندھی ہوگئی تھی، دیواروں کو ٹٹول ٹٹول کر چلتی تھی اور کہتی تھی کہ مجھے سعید کی بددعا لے بیٹھی۔ جس زمین کے متعلق اس نے جھوٹا دعویٰ کیا تھا اس میں ایک کنواں تھا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ وہ چلتے چلتے اس کنوئیں میں گری اور مرگئی وہ کنواں ہی اس کی قبر بنا، [1]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا دل دکھانے والے شخص کا انجام

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہلِ کوفہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی دربارِ فاروقی میں شکایت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بلاکر حالات دریافت کیے، تفتیش پر آپ کو سچ اور اُن لوگوں کی شکایت کو غلط پایا۔ تاہم آپ نے انہیں معزول کرکے اُن کی جگہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو وہاں کا گورنر بنا دیا اور کچھ لوگ حضرت سعد کے ساتھ کوفے روانہ کیے تاکہ وہ وہاں کے لوگوں سے خود حالات معلوم کریں، چنانچہ سب نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف کی، سوائے ایک شخص ابوسعدہ اسامہ بن قتادہ کے اس نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر تین جھوٹے الزام لگائے وہ یہ کہ:

(۱) یہ جہاد کے لیے نہیں نکلتے۔

(۲) مالِ غنیمت صحیح تقسیم نہیں کرتے۔

---

[1] مشکوٰۃ ص ۵۴۶

(۳) فیصلے صحیح نہیں کرتے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ جھوٹے الزامات سن کر دلی تکلیف ہوئی، آپ نے فرمایا "بخدا میں اس شخص کے لیے خدا کے حضور تین چیزوں کی دعا کرتا ہوں اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے جو مکاری سے شکایتیں سنانے کے لیے کھڑا ہوا ہے تو تو اس کی عمر دراز کر دے، اس کی محتاجی میں اضافہ کر دے، اور اس کو فتنہ و فساد میں مبتلا کر دے"۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اس بددعا کے بعد لوگوں نے اسے دیکھا کہ جب اس سے خیریت دریافت کی جاتی تو وہ بوڑھا پھونس جواب دیتا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں میری عقل ماری گئی ہے اور مجھے سعدؓ کی بددعا لگ گئی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت عبدالملک بن عمیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس بوڑھے کو اس حال میں دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی آنکھوں کو اس کی دونوں بھوؤں نے بالکل چھپا لیا تھا اور وہ فقر و فاقہ کے ہاتھوں اتنا بے حیا ہو گیا تھا کہ راستہ میں لونڈیوں، باندیوں سے چھیڑ چھاڑ کرتا تھا۔ [1]

زیاد کا انجام

والیٔ عراق زیاد نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ میں عراق کو دائیں ہاتھ میں لے چکا ہوں۔ بایاں ہاتھ خالی ہے (گویا وہ حجاز کے بارے میں تعریض کر رہا تھا کہ اگر آپ حکم دیں تو اس پر بھی حملہ کر کے قبضہ کر لوں) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے آسمان کی

---

[1] بخاری شریف ج ۱ ص ۱۰۴

طرف ہاتھ اٹھا کر دُعا کی "الٰہی زیاد کے بائیں ہاتھ سے ہماری کفایت فرما"، نتیجۃً اُس کے ہاتھ میں ایک پھوڑا نکلا اور اُس نے زیاد کو ہلاک کر دیا۔ [1]

حضرت سفیان ثوریؒ کو ستانے پر خلیفہ منصور عباسی کا انجام

شیخ صفوی (متوفی ۱۲۶۴ھ) ذکر کرتے ہیں کہ خلیفہ منصور کو یہ اطلاع ملی کہ سفیان ثوریؒ اس پر حق کو قائم نہ کرنے کی وجہ سے طعن و تشنیع کرتے ہیں جب منصور حج کے لیے گیا اور اُسے یہ معلوم ہوا کہ سفیانؒ مکہ میں ہیں تو اُس نے اپنے آگے ایک جماعت کو بھیجا اور اُن سے کہا کہ تم جہاں بھی سفیانؒ کو پاؤ پکڑ کر سُولی دے دو، چنانچہ انہوں نے مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت سفیانؒ کو سُولی دینے کے لیے لکڑی کھڑی کر دی، اس وقت حضرت سفیان ثوریؒ مسجد حرام میں بایں حالت تشریف فرما تھے کہ آپ کا سر حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کی گود میں تھا اور پاؤں حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی گود میں، آپ کے بارے میں کسی بھی اندیشہ کے پیشِ نظر آپ سے کہا گیا کہ آپ ہمارے دشمنوں کو اپنے اُوپر قابو پانے کا موقع دے کر خوش نہ کیجئے، یہاں سے اُٹھ کر کہیں چُھپ جائیے، چنانچہ آپ اُٹھے اور مُلتزم کے پاس جا کر ٹھہر گئے اور فرمایا "کعبہ کے رب کی قسم منصور مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہو سکے گا" حالانکہ منصور جَبَلِ حَجُوْن (مکہ مکرمہ کی ایک پہاڑی) کے پاس پہنچ چکا تھا۔ جب وہ جَبَلِ حَجُوْن پہنچا تو اس کی سواری پھسل گئی اور منصور سواری کی پیٹھ سے گرتے ہی مر گیا۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ مسجدِ حرام سے باہر تشریف لائے اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھی۔" [2]

---

[1] نفحۃ العرب ص ۳۹

[2] نفحۃ العرب ص ۳۸

حضرت امام جعفر صادقؒ کو ستانے کا انجام

"ایک مرتبہ خلیفہ منصور بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ صادقؓ کو لاؤ کہ قتل کریں۔ وزیر نے کہا کہ انہوں نے گوشۂ عبادت اختیار کر رکھی ہے۔ ملک سے ہاتھ کوتاہ کر لیا ہے اب ان کے قتل سے کیا فائدہ۔ خلیفہ نے کہا نہیں ان کو ضرور لاؤ۔ وزیر نے ہر چند ٹالا مگر خلیفہ نے نہ سنا۔ آخر کار وزیر آپ کے بلانے کو گیا۔ اس کے جانے کے بعد خلیفہ نے غلاموں سے کہہ دیا کہ جس وقت امام صادق آویں اور میں ٹوپی سر سے اتاروں تم ان کو قتل کر ڈالنا۔ اسی اثنا میں حضرت امام جعفر صادقؒ بھی تشریف لائے ان کو دیکھتے ہی منصور تعظیم کو اُٹھ کھڑا ہوا اور مسند پر ان کو بٹھایا اور آپ باادب تمام آگے بیٹھا اور عرض کیا کہ کیا حاجت ہے آپ نے فرمایا کہ پھر مجھے اپنے پاس نہ بلانا۔ اور آپ تشریف لے گئے فی الفور خلیفہ بیہوش ہو کر گر پڑا اور کسی وقت یا کئی روز تک ہوش نہ آیا۔ جب افاقہ ہوا تو وزیر نے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہوا ہے۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ جس وقت حضرت امام اندر آئے ایک اژدہا ان کے ساتھ منہ پھیلائے ہوئے تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اگر میں نے ان کو کچھ بھی تکلیف دی تو وہ مجھ کو کھا جائے گا۔ اِس خوف سے میں نے عذر کیا اور بیہوش ہو کر گر پڑا" [1]

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی گستاخی کا انجام

مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ (م ۱۳۸۱/۱۹۶۲) فرماتے ہیں۔

---

[1] خزینۂ معرفت ص ۴۳ طبع انجمن ارشاد المسلمین

"ایک روز والد بزرگوار (مولانا عبدالجبار غزنوی) کے درس بخاری میں ایک طالب علم نے کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہ رح کو پندرہ حدیثیں یاد تھیں مجھے اُن سے زیادہ حدیثیں یاد ہیں، والد صاحب کا چہرہ مبارک غصّہ سے سُرخ ہوگیا، اس کو حلقۂ درس سے نکال دیا اور مدرسہ سے بھی خارج کردیا اور بفحوائے اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ (مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) فرمایا کہ اس شخص کا خاتمہ دینِ حق پر نہیں ہوگا۔ ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ معلوم ہوا کہ وہ طالب مرتد ہو گیا ہے۔ اعاذنا اللہ من سوء الخاتمۃ۔" [1]

میر ابراہیم سیالکوٹی مرحوم لکھتے ہیں:

"جب میں نے اس مسئلہ کے لیے (یعنی امام صاحب کے خلاف لکھنے کے لئے ناقل) کتب متعلقہ الماری سے نکالیں اور حضرت امام صاحبؒ کے متعلق تحقیقات شروع کی تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر کچھ غبار آگیا جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا یکایک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھاگیا۔ گویا ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ کا نظارہ ہوگیا۔ معاً خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرت امام صاحب سے بدظنی کا نتیجہ ہے اس سے استغفار کرو۔ میں نے کلماتِ استغفار دوہرانے شروع کیے وہ اندھیرے

---

[1] سوانح مولانا داؤد غزنوی مرتبہ سید ابوبکر غزنوی ص ۳۸۴۔

فوراً کافور ہو گئے اور ان کے بجائے ایسا نور چمکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی کو مات کر دیا۔ اس وقت سے میری حضرت امام صاحب سے حسنِ عقیدت اور بڑھ گئی اور میں ان شخصوں سے جن کو حضرت امام صاحب سے حسنِ عقیدت نہیں ہے کہا کرتا ہوں کہ میری اور تمہاری مثال اس آیت کی مثال ہے کہ حق تعالیٰ منکرین معارج قدسیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے ـــــ فرماتا ہے۔ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی، میں نے جو کچھ عالمِ بیداری اور ہشیاری میں دیکھ لیا اس میں مجھ سے جھگڑا کرنا بے سود ہے" ۔ لہ

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"امام صاحب کو لوگوں نے بہت تنگ کیا، ایک مرتبہ ان کے مکان پر ایک شخص آیا اور آپ سے کہا کہ میں آپ کی والدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں امام صاحبؒ نے فرمایا کہ دیکھو بھائی میری والدہ عاقلہ بالغہ ہیں ان پر کسی کو ولایتِ اجبار حاصل نہیں میں ان سے معلوم کر آؤں اگر وہ اجازت دے دیں گی تو کر دوں گا ورنہ نہیں اس کے بعد آپ اندر تشریف لے گئے پھر جو باہر تشریف لائے تو وہ شخص مقتول ملا معلوم ہوا کہ غیب سے ایک تلوار نمودار ہوئی اس نے اس کو قتل کر دیا اس پر امام صاحب نے فرمایا قَتَلَهٗ صَبْرِیْ یعنی میرے صبر نے اس کو قتل کر دیا" ۔ ۲ہ

لہ تاریخ اہلِ حدیث مرتبہ میر ابراہیم سیالکوٹی ص ۷۲۔

۲ہ ملفوظات فقیہ الامت ص ۷۲، معرفتِ الٰہیہ ص ۱۵۱۔

ایک پاکدامنہ عورت پر الزام تراشی کا انجام

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ / ۱۸۲۲ء) حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے حالات لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

" سترہ سال کی عمر میں آپ نے مجلسِ افادہ تعلیم کی ابتدا فرمائی تھی۔ لوگ یہ نقل کرتے ہیں کہ اُسی زمانہ میں مدینہ کی ایک نیک بی بی کی وفات ہوئی جب غسل دینے والی عورت نے اس کو غسل دیا تو اس نیک بخت مُردہ عورت کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر یہ کہا کہ یہ فرج کس قدر زناکار تھی فوراً اس کا ہاتھ فرج پر ایسا چسپاں ہوا کہ اس کے جُدا کرنے کی سب نے کوشش و تدبیر کی مگر فرج سے اس کا ہاتھ جُدا نہ ہوا۔ انجام کار اس مشکل کو علماء اور فقہاء کی خدمت میں پیش کر کے اس کا علاج اور تدبیر دریافت کی سب کے سب اُس سے عاجز ہوئے لیکن امام صاحب نے اس راز کی حقیقت کو اپنے ذہن رسا اور کامل فہم سے دریافت کر کے یہ فرمایا کہ اس غسل دینے والی کو حدِّ قذف (یعنی جو سزا جو شریعت نے زنا کی تہمت لگانے والے کے لیے مقرر فرمائی ہے) لگائی جائے آپ کے ارشاد کے مطابق اس کے اسّی ۸۰ دُرّے لگائے تو ہاتھ فرج سے فوراً جُدا ہو گیا سب کے دلوں میں امام صاحب کی امامت و ریاست اُسی دن سے راسخ طور سے جاگزیں ہو گئی"۔ [1]

---

[1] بستان المحدثین مترجم صفحہ ۱۵ طبع میر محمد کتب خانہ کراچی

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو ستانے کا انجام

"سلطان قطب الدین مبارک خلجی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ سے بعض بے بنیاد شبہات کی وجہ سے بدظن ہوگیا تھا اور کھلے دربار میں اُن کے متعلق نامناسب الفاظ استعمال کیا کرتا تھا اور آپ کو ایذا پہنچانے کے موقع کی تلاش میں رہنے لگا تھا دہلی میں اُس نے ایک جامع مسجد تعمیر کروائی جب وہ بن کر تیار ہوگئی تو اُس نے علماء و مشائخ کو حکم بھیجا کہ پہلے جمعہ کو اسی مسجد میں نماز ادا کریں، یہ حکم جب حضرت خواجہ کو سنایا گیا تو آپ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ

"ہمارے قریب ہی مسجد ہے اُس کا ہم پر زیادہ حق ہے۔ ہم اسی جگہ نماز پڑھیں گے" دربار کی ایک پرانی رسم تھی کہ تمام ائمہ و مشائخ اور صدور و اکابر نئے چاند کی مبارکباد دینے کے لیے قصرِ شاہی میں جمع ہوتے تھے۔ حضرت شیخ اس موقعہ پر خود نہیں جاتے تھے بلکہ اپنے خادم خاص خواجہ اقبال کو بھیج دیا کرتے تھے۔ سلاطینِ دہلی نے شیخ کے مرتبہ اور اُن کی رُوحانی عظمت کے پیشِ نظر اس چیز پر کبھی اعتراض نہیں کیا تھا لیکن بعض درباریوں نے مبارک خلجی کو بھڑکایا اور اُس سے یہ خیال پیدا کرادیا کہ سلطان کے دربار میں کسی نمائندے کو بھیجنا سلطان کی توہین و تحقیر کے مترادف ہے۔ سلطان نے غصّہ میں آکر حکم دیا کہ اگر آئندہ ماہ مُبارکباد کے لیے شیخ خود نہیں آئیں گے تو ہم جس طرح بُلوایا کرتے ہیں بُلوالیں گے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے جب سلطان کی یہ بات سُنی تو کوئی جواب نہیں دیا بلکہ خاموشی کے ساتھ اپنی والدہ کے مزار پر تشریف لے گئے اور اُن کی روح سے

مخاطب ہو کر کہا کہ " اگر اگلے مہینے کی پہلی تاریخ تک بادشاہ کا کام تمام نہیں ہوا تو میں آپ کے مزار کی زیارت کو نہیں آؤں گا" جس دن رات کو چاند دکھائی دینے والا تھا اس دن ظہر کے وقت خواجہ اقبال نے حضرت شیخ سے عرض کیا کہ اگر آپ بادشاہ سے ملاقات کے لیے تشریف لے جائیں تو سواری کا انتظام کیا جائے۔ شیخ نے فرمایا چپ رہو اور کسی دوسرے کام میں مشغول رہو۔ غرض اسی طرح وقت گزرتا گیا اور حضرت خواجہ صاحبؒ کو نہ سلطان کے پاس جانا تھا اور نہ گئے تذکرہ نویسوں اور مؤرخوں کا بیان ہے کہ اسی رات کو جس رات چاند دکھائی دینا تھا، سلطان قطب الدین خلجی کے محبوب غلام خسرو خان نے اس کا سر کاٹ کر قصر ہزار ستون کے نیچے ڈال دیا۔" [1]

حضرت مجددؒ الف ثانیؒ کے والد کی گستاخی کرنیوالی عورت کا انجام

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ (م ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء) تحریر فرماتے ہیں۔

" حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ نے اپنے مکاتیب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ (حضرت مجدد صاحبؒ کے والد) شیخ عبدالاحدؒ کی شان میں کسی عورت نے گستاخی کی، انہوں نے صبر و سکوت فرمایا۔ اتنے میں دیکھا کہ غیرتِ الٰہی جوشِ انتقام میں ہے شیخ نے فوراً ایک شخص سے جو اس وقت موجود تھا کہا کہ اس عورت کے ایک تھپڑ مارے، اس کو تردد ہوا ادھر وہ عورت گر کر مر گئی" [2]

---

[1] سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات صفحہ [2] الاعتدال فی مراتب الرجال ص۲۰

حضرت نانوتویؒ سے تمسخر واستہزار کا انجام

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ (م ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء) تحریر فرماتے ہیں۔

”اس سلسلہ میں مجھ تک جو واقعہ پہنچا ہے وہ عرض کرتا ہوں، مجھ سے حکیم بنیاد علی صاحب مرحوم ساکن لاوڑ ضلع میرٹھ نے بیان کیا اور انہوں نے یہ واقعہ حضرت مولانا عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن پھلاودہ ضلع میرٹھ سے سنا جو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص تلامذہ میں ایک زبردست عالم تھے.........

حضرت مولانا عبد الغنی صاحب نے فرمایا کہ جب حضرت نانوتویؒ مباحثہ شاہجہاں پور کے لیے روانہ ہوئے تو شاہجہاں پور کے قریب کسی گاؤں کے چند غریب سنیوں نے (جو مقامی شیعوں کے اثرات میں دبے ہوئے بے بس تھے۔ کیونکہ زمینداره شیعوں ہی کا تھا) حضرت کو لکھا کہ جاتے یا آتے حضرت والا اس گاؤں کو اپنے قدوم سے عزت بخشیں اور ہمیں کچھ پند و نصیحت فرمادیں۔ تاکہ ہمارے لیے صلاح و فلاح اور تقویت کا باعث ہو۔ حضرت والا نے بخوشدلی ان کی دعوت منظور فرمالی۔ جیسا کہ غربار کی دعوت و پیشکش بطوع ورغبت قبول فرمانے کی عادت تھی۔ اور جاتے یا آتے ہوئے اس گاؤں میں اترے۔ شیعوں میں اس سے کھلبلی مچی۔ فکر یہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ ان کے وعظ کا اثر شیعوں پر ہو جائے اور شیعہ دباؤ کی تنظیم ٹوٹ جائے تو انہوں نے متوقع اثرات کی کاٹ

کے لیے لکھنؤ سے چار شیعہ مجتہد تاریخ مقررہ پر بلائے اور پروگرام یہ طے پایا کہ مجلسِ وعظ میں چاروں کونوں پر یہ چاروں مجتہد بیٹھ جائیں اور چالیس اعتراضات منتخب کرکے دس دس اعتراض چاروں پر بانٹ دیے گئے کہ اثنائے وعظ میں اس طرح کئے جائیں کہ اول فلاں سمت کا مجتہد دس اعتراض کرے اس سے حضرت نمٹیں تو دوسرے کونہ کا اور پھر اسی طرح تیسرے اور چوتھے کونہ کا۔ اور اس طرح وعظ نہ ہونے دیا جائے۔ ان ہی اعتراض وجواب میں مبتلا کرکے وقت ختم کر دیا جائے۔ اب غیبی مدد اور حضرتِ والا کی کرامت کا حال سنئے کہ حضرت نے وعظ شروع فرمایا۔ جس میں گاؤں کی تمام شیعہ برادری بھی جمع تھی اور وہ وعظ اسی ترتیب سے اعتراضوں کے جواب پر مشتمل شروع ہوا جس ترتیب سے اعتراضات لے کر مجتہدین بیٹھے تھے۔ گویا ترتیب کے مطابق جب کوئی مجتہد اعتراض کرنے کے لیے گردن اٹھاتا تو حضرت اسی اعتراض کو خود نقل کرکے جواب دینا شروع فرماتے۔ یہاں تک کہ وعظ پورے سکون کے ساتھ پورا ہوگیا اور شیعوں کے ان مقررہ شبہات کے مکمل حل سے گاؤں کے شیعہ اس قدر مطمئن اور متشرع ہوئے کہ اکثریت نے توبہ کرلی اور سُنّی ہوگئے۔

مجتہدین اور مقامی شیعہ چودھریوں کو اس میں اپنی انتہائی سبکی اور خفت محسوس ہوئی تو انہوں نے حرکت مذبوحی کے طور پر اس شرمندگی کو مٹانے اور حضرت والا کے اثراتِ کا ازالہ کرنے کے لیے یہ تدبیر کی کہ ایک نوجوان لڑکے کا فرضی جنازہ بنایا اور حضرت سے آکر عرض کیا کہ حضرت نماز جنازہ آپ پڑھا دیں۔

پروگرام یہ تھا کہ جب حضرت دو تکبیریں کہہ لیں تو صاحبِ جنازہ اِک دم اُٹھ کھڑا ہو، اور اس پر حضرت کے ساتھ استہزاء و تمسخر کیا جائے۔ حضرت والا نے معذرت فرمائی کہ آپ لوگ شیعہ ہیں اور میں سُنّی۔ اصولِ نماز الگ الگ ہیں۔ آپ کے جنازہ کی نماز مجھ سے پڑھوانے میں جائز کب ہوگی؟ شیعوں نے کہا کہ حضرت بزرگ ہر قوم کا بزرگ ہی ہوتا ہے آپ تو نماز پڑھا ہی دیں۔ حضرت نے ان کے اصرار پر منظور فرمالیا۔ اور جنازہ پر پہنچ گئے۔ مجمع تھا۔ حضرت ایک طرف کھڑے ہوئے تھے کہ چہرہ پر غصّہ کے آثار دیکھے گئے۔ آنکھیں سُرخ تھیں اور انقباض چہرہ سے ظاہر تھا۔ نماز کے لیے عرض کیا گیا تو آگے بڑھے اور نماز شروع کی۔ دو تکبیریں کہنے پر جب طے شدہ کے مطابق جنازہ میں حرکت نہ ہوئی تو پیچھے سے کسی نے "ہونھ" کے ساتھ صاحبِ جنازہ کو اُٹھ کھڑے ہونے کی سُسکار دی۔ مگر وہ نہ اُٹھا۔ حضرت نے تکبیراتِ اربعہ پوری کرکے اُسی غصے کے لہجہ میں فرمایا کہ "اب یہ قیامت کی صبح سے پہلے نہیں اُٹھ سکتا۔" دیکھا گیا تو مردہ تھا۔ شیعوں میں رونا پیٹنا پڑ گیا، اور بجائے حضرت والا کی سُبکی کے خود انکی سُبکی اور سُبکی ہی نہیں سب کی موت آگئی۔ اس کرامت کو دیکھ کر باقی ماندہ شیعوں میں سے بھی بہت سے تائب ہو کر سُنّی ہو گئے۔" [۱]

حضرت مدنیؒ کے ساتھ گستاخی کرنے والوں کا انجام

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں۔

---

[۱] سوانح قاسمی ج دوم ص۔۔

"(۲۱) ایک مرتبہ بہاولپور سے حضرت کے یہاں حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب تشریف لائے وہ حضرت سے عرض کر رہے ہیں کہ حضرت! امرتسر کے ایک صاحب مجھے اپنا بیتا واقعہ سُنا رہے تھے کہ ہم نے حضرت مدنی رحؒ کے ساتھ جو گستاخیاں کی ہیں ان کی سزا دنیا ہی میں مل گئی کہ جس طرح ہم نے حضرت کے ساتھ ننگا ناچ ناچا تھا ہماری بہو بیٹیوں کو ہمارے سامنے بالکل برہنہ کر کے سر بازار نچایا گیا ہائے افسوس اگر اللہ تعالیٰ مجھے پَر دے دیتا تو اُڑ کر جاتا اور حضرت مدنی رحؒ سے معافی طلب کرتا (حضرت نے اس واقعہ کو سنا اور افسوس کیا اور معاف کر دیا۔) (از دامانی صاحب)

(۲۲) آج بھی ایک بستی میں ایک صاحب حیات ہیں، یہ صاحب حضرت رحؒ کو ایسی سڑی سڑی گالیاں دیا کرتے تھے کہ دل لرزنے لگتا تھا، قدرت نے ان سے انتقام لیا کہ اب سے ایک سال پیشتر ان کے چہرے پر آبلے ایسے پڑے کہ تمام منہ سُوج گیا اور بالکل تَوے کی مانند سیاہ ہو گیا، آج بھی یہ صاحب باوجود طبیب ہونے کے اپنے سیاہ چہرے کو عبرت کا منظر بنائے ہوئے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ مجھے مولانا مدنی رحؒ کو گالیاں دینے کی سزا ملی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ [1]

لاش تک نہ ملی

مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی تحریر فرماتے ہیں۔

---

[1] انفاس قدسیہ ص۱۸۷

"(اس) واقعہ کے راوی جالندھر کے ایک نوجوان مولوی محمد اکرام صاحب قریشی ہیں جو حمید نظامی مرحوم کے جگری دوست مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن میں اُن کے دست و بازو اسلامیہ کالج کے فارغ اور لیگ کے آغاز سے آج تک اس کے حامی چلے آتے ہیں، وہ مولانا مدنی اور اُن کے مدرسۂ فکر کے کبھی ہم خیال نہیں رہے بلکہ ان نوجوانوں میں سے تھے جنہیں جالندھر میں لیگ کا ہراول دستہ کہا جاتا تھا .... اس واقعہ کے راوی یہی محمد اکرام قریشی ہیں جن کو لاہور کے احباب ڈاکٹر بھی کہتے ہیں اور آج کل بیڈن روڈ لاہور میں رہ رہے ہیں، اُن کی روایت کے مطابق اس واقعہ کے کئی راوی اب تک بقیدِ حیات ہیں (اُن کا بیان ہے کہ) ابھی پاکستان نہیں بنا تھا اور ۱۹۴۶ء کے انتخابات کا زمانہ تھا۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ پنجاب یا سرحد کے سفر سے واپس جارہے تھے جالندھر کے اسٹیشن پر یہی نوجوان مسٹر شمس الحق کی ہمراہی میں اپنے رہنماؤں کے استقبال کے لیے گئے ہوئے تھے۔ رہنما کسی وجہ سے نہ پہنچ سکے، شمس الحق کی نظریں مولانا مدنیؒ پر پڑ گئیں وہ اپنے ساتھ کے نوجوانوں کو لے کر اُن کے ڈبے پر چڑھ دوڑا، نعرے لگائے سب وشتم کیا حتیٰ کہ ڈاڑھی کو پکڑ کر کھینچا ایک بیان کے مطابق رخسار پر طمانچہ مارا مولانا صبر کی تصویر تھے آہ تک نہ کی۔ اس کارنامہ کے بعد شمس الحق یا اُس کے کسی ساتھی نے یہ واقعہ مولانا عظامی سے بیان کیا جو جالندھر لیگ کے نائب صدر تھے انہوں نے سنتے ہی کانپ کر پوچھا کیا یہ صحیح ہے؟ جب تصدیق کی گئی تو اُن پر رعشہ سا طاری ہوگیا۔ اکرام قریشی کہتے ہیں کہ وہ کانپ

رہے تھے اور انہوں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا : اگر یہ سچ ہے تو جس نے حضرت مدنیؒ کی ڈاڑھی پر ہاتھ ڈالا ہے اس کی لاش نہیں ملے گی اُس کو زمین جگہ نہیں دے گی ۔ عظامیؔ کانپ رہے تھے اُن کا چہرہ اشکبار تھا اور آنکھیں پُرنم تھیں ۔آپ جانتے ہیں کہ یہ شمس الحق کون تھا ؟ یہ وہی نوجوان ہے جو لائل پور میں قتل وخون کا شکار ہو گیا، جس کی نعش کا پتہ نہ چلا، کفن ملا نہ قبر، اس واقعہ کو تقریباً گیارہ بارہ سال ہو چکے ہیں ، روایتوں پر روایتیں آتی رہیں ، خود لیگ کے زعماء مہر بلب رہے ، کسی نے کہا بھٹّہ میں زندہ جلا دیا گیا ۔ کسی نے کہا لاش کے ٹکڑے کرکے دریا بُرد کر دیا گیا جتنے منہ اتنی باتیں ۔ پولیس نے انعام بھی رکھا ، سب کچھ کیا لیکن شمس الحق کا سُراغ نہ ملا ۔“

(ہفت روزہ چٹان لاہور ۔ مارچ ۱۹۶۲ء) [۱]

قارئین محترم : ہم نے تاریخِ عالم سے یہ چند واقعات نقل کئے ہیں ، سب کا تذکرہ نہ مقصود ہے اور نہ ہی سب کا استقصاء ممکن ہے ، غرض یہ ہے کہ یہ واقعات بیانگِ دُہل بتلا رہے ہیں کہ اللہ والوں سے عداوت و دشمنی کا نتیجہ دین و دنیا کی بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوتا ۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ (م ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) فرماتے ہیں ۔

”جو لوگ علماء دین کی توہین اور ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اُنکا قبر میں قبلہ سے مُنہ پھر جاتا ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے“ [۲]

---

[۱] شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات صـ ۲۵

[۲] حکایاتِ اولیاؒ صـ ۳۵۹

انقلاباتِ زمانہ

قارئین محترم عادت اللہ جاری ہے کہ اَیَّام (دن) ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے بدلتے رہتے ہیں، کبھی دُکھ ہے کبھی سُکھ ہے، کبھی رنج ہے کبھی راحت ہے، کبھی نرمی ہے کبھی سختی ہے، کبھی غمی ہے کبھی خوشی ہے، کبھی عزّت ہے کبھی ذِلّت ہے کبھی امیری ہے کبھی غریبی ہے، کبھی اقبال ہے کبھی اِدبار ہے، کبھی ترقّی ہے کبھی تنزل ہے، کبھی عروج ہے کبھی زوال ہے، کبھی شاہی ہے کبھی گدائی ہے، کبھی تختِ سلطنت ہے تو کبھی تختۂ دار ہے، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کی طرف توجّہ دلائی ہے۔

ارشادِ باری ہے "وَ تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ" (۳:۱۴۰)

اور یہ دن باری باری بدلتے رہتے ہیں ہم ان کو لوگوں میں۔

(ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

کہتے ہیں تاریخ اپنے آپ کو دوہراتی ہے، چنانچہ تاریخ میں ہمیں زمانے کے ایسے ایسے انقلابات نظر آتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایسے لوگ جو عزت و افتخار کے بلند مقام پر فائز تھے۔ انقلابِ زمانہ سے وہ ایسے گرے کہ تماشہ گاہِ عالم بن کر رہ گئے، ایسے لوگ جن کی داد و دہش سے ہر انسان فائدہ اٹھاتا تھا وہ ایسے مُفلس و قلّاش ہُوئے کہ نانِ جویں کے محتاج ہو گئے، تاریخ کے حوالے سے

چند واقعات نذرِ قارئین کیے جاتے ہیں۔

بنوامیہؓ کے آخری تاجدار کی بیوی خلیفہ محمدؐ مہدی کے محل میں

"ایک مرتبہ خلیفہ مہدی کی بیوی خیزران اور دوسری خواتین شاہی محل میں بیٹھی تھیں کہ خادم نے آکر اطلاع دی کہ ایک شریف مگر بدحال عورت دروازے پر کھڑی ہے، اندر آنے کی اجازت چاہتی ہے، لیکن اپنا نام اور کام نہیں بتاتی، خیزران نے خادم سے کہا کہ اس سے کہو اندر آجائے، عورت اندر آگئی۔ وہ پھٹے پرانے کپڑوں میں تھی، لیکن بُشرہ پر شرافت کا جمال نمایاں تھا، خیزران نے پوچھا بہن تم کون ہو؟ اس نے کہا میں مروان بن محمد (آخری اموی خلیفہ) کی بیوی مُزنۃ ہوں، زمانہ نے مجھے اس حالت کو پہنچا دیا ہے، میرے جسم پر تم یہ جو پُرانے کپڑے دیکھ رہی ہو یہ بھی میرے نہیں ہیں مانگے کے ہیں گو زمانہ نے ہم کو اس نوبت کو پہنچا دیا ہے لیکن اب بھی ہماری شرافت کا وقار ہم کو عام لوگوں سے ملنے کی اجازت نہیں دیتا، اس لیے ہم تمہارے پاس آئے ہیں کہ ہماری جو بیت بھی ہو تمہارے پردہ میں ہو، مُزنۃ کی باتیں سُن کر خیزران کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں، لیکن اُس کی منغلانی زینب (جو بڑی منہ چلی تھی) اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی مُزنۃ تم وہ دن بھول گئیں جب ہم حرّان میں تمہارے پاس امام ابراہیم[1] کی لاش مانگنے کے لیے گئے تھے تو تم نے ہمیں ڈانٹ کر نکلوا دیا تھا اور کہا تھا کہ مردوں کے معاملات میں عورتوں

---

[1] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پوتے محمد بن علی کے صاحبزادے تھے۔ والد کی وفات کے بعد اُن کے جانشین ہوئے اور عباسی تحریک (جو بنو اُمیہ کے خلاف تھی) قیادت اُن کے سپرد ہوئی۔ خلافت بنو اُمیہ کے خلاف تحریک چلانے کے جرم میں قید کر کے پھانسی پر چڑھائے گئے اور کئی دن اُن کی لاش پھانسی پر لٹکتی رہی زینب نے اسی کا تذکرہ کیا ہے۔

کو کیا دخل، تم سے اچھا سلوک تو (تمہارے میاں) مروان نے کیا تھا کہ جب ہم اس کے پاس گئے تو اس نے قسم کھا کر امام ابراہیم کے قتل سے انکار کیا گو کہ وہ اس قسم میں جھوٹا تھا اور اس نے لاش ہمارے حوالے کر کے مالی سلوک بھی کرنا چاہا تھا، لیکن ہم نے خود ہی انکار کر دیا، مُزنیّہ نے کہا خدا کی قسم ہماری یہ حالت اسی کا نتیجہ ہے، معلوم ہوتا ہے تم اس حالت کو اچھا سمجھتی ہو، جبھی خیزران کو ایسے کام پر اُبھار رہی ہو جس میں ہم مبتلا ہو کر اس نوبت کو پہنچ گئے ہیں، تمہیں تو چاہیے تھا کہ اسے نیکی اور بھلائی پر آمادہ کرتیں اور بُرائی کے بدلے میں بُرائی کرنے سے روکتیں تاکہ خُدا نے جو نعمت تم کو عطا کی ہے وہ باقی اور قائم رہے اور اس کے ذریعہ سے دین کی حفاظت ہو، بہن زینب تم دیکھ رہی ہو کہ خدا نے دوسروں کی حق تلفی اور ان کے ساتھ بدسلوکی کا ہم سے بدلہ لیا ہے، پھر بھی تم ہماری ہمدردی سے اجتناب برتتی ہو، یہ کہہ کر وہ روتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی (خیزران دل میں بہت متأثر ہوئی) لیکن وہ زینب کی مخالفت کو اچھا نہیں سمجھتی تھی (اس لیے ظاہری اخلاق نہ برت سکی) اور ایک لونڈی کو اشارہ دیا کہ وہ چپکے سے کمرے میں لے جا کر کپڑے وغیرہ بدلوا دے۔ خلیفہ مہدی محل میں آیا تو اس وقت زینب جا چکی تھی، خلیفہ کی عادت تھی کہ وہ ہر روز شام کو اپنی خاص خواتین کے ساتھ وقت گزارتا تھا۔ خیزران نے دن میں پیش آنے والا سارا قصہ اُس کو سُنایا اُس نے اسی وقت لونڈی کو بُلا کر پوچھا کہ کمرہ میں جانے کے بعد مُزنیّہ کیا کہہ رہی تھیں، اس نے کہا امیرالمومنین وہ رو رو کر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ رہی تھیں۔

"وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰهِ فَأَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا

يَصْنَعُوْنَ ۝ (١٦-١١٢)

اور اللہ تعالیٰ نے ایسی بستی کی مثال بیان کی جو امن و چین سے تھی، اُس کے پاس ہر جگہ سے فراغت سے رزق آتا تھا۔ پس اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی، اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور خوف کا مزہ چکھایا،

یہ سُن کر وہ زار و قطار رونے لگا اور خُدا کے حضور میں دُعا کی۔

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ النِّعْمَةِ" الٰہی میں زوالِ نعمت سے پناہ مانگتا ہوں اور خیزران سے کہا کہ اگر تم مُزْنَۃ کے ساتھ اچھی طرح سے پیش نہ نہ آئی ہوتیں تو میں تم سے کبھی نہ بولتا اور زینب کے فعل کو بہت بُرا جانا اور کہا کہ زینب اگر ہماری بڑی بوڑھیوں میں سے نہ ہوتی تو میں اس سے کبھی بھی کلام نہ کرنے کی قسم اٹھالیتا، پھر ایک لونڈی کے ذریعہ مُزْنَۃ کے پاس سلام کے بعد یہ پیام کہلا بھیجا کہ بنتِ عم اس وقت تمہاری سب (دینی) بہنیں میرے پاس جمع ہیں ایسی حالت میں اگر میرا آنا تمہارے پاس تم کو غمزدہ نہ کردیتا تو میں خود آتا۔ مُزْنَۃ اس پیام کا مطلب سمجھ گئیں اور دامن سمیٹتی ہوئی خود چلی آئیں مہدی نے انہیں مرحبا کہا اور اپنے پاس بٹھایا اور دیر تک اُن کے خاندان کی تباہی پر ہمدردانہ گفتگو کرتا رہا اور کہا اگر میں تمہارے خاندان میں شادی کرنا پسند کرتا تو ضرور تمہارے ساتھ شادی کرلیتا، لیکن ایسا نہیں کرسکتا اس لیے بہتر ہے کہ تم مجھ سے پردہ کرو اور اپنی بہنوں (عباسی خواتین) کے ساتھ محل میں رہو، جو سلوک ان کے ساتھ کیا جارہا ہے وہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا، چنانچہ مُزْنَۃ کے آرام و راحت کا تمام سامان مہیّا کردیا، اس میں اور خاندانِ شاہی کی خواتین میں کوئی فرق نہ کیا حتّٰی کہ اُن کے برابر جاگیر بھی اُن کو دے دی، مُزْنَۃ نے آرام و راحت، عزّت و آبرو کے

ساتھ اس محل میں پوری عمر گزاری اور ہارون الرشید کے زمانہ میں انتقال کیا۔[1]

جعفر برمکی کی والدہ مسجدِ کوفہ کے پیش امام کے گھر میں سوالی بن کر

جعفر برمکی خلیفہ ہارون الرشید کا وزیر اعظم اور اس کے لڑکے ماموں کا اتالیق تھا، جعفر کی وجہ سے برامکہ کو یہ اقبال حاصل ہوا کہ بڑے بڑے امراء و عمائد اُن کی آستان بوسی کو فخر سمجھتے تھے اُن کی زرپاشیوں نے دجلہ کے بالمقابل سونے اور چاندی کا دریا بہا دیا تھا، ان کا محل فقیروں اور مسکینوں کا ملجا و ماویٰ تھا، علماء شعراء اور دوسرے اربابِ کمال ان کی فیاضیوں سے مالامال تھے، یا یہ اِدبار آیا کہ جعفر کی ماں عبادة جس کی خدمت میں چار سو کنیزیں رہتی تھیں عین عید کے دن پھٹے پرانے کپڑوں میں محمد بن عبدالرحمٰن امام مسجد کوفہ کے گھر معمولی امداد کے لیے نظر آتی ہے، چنانچہ محمد بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں۔

"میں بقرہ عید کے موقعہ پر والدہ سے ملنے گیا تو دیکھا کہ ایک شریف عورت پھٹے پُرانے کپڑوں میں والدہ سے بات چیت کر رہی ہے۔ والدہ بولیں کہ اس عورت کو جانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں، کہنے لگیں کہ یہ جعفر بن یحییٰ برمکی کی والدہ عُبادة ہے، میں نے اس سے بات چیت اور اس کی تعظیم کے خیال سے اپنا رُخ اُس کی طرف کر لیا، اور کہا کہ اماں جی آپ کا یہ عجیب حال میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ وہ بولی بیٹا ایک وقت وہ تھا کہ عید آتی تھی تو چار چار سو کنیزیں میرے سرہانے کھڑی ہوتی تھیں، میں پھر بھی اپنے بیٹے کو اپنا نافرمان شمار کرتی تھی، اور ایک اب یہ عید آئی ہے جس میں میری تمنا فقط یہ ہے کہ دو بکریوں کی کھالیں مل جائیں تو

---

[1] مروج الذہب ج ۳ ص ۳۲۳ تا ۳۲۵

اُن میں سے ایک کو گدا اور دوسری کو رضائی بنا لوں محمدؐ بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے اسے پانچ سو روپے دے دیے وہ اتنی خوش ہوئی قریب تھا کہ خوشی کے مارے مرجاتی۔ پھر وہ ہمارے ہاں آتی جاتی رہی حتیٰ کہ موت نے ہمارے درمیان جُدائی ڈال دی۔" [1]

فقیر کو جھڑکنے والا خود فقیر بن گیا

شہاب الدین محمد بن احمد الابشیہی (م ۸۵۰ھ) لکھتے ہیں۔

"ایک مرتبہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہا تھا، سامنے بھُنی ہوئی مُرغی بھی رکھی تھی، اچانک ایک فقیر نے دروازے پر آکر صدا لگائی۔ وہ شخص دروازے کی طرف گیا اور اس فقیر کو خوب جھڑکا فقیر یونہی واپس چلا گیا، خُدا کا کرنا ایسا ہوا کہ کچھ عرصے بعد یہ شخص خود فقیر ہوگیا، سب نعمتیں ختم ہوگئیں، بیوی کو بھی طلاق دے دی۔ اس نے کسی اور سے نکاح کرلیا، پھر ایک دن ایسا ہوا کہ یہ میاں بیوی اکٹھے بیٹھے کھانا کھا رہے تھے اور بھُنی ہوئی مُرغی سامنے تھی کہ کسی فقیر نے دروازہ کھٹکھٹایا میاں نے بیوی سے کہا کہ یہ مُرغی اس فقیر کو دے آؤ چنانچہ وہ مُرغی لے کر دروازے کی طرف گئی تو کیا دیکھتی ہے کہ فقیر اُس کا پہلا شوہر ہے۔ خیر مُرغی اُسے دے کر واپس لوٹی تو رو رہی تھی۔ میاں نے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہو بولی کہ فقیر تو میرا پہلا میاں تھا، غرض پھر سارا قصّہ اُسے سنایا جو ایک فقیر کو جھڑکنے

---

[1] مروج الذہب ج ۴ ص ۳۹۲

سے پیش آیا تھا اس کا میاں بولا خُدا کی قسم وہ فقیر میں ہی تھا۔"[1]

ان واقعات سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اگر خدا ہمیں کوئی منصب کوئی عہدہ یا مال و دولت دے تو اس پر مغرور نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ یہ سب چیزیں آنی جانی ہیں آج ہیں کل نہیں، خدا جانے آج جو حالات ہیں وہ کل تک باقی رہتے ہیں یا نہیں، پھر کس برتے پر انسان گھمنڈ کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

[1] المستطرف فی کل فن مستظرف ج ۱ ص ۱۰
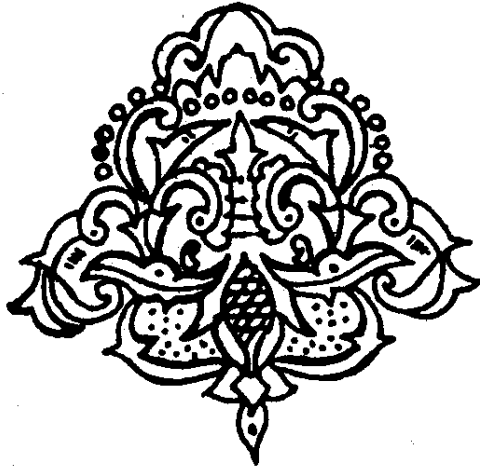
رمضان اور قرآن

محترم قارئین رمضان المبارک اور قرآنِ پاک دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے

(۱) رمضان المبارک میں قرآن پاک نازل ہوا۔

(۲) رمضان المبارک میں تراویح کے اندر ایک بار پورا قرآنِ کریم ختم کرنا سُنّت قرار دیا گیا۔

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام رمضان المبارک میں جبریل امین سے قرآن پاک کا دَور فرماتے تھے۔

(۴) روزۂ رمضان اور قرآن دونوں اللہ تعالیٰ کے حضور میں بندہ کی سفارش کریں گے۔ ؎[1]

؎[1] حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ اور قرآن بندے کی سفارش کریں گے، روزہ کہے گا پروردگار میں نے اس بندے کو دن میں کھانے (پینے) اور شہوتوں کے پُورا کرنے سے روکے رکھا تھا لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمایئے، قرآنِ پاک کہے گا کہ میں نے اسے رات میں سونے سے روکے رکھا لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمایئے، چنانچہ دونوں کی سفارش قبول کرلی جائے گی۔

(شعب الایمان بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۷۳)

اعجازِ قرآنی کے دو پہلو

رمضان اور قرآن کی اس مناسبت سے ان صفحات میں ہم اعجازِ قرآنی کے دو پہلو ذکر کریں گے۔

(۱) جس کثرت کے ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت کی جاتی ہے دُنیا کی کوئی کتاب اس کثرت کے ساتھ نہیں پڑھی جاتی۔

(۲) اس کا یاد کرنا جتنا آسان ہے اور جتنی جلدی یہ یاد ہو جاتا ہے۔ دنیا کی کسی کتاب کا یاد کرنا اتنا آسان نہیں اور نہ ہی کوئی دوسری کتاب اتنی جلدی یاد ہوتی ہے۔ تاریخ کے حوالے سے چند واقعات ذکر کیے جاتے ہیں۔ جن سے اعجازِ قرآنی کے یہ دونوں پہلو نکھر کر سامنے آتے ہیں۔

(۱) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہر رات ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے [۱]

عثمانؒ بن عبد الرحمٰن تیمیؒ کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے کہا کہ آج رات میں مقامِ ابراہیم پر غالب رہوں گا چنانچہ میں عشاء کی نماز پڑھ کر مقامِ ابراہیم پر پہنچا، میں وہاں کھڑا تھا کہ اتنے میں ایک شخص نے میری کمر پر ہاتھ رکھا، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں انہوں نے سورۂ فاتحہ شروع کی پھر پڑھتے رہے یہاں تک کہ پورا قرآن ختم کر دیا پھر رکوع سجدہ کیا، [۲]

"خارجہ بن مصعبؒ فرماتے ہیں کہ چار بزرگ ایسے ہوئے ہیں جنہوں

---

[۱] اقامۃ الحجۃ فی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ ص۱۸

[۲] ایضاً ص۱۸

نے ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھا ہے (۱) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (۲) حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ (۳) حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ (۴) حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، [۱]

(۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ دن میں آٹھ قرآن پاک ختم کر لیتے تھے، [۲]

(۳) حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ (م ۴۰ ھ) ایک رکعت میں پورا قرآن پاک ختم کر لیا کرتے تھے، [۳]

(۴) حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما (م ۷۳ ھ) ایک رات میں تمام قرآن شریف پورا فرمالیا کرتے تھے۔ [۴]

(۵) حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ (م ۷۵ھ) رمضان المبارک میں دو راتوں میں ایک قرآن پاک ختم کر لیتے تھے، [۵]

(۶) حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ (م ۹۴ھ) نے کعبۃ اللہ میں ایک رکعت میں پورا قرآن پاک ختم کیا، آپ کا معمول ہر دو راتوں میں ایک قرآن پاک ختم کرنے کا تھا، [۶]

(۷) حضرت مجاہد رحمہ اللہ (م ۱۰۱ھ) رمضان میں مغرب و عشاء کے درمیان ایک قرآن پاک ختم کر لیتے تھے، [۷]

---

[۱] مناقب ابی حنیفہ للامام الکردری ص ۲۵۵، [۲] اقامۃ الحجۃ ص ۱۹، [۳] اقامۃ الحجۃ ص ۱۹، [۴] فضائل قرآن مصنفہ حضرت شیخ الحدیث صاحب ص ۴۴، [۵] اقامۃ الحجۃ ص ۲۰

[۶] اقامۃ الحجۃ ص ۲۲۔

[۷] الاذکار للنووی ص ۱۳۴ طبع دار ابن کثیر بیروت۔

(۸) حضرت ثابت بن اسلم بُنانی رحمہ اللہ (م ۱۲۷ھ) ہر روز ظہر و عصر کے درمیان ایک قرآن پاک ختم کر لیا کرتے تھے۔ [۱]

(۹) حضرت منصور بن زاذان بن عباد تابعی رحمہ اللہ (م ۱۳۱ھ) ہر روز ظہر و عصر کے درمیان ایک قرآن پاک ختم کر لیا کرتے تھے کبھی مغرب و عشاء کے درمیان ختم کر لیتے تھے، رمضان المبارک میں مغرب و عشاء کے درمیان دو قرآن پاک ختم کرتے تھے، [۲]

(۱۰) حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ (م ۱۵۰ھ) نے چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی، آپ ہر شب ایک قرآن پاک ختم کرتے تھے، [۳] رمضان المبارک میں آپ اکسٹھ قرآن پاک ختم کرتے تھے، ایک دن میں ایک رات میں اور ایک تراویح میں، [۴] مروی ہے کہ آپ نے سات ہزار مرتبہ قرآن پاک ختم کیا، [۵]

(۱۱) حضرت عبداللہ بن ادریس رحمہ اللہ (م ۱۹۲ھ) کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کی صاحبزادی رونے لگیں، آپ نے فرمایا رو نہیں میں نے اس گھر میں چار ہزار قرآن پاک ختم کیے ہیں، [۶]

(۱۲) حضرت ابوبکر ابن عیاش رحمہ اللہ (م ۱۹۴ھ) کے صاحبزادے ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ والد صاحب نے فرمایا،

---

[۱] اقامۃ الحجۃ ص ۶۱

[۲] الاذکار للنووی ص ۱۳۴

[۳] سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۳۹۹

[۴] الخیرات الحسان ص ۸

[۵] سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۴۰۰ ، [۶] نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱

"تمہارے باپ نے کبھی بے حیائی نہیں کی اور تیس سال تک ہر روز ایک قرآنِ پاک ختم کیا ہے، فرمایا: بیٹا اس کمرے میں خدا کی نافرمانی نہ کرنا، میں نے اس میں بارہ ہزار مرتبہ قرآن پاک ختم کیا ہے" جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کی صاحبزادی رونے لگیں، فرمایا، رو نہیں، کیا تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ خدا مجھے عذاب دے گا حالانکہ میں نے اس گوشے میں چوبیس ہزار مرتبہ قرآنِ پاک ختم کیا ہے،" [1]

(۱۳) حضرت امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ (م ۱۹۷ھ) روزانہ رات کو ایک قرآن پاک ختم کرتے تھے، [2]

(۱۴) حضرت سلیم بن عتر جو بڑے تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فتح مصر میں شریک تھے، اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قصص کا امیر اُن کو بنایا تھا ان کا معمول تھا کہ ہر شب میں تین ختم قرآن شریف کے کرتے تھے، [3]

(۱۵) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ (م ۲۰۴ھ) رمضان المبارک میں اکسٹھ قرآن پاک ختم کرتے تھے، ایک دن میں ایک رات میں اور ایک تراویح میں، [4]

(۱۶) محدثِ کبیر حضرت بقی بن مخلد اندلسی رحمہ اللہ (م ۲۷۶ھ) روزانہ تہجد اور وتر کی تیرہ رکعت میں ایک قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ [5]

---

[1] نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۰

[2] الفوائد البہیہ ص ۲۲۲

[3] فضائل قرآن ص ۴۴

[4] ایضاً ص ۳۹

[5] فضائل نماز ص ۴۲

(۱۷) حضرت ابو علی حسن بن احمد الصوفی المعروف ابن الکاتب الصوفی رحمہ اللہ (م بعد از ۳۴۰ھ) دن ورات میں آٹھ قرآن پاک ختم کر لیتے تھے چار دن میں اور چار رات میں، [۱]

(۱۸) حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی قدس سرہٗ (م ۳۵۵ھ) کی عادت ایک قرآن دن میں اور دو قرآن شب میں ختم کرنے کی تھی، [۲]

(۱۹) حضرت شیخ عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی رحمہ اللہ (م ۵۶۱ھ) فرماتے ہیں۔

"پچیس سال تک دنیا سے قطع تعلق کر کے میں عراق کے صحراؤں اور ویرانوں میں اس طرح گشت کرتا رہا کہ نہ میں کسی کو پہچانتا تھا اور نہ مجھے کوئی، رجال الغیب اور جنات کی میرے پاس آمد ورفت رہتی تھی، اور میں انہیں راہِ حق کی تعلیم دیا کرتا تھا، چالیس سال تک میں نے فجر کی نماز عشار کے وضور سے ادا کی ہے، اور پندرہ سال تک یہ حال رہا کہ نمازِ عشار کے بعد قرآن مجید اس طرح شروع کرتا کہ ایک پاؤں پر کھڑا ہو جاتا اور ایک ہاتھ سے دیوار کی میخ پکڑ لیتا، تمام شب اسی حالت میں رہتا حتیٰ کہ صبح کے وقت قرآنِ کریم ختم کر دیتا، تین دن سے چالیس دن تک بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ نہ کھانے پینے کو کچھ ملا نہ سونے کی نوبت آئی" [۳]

---

[۱] الاذکار للنووی ص ۱۳۳

[۲] تاریخ مشائخ چشت از حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ ص ۱۵۵

[۳] اخبار الاخیار، فارسی ص ۱۱

(۲۰) حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ (م ۶۲۷ھ) رات کو کم سوتے بالعموم عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز ادا کرتے تھے، کلام پاک ایک بار دن میں اور ایک بار رات میں ختم کرتے۔ ؎۱

(۲۱) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ (م ۶۳۲ھ) کے متعلق سید صباح الدین عبد الرحمٰن لکھتے ہیں۔

" (آپ نے) آخر عمر میں کلام پاک حفظ کیا تھا، ہر روز دو بار کلام پاک ختم کرتے تھے، راحت القلوب میں ہے کہ ایک بار حضرت قاضی حمید الدین اور مولانا بدر الدین غزنوی کے ساتھ جامع مسجد دہلی میں معتکف ہوئے تو دن اور رات میں دو بار کلام پاک ختم کرتے۔ ایک رات تہیہ فرمایا کہ پوری رات میں صرف دو رکعت نماز ادا کریں، چنانچہ نمازِ عشاء کے بعد حضرت قاضی حمید الدین امام ہوئے اور خود حضرت خواجہ قطب الدین اور مولانا بدر الدین غزنوی مقتدی بن کر پیچھے کھڑے ہوئے، حضرت خواجہ حمید الدین نے پہلی رکعت میں ایک قرآن اور چار پارے پڑھے، دوسری رکعت میں دوسرا قرآن ختم کیا، آخر میں دعا کی کہ: الٰہی ہم سے تیری عبادت نہیں ہو سکتی، لیکن تو اپنی رحمت سے ہم کو بخش دے،، ؎۲

(۲۲) شمس الدین بن احمد بن عثمان ترکستانی رحمہ اللہ (م ۷۸۸ھ) فجر کی نماز سے لے کر عصر کی نماز تک پانچ قرآن پاک ختم کر لیتے تھے، ؎۳

؎۱ بزم صوفیہ ص ۲۵

؎۲ بزم صوفیہ ص ۱۰۱

؎۳ شذرات الذہب ج ۶ ص ۳۰۳

(۲۳) محب الدین محمد بن ابوبکر ہندیؒ حنفی (م ۸۹۷ھ) ہر روز ایک عمرہ کرتے تھے اور ایک قرآن ختم کرتے تھے، [1]

(۲۴) شمس الدین محمد بن احمد مصری العَرّاقیؒ (م ۸۱۶) ہر روز چار عمرے ادا کرتے تھے اور ایک قرآن پاک ختم کرتے تھے، [2]

(۲۵) شیخ عبد الوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیّدی ابو العباس حریثی رحمہ اللہ میرے پاس تشریف لائے، مغرب کی نماز کے بعد قرآن پاک پڑھنا شروع کیا اور عشاء کی نماز تک پانچ مرتبہ قرآنِ پاک ختم کیا، میں انکی تلاوت سن رہا تھا، [3]

(۲۶) حکیم عبد السّلام صاحب فرماتے تھے کہ میرے عقیقہ میں سیّد (احمدؒ شہید) صاحب مولوی اسماعیلؒ صاحب اور مولوی عبد الحئیؒ صاحب نے وعظ فرمایا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے اوقات میں بھی برکت عطا فرماتا ہے اور جو کام کئی روز میں نہیں ہو سکتا وہ اس کو چند گھنٹوں میں کر لیتے ہیں، چنانچہ بعض لوگ عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر لیتے ہیں، اور یہ مضمون اس انداز میں بیان فرمایا کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ خود مولانا کو بھی یہ کرامت حاصل ہے اور مولوی اسماعیل صاحب کے متعلق تو صراحت کے ساتھ فرمایا کہ یہ عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر لیتے ہیں۔ اس بنا پر (لوگ) مولوی اسماعیلؒ صاحب کو لپٹ گئے اور کہا کہ حضرت ہم کو بھی اس کرامت کا مشاہدہ کروا دیجئے۔ جب (دریائے) گومتی کے پل پر لوگ اکٹھے ہوئے اور

---

[1] شذرات الذہب ج ۶ صـ ۳۱۰

[2] ایضاً ج ۶ صـ ۱۲۳

[3] شذرات الذہب ج ۸ صـ ۱۷۵

مولانا نے ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر دیا۔[1]

(۲۷) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"میں نے اپنے والد صاحب نوّر اللہ مرقدہ سے بھی بارہا سُنا اور اپنے گھر کی بوڑھیوں سے بھی سُنا ہے کہ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جب دُودھ چھڑایا گیا تو پاؤ سپارہ حفظ ہو چکا تھا، اور ساتویں برس کی عمر میں قرآن شریف پورا حفظ ہو چکا تھا اور وہ اپنے والد یعنی میرے دادا صاحب سے مخفی فارسی کا معتدبہ حصّہ بوستاں، سکندر نامہ وغیرہ پڑھ چکے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد صاحب نے قرآن شریف ختم ہونے کے بعد یہ ارشاد فرما دیا تھا کہ ایک قرآن شریف روزانہ پڑھ لیا کرو باقی تمام دن چھٹی، میں گرمی کے موسم میں صبح کی نماز کے بعد مکان کی چھت پر بیٹھا کرتا تھا اور چھ سات گھنٹے میں قرآن شریف پورا کر کے دوپہر کو روٹی کھاتا تھا اور شام کو اپنی خوشی سے فارسی پڑھا کرتا تھا۔ چھ ماہ تک مسلسل یہی معمول رہا،"[2]

مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلویؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کا معمول تھا کہ ہر رمضان المبارک میں اپنی والدہ صاحبہ اور نانی صاحبہ کو قرآن شریف سنانے کے لیے کاندھلہ تشریف لے آتے اور ہمیشہ تین شب میں پورا قرآن سُنا کر واپس تشریف لے جاتے، جس سال ذی قعدہ میں آپ

---

[1] حکایاتِ اولیاءؒ ص۸۷

[2] حکایاتِ صحابہؓ ص۱۷۱

کا وصال ہوا اس رمضان میں ایک ہی شب میں پورا قرآن سُنایا
اور اگلے ہی دن واپس تشریف لے گئے" [1]

(۲۸) حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں۔

"مولانا (الیاس صاحبؒ) کی والدہ محترمہ "بی صفیہ" بڑی جید حافظہ تھیں انہوں نے قرآن مجید شادی کے بعد مولانا یحییٰ صاحبؒ کی شیر خوارگی کے زمانے میں حفظ کیا تھا اور ایسا اچھا یاد تھا کہ معمولی حافظ ان کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتا تھا، معمول تھا کہ رمضان میں روزانہ پورا قرآن مجید اور دس پارے مزید پڑھ لیا کرتی تھیں، اس طرح ہر رمضان میں چالیس قرآن مجید ختم کرتی تھیں" [2]

(۲۹) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"ایک رمضان میں میں نے اپنے بعض دوستوں کو ۶۱ قرآن ختم کرنے کے لیے لکھا میرے دوستوں نے کوشش کی، مولوی انعام نے ۶۱ قرآن سُنائے، ایک نے ۵۶ اور بعض لوگوں نے ساٹھ ساٹھ ختم کیے ..... میری دادی جان کا روزانہ اپنے وظائف کے ساتھ رمضان المبارک میں چالیس پارے ختم کرنے کا معمول تھا" [3]

قارئین محترم یہ چند واقعات ہم نے تاریخ کے حوالہ سے پیش کئے ہیں جن سے قرآن پاک کی کثرت کے ساتھ تلاوت کا پتہ چلتا ہے ان واقعات سے ہٹ کر اس طرف بھی نظر ڈال لی جائے کہ (۱) دنیا میں ہر وقت کہیں نہ کہیں نماز

---

[1] تاریخ مشائخ کاندھلہ بحوالہ سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا ص۴۴

[2] حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ص۵۱

[3] صحبتے با اولیاء ص۱۹۶ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

ادا کی جارہی ہے، ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ نماز پڑھتے ہیں جس میں قرآن پاک پڑھا جاتا ہے (۲) رمضان المبارک میں ہزاروں حفاظ صبح سے شام تک قرآن یاد کرنے، سننے سنانے اور تکرار میں مشغول رہتے ہیں، پھر شام کو تراویح میں سناتے ہیں (۳) ہر روز مساجد و مدارس میں ہزاروں لاکھوں بچے، بوڑھے اور جوان قرآن پاک کی تعلیم میں مشغول ہوتے ہیں، ان کی قرارت کا اندازہ ہی نہیں ہوسکتا، ان کے علاوہ بہت سے لوگوں کا معمول روزانہ اپنے طور پر پڑھنے کا ہے۔ یہ تمام حالات و واقعات بہانگ دہل یہ اعلان کر رہے ہیں کہ دنیا میں قرآن پاک کے علاوہ کوئی کتاب ایسی نہیں جو اس قدر کثرت کے ساتھ پڑھی گئی ہو یا پڑھی جا رہی ہو یا پڑھی جائے گی، اس کے بعد ہم اعجاز قرآنی کے دوسرے پہلو کو بیان کرتے ہیں کہ اس کا یاد کرنا بھی آسان اور بہت جلد یاد ہوجاتا ہے۔ حتیٰ کہ اسے بچے بوڑھے اور جوان، مرد و زن سب یاد کرلیتے ہیں۔

(۱) ابو المنذر ہشام بن محمد السائب الکلبی (م ۲۰۴ھ) نے صرف ۳ دن میں پورا قرآن پاک حفظ کرلیا تھا۔ خود فرماتے ہیں۔

"میرے چچا ہمیشہ مجھے قرآن مجید یاد نہ کرنے پر لعنت ملامت کیا کرتے تھے، ایک دن مجھے بڑی غیرت آئی میں ایک گھر میں بیٹھ گیا اور قسم کھائی کہ جب تک کلام باری حفظ نہ کرلوں گا اس گھر سے باہر نہ نکلوں گا، چنانچہ میں نے پورے تین دن میں قرآن کریم کو حفظ کرکے اپنی قسم پوری کرلی۔" [1]

(۲) حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد رشید حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ (م ۱۸۹ھ) نے صرف ایک ہفتہ میں قرآن پاک یاد کرلیا تھا

---

[1] وفیات الاعیان ج ۵ ص ۱۳۱

آپ کے قرآنِ پاک حفظ کرنے کا قصہ اس طرح پیش آیا کہ آپ نے حضرت امام صاحبؒ کی مجلسِ درس میں داخلہ لینا چاہا تو حضرت امام صاحبؒ نے آپ سے فرمایا "پہلے قرآن حفظ کر کے آؤ"، آپ چلے گئے اور سات دن تک مجلسِ درس میں نہ آئے آٹھویں دن آئے تو عرض کیا "حَفِظْتُہٗ" میں قرآن یاد کر آیا ہوں"۔ [۱]

③ حضرت مولانا سید فخر الدین احمد رحمہ اللہ (م ۱۳۹۲ھ) جو پہلے مدرسہ شاہی مراد آباد پھر دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس بنے، آپ نے پورا قرآن کریم ۲۵ دن میں حفظ کر لیا تھا، اور وہ آپ کو بالکل صحیح یاد بھی تھا۔ [۲]

④ حضرت عزالدّین بن جماعہؒ الشافعی (م ۸۱۹ھ) نے ایک ماہ میں پورا قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ [۳]

⑤ مولوی روح اللہ لاہوری مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو صرف ۳۰ دن ماہِ رمضان میں پورا قرآنِ پاک حفظ کر لیا تھا۔ [۴]

⑥ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے سفرِ حج میں صرف ایک ماہ میں پورا قرآنِ کریم حفظ کر لیا تھا۔ قصہ یہ ہوا کہ آپ جب حج کیلئے تشریف لے جا رہے تھے تو سمندر میں جہاز پر رمضان شریف کا چاند دیکھا گیا، رفقاء کی خواہش ہوئی کہ تراویح پڑھی جائے، مگر اتفاق سے کوئی بھی حافظِ قرآن نہ تھا، خود مولانا بھی حافظ نہ تھے، مگر لوگوں کے اصرار پر ایک پارہ دن میں حفظ

---

[۱] مناقب امام ابوحنیفہ للامام الکردری ص ۲۲۸

[۲] ماہنامہ نداء شاہی مراد آباد کا تاریخ شاہی نمبر ص ۲۳۸

[۳] شذرات الذہب ج ۷ ص ۱۳۹

[۴] نظامِ تعلیم و تربیت ج ۲ ص ۴۴

فرماتے اور رات کو تراویح میں سُنا دیا کرتے تھے، اس طرح پورا قرآنِ پاک یاد کرکے سُنا دیا ۔ [1]

⑦ مولوی غلام محی الدین بگوی کے والد نے تراویح سُننے کی اُن سے خواہش کی انہوں نے کہا کہ روزانہ ایک پارہ کا دَور سُن لیں تو سُنا سکتا ہوں، آخر یہی ہوا کہ روز ایک پارہ کا دَور جو صرف چاشت کے وقت کرتے اور رات کو سُنا دیتے تھے ۔ [2]

⑧ مولانا فضل حق خیرآبادیؒ نے صرف چار ماہ میں قرآنِ پاک حفظ کرلیا تھا ۔ [3]

⑨ قاری امان اللہ صاحب افغانستان کے صوبہ بغلان کے رہنے والے ہیں ۔ گزشتہ سال دارالعلوم کراچی سے دَورۂ حدیث پڑھ کر فارغ ہوئے ہیں انہوں نے بھی صرف چار ماہ میں پورا قرآنِ پاک حفظ کرلیا تھا ۔

⑩ عبید اللہ بن یعقوب حنفی (م ۹۳۶ھ) نے چھ ماہ میں قرآنِ پاک حفظ کرلیا تھا ۔ [4]

⑪ میر محب اللہ بلگرامی نے بھی چھ ماہ میں پورا قرآنِ پاک حفظ کرلیا تھا ۔ [5]

⑫ انبیٹھی کے ایک بزرگ شیخ احمد فیاض نے بڑھاپے کی حالت میں بسترِ مرگ پر ایک سال میں قرآنِ پاک یاد کرلیا تھا ۔ [6]

---

[1] سوانح قاسمی مرتبہ مولانا محمد یعقوب نانوتوی ص

[2] نظامِ تعلیم و تربیت ج ۲ ص ۴۵

[3] نظامِ تعلیم و تربیت ج ۲ ص ۴۴ ۔

[4] شذرات الذہب ص ۲۱۶ ج ۸

[5] نظامِ تعلیم و تربیت ج ۲ ص ۴۳

[6] ایضاً ج ۲ ص ۴۳

⑬ ابراہیم بن سعد فرماتے ہیں کہ خلیفہ مامون کے دربار میں چار سال کا ایک بچہ لایا گیا جس نے قرآن مجید پڑھ لیا تھا۔ [1]

⑭ قاضی ابو عبداللہ بن محمد اصبہانی نے فرمایا کہ میں نے پانچ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ [2]

⑮ کاکوری میں جامعہ فاروقیہ کی ایک طالبہ ام عمارۃ نے جس کی عمر صرف آٹھ سال تھی۔ قرآن مجید کو حفظ سنا دینے کا مظاہرہ کیا اور امتحان میں کامیاب رہی [3]

⑯ ہمارے استاذ محترم اور جامعہ مدنیہ لاہور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبد الحمید صاحب دامت برکاتہم کی بڑی صاحبزادی (حفظہا اللہ) نے صرف سات برس کی عمر میں (ایک سال سے بھی کم مدت میں) قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔

⑰ اس وقت بھی جامعہ مدنیہ میں سراج الدین نامی ایک افغانی طالب علم ہے جس کی عمر صرف ۹ سال ہے اور وہ قرآن پاک کا حافظ ہے۔

تاریخ کے حوالے سے ذکر کیے گئے یہ چند واقعات جہاں یہ بتلاتے ہیں کہ پوری روئے زمین پر سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب اور جس کا یاد کرنا سب سے زیادہ آسان اور جو ہر عمر میں یاد ہو جانے والی کتاب قرآن پاک ہے، وہیں یہ واقعات اسلاف کا قرآن سے شغف اور قرآن سے اُن کا انتہائی تعلق بھی ظاہر کرتے ہیں ہمیں بھی چاہیے کہ اسلاف کی طرح ہم بھی قرآن پاک سے اپنے تعلق کو بڑھائیں خود بھی پڑھیں اولاد کو بھی پڑھائیں اور اس کے مطابق زندگی گزاریں۔ علامہ اقبال نے سچ کہا ہے۔

؎ گر تو می خواہی مسلمان زیستن نیست ممکن جز بقرآن زیستن

---

[1] مقدمہ ابن صلاح ص ۶۲

[2] ایضاً ص ۶۲

[3] قومی آواز لکھنؤ، ۵ جون ۱۹۷۱ء

حضرت لقمان حکیم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ تمہاری شکل وصورت اور مال و دولت کو نہیں دیکھتے، بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتے ہیں"۔[1]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشادِ مبارک کی روشنی میں جب ہم غور و فکر کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ بہت سے حسین و جمیل اور صاحبِ ثروت لوگ بارگاہِ خداوندی میں ایک کوڑی کی بھی حیثیت نہیں رکھتے جیسا کہ ابولہب اور قارون ہیں اس کے برعکس بہت سے بدصورت، بدشکل، غریب و نادار لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بارگاہِ خداوندی میں اپنی محبوبیت اور قدر و منزلت کی وجہ سے رشکِ ملائکہ بن جاتے ہیں۔

ایسے لوگوں میں سے ایک بزرگ بنی اسرائیل میں گزرے ہیں جنہیں "لقمان" کہا جاتا ہے، آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی تھے۔ تقریباً ایک ہزار برس عمر پائی تھی۔ آپ نے حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانۂ نبوت پایا تھا، ان سے ملاقات بھی کی تھی اور علم بھی حاصل کیا تھا۔ آپ حضرت داؤد علیہ السلام کی بعثت سے پہلے فتویٰ دیا کرتے تھے، حضرت داؤد علیہ السلام کی بعثت کے بعد فتویٰ دینا بند کر دیا اور فرمایا، جناب داؤد کی بعثت کے بعد اب مجھے فتوے دینے کی ضرورت نہیں رہی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ بنی اسرائیل

---

[1] مشکوٰۃ ص ۴۵۴

کے قاضی تھے، مصر کے رہنے والے تھے۔[1]

آپ کا سراپا

آپ سیاہ رنگ کے حبشی غلام پستہ قد، موٹے ہونٹ، چپٹی ناک اور پھٹے پھٹے قدم والے تھے۔

آپ کا پیشہ

بعض کا کہنا ہے کہ آپ ترکھان تھے، بعض کا کہنا ہے کہ درزی تھے اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ چرواہے تھے، بعض واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے دربانی بھی کی ہے اور بعض سے پتہ چلتا ہے کہ باغ کے مالی رہے ہیں، اصل بات یہ ہے کہ آپ غلام تھے اور آپ کے آقا بدلتے رہتے تھے لہٰذا جس آقا نے جس کام پر لگا دیا ہوگا اُس پر لگ گئے ہوں گے۔

آپ ولی تھے نبی نہ تھے

جمہور محققین کے قول کے مطابق آپ ایک نیک و صالح انسان تھے، آپ اللہ کے ولی تھے، نبی نہیں تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت و دانائی عطا فرمائی تھی آپ کی حکمت و دانائی ضرب المثل ہے اور "حکیم" آپ کے نام کا جُزِ لاینفک بن گیا ہے۔ قرآن مجید میں آپ کے نام سے موسوم ایک سورۃ "سورۂ لقمان" موجود ہے جس میں آپ کی چند حکمت آمیز نصیحتوں کا ذکر ہے جو آپ

---

[1] الجامع لاحکام القرآن للامام القرطبی، ج ۱۴ ص ۵۹۔

نے اپنے بیٹے کو کی تھیں جن میں سے پہلی اور دوسری نصیحت کا تعلق عقائد سے ہے۔

پہلی نصیحت یہ ہے کہ "بیٹا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، کیونکہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ظلم عظیم ہے"۔ [1]

دوسری نصیحت یہ ہے کہ "بیٹا اگرچہ کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ بھی خواہ کسی پتھر میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں اسے اللہ تعالیٰ لا حاضر کریں گے، بے شک اللہ تعالیٰ بڑے باریک بین اور خبردار ہیں"۔ [2]

اس نصیحت کا حاصل یہ ہے کہ اس بات کا پختہ اعتقاد رکھا جائے کہ آسمان و زمین اور اُن کے اندر جو کچھ ہے اس کے ایک ایک ذرہ پر اللہ تعالیٰ کا علم بھی محیط اور وسیع ہے اور سب پر اس کی قدرت بھی کامل ہے، کوئی چیز کتنی ہی چھوٹی سے چھوٹی ہو، جو عام نظروں میں نہ آسکتی ہو، اسی طرح کوئی چیز کتنی ہی دُور دراز پر ہو، اسی طرح کوئی چیز کتنے ہی اندھیروں اور پردوں میں ہو، اللہ تعالیٰ کے علم و نظر سے نہیں چھپ سکتی اور وہ جس کو جب چاہیں جہاں چاہیں حاضر کر سکتے ہیں۔

تیسری نصیحت کا تعلق اصلاحِ عمل سے ہے اور وہ یہ ہے کہ "بیٹا نماز پڑھا کر"۔ [3]

چوتھی نصیحت کا تعلق اصلاحِ خلق سے ہے اور وہ یہ ہے کہ "اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا بُرے کاموں سے منع کرتے رہنا اور جو مصیبت تم پر آئے اس پر صبر کرنا، یقین مان کہ یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے"۔ [4]

---

[1] سورۃ نمبر ۳۱، آیت ۱۳ — [2] سورۃ نمبر ۳۱، آیت ۱۶

[3] سورۃ نمبر ۳۱، آیت ۱۷

[4] سورۃ نمبر ۳۱، آیت ۱۷

پانچویں نصیحت کا تعلق آدابِ معاشرت سے ہے اور وہ یہ ہے کہ "لوگوں[۱] کے سامنے اپنے رخسار نہ پھلا، اور زمین[۲] پر اترا کر، اکڑ کر نہ چل بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے، فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے۔ اور[۳] اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر، اور اپنی[۴] آواز کو پست کر (شور شرابہ نہ کر) بلاشبہ آوازوں میں سب سے بُری آواز گدھے کی ہے"۔ [۱]

اس کے علاوہ آپ کی حکمت و دانائی کی بیشمار باتیں کتابوں میں مذکور ہیں۔

حضرت وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کی حکمت کے دس ہزار سے زائد ابواب پڑھے ہیں۔ [۲] صاحب تفسیر روح المعانی علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی بہت سی حکمت آمیز باتیں ذکر فرمائی ہیں۔ موقع کی مناسبت سے وہ باتیں ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔

حضرت لقمان کی پیاری پیاری باتیں

① بیٹا دنیا ایک گہرا سمندر ہے جس میں بہت سے لوگ غرق ہو چکے ہیں۔ تجھے چاہیے کہ تو دنیا کے اس سمندر میں اپنی کشتی تقویٰ کو بنا لے جس کا بھراؤ ایمان ہو، جس کا بادبان توکّل علی اللہ ہو، ممکن ہے اس صورت میں تو اس سے بچ جائے، ورنہ نجات نہیں ہو سکتی۔

② جس کا نفس ہی خود اس کا واعظ ہو اُس کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت ہوتی ہے، جو خود اپنے بارے میں لوگوں سے انصاف کرتا ہے

---

[۱] سورۃ نمبر ۳۱، آیت ۱۸، ۱۹

[۲] الجامع لاحکام القرآن ج ۱۴ ص ۶۱

اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرمادیتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی وجہ سے ذلیل ہوجانا انسان کو اللہ کے قریب کردیتا ہے بہ نسبت نافرمانی کرنے کی وجہ سے عزت حاصل ہونے کے (کہ وہ اللہ سے دُور کردیتی ہے)

(۳) والد کا اپنے بچے کو (اس کی تربیت کے لیے) مارنا ایسے ہی ہے جیسے کھیتی میں کھاد ڈالنا،

(۴) بیٹا قرضہ لینے سے بچ، کیونکہ قرضہ دن کی ذلّت اور رات کی فکر کا باعث ہے،

(۵) بیٹا اللہ تعالیٰ سے اتنی اُمّید باندھ کہ وہ تجھے اس کی نافرمانی پر جری نہ کرے اور اس سے اتنا ڈر کہ وہ تجھے اس کی رحمت سے مایُوس نہ کردے۔

(۶) جو جُھوٹ بولتا ہے اُس کے چہرہ کی رونق چلی جاتی ہے، جس کے اخلاق بُرے ہوتے ہیں اُسے غم بہت زیادہ لاحق ہوتا ہے، چٹانوں کو اُن کی جگہ سے منتقل کردینا زیادہ آسان ہے بہ نسبت ناسمجھ کو سمجھانے کے،

(۷) بیٹا مَیں نے چٹان، لوہا اور بھاری سے بھاری چیز کا بوجھ اُٹھالیا لیکن مجھے کسی چیز کا بوجھ اتنا بھاری نہیں لگا جتنا کہ بُرے پڑوسی کا، میں نے کڑوی سے کڑوی چیز چکھی ہے مگر محتاجی جیسی کڑوی چیز کوئی نہیں چکھی، بیٹا کسی جاہل کو اپنا قاصد نہ بنا اگر تجھے کوئی دانا آدمی نہ ملے تو اپنا قاصد تو خود بن جا، بیٹا جھوٹ سے بچ کیونکہ یہ چڑیا کے گوشت کی مانند مرغوب تو بہت ہے لیکن جلد ہی اپنے کھانے والے کو (گرمی کی وجہ سے) اُبال ڈالتا ہے، بیٹا جنازوں میں شرکت کیا کر، شادیوں میں نہ جایا کر، کیونکہ جنازے تجھے آخرت یاد دلائیں گے اور شادیاں دُنیا کی رغبت دلائیں گی۔ بیٹا پیٹ بھرے پر نہ کھا تیرا (اس وقت) روٹی کتے کو ڈال دینا اس کھانے سے بہتر ہے، بیٹا اتنا میٹھا بھی نہ بن جا کہ

نگل لیا جائے اور اتنا کڑوا بھی نہ بن کہ پھینک دیا جائے۔

(۸) تیرا کھانا پرہیزگار لوگ کھائیں اور اپنے ہر معاملہ میں علماء سے مشورہ کرتا رہ۔

(۹) تیرے اس چیز کو سیکھنے میں جسے تو نہیں جانتا کوئی بھلائی نہیں جب تک کہ تو ان چیزوں پر عمل پیرا نہ ہو جنہیں تو جانتا ہے، کیونکہ ایسے آدمی کی مثال تو ایسے شخص کی سی ہے جیسے کوئی شخص لکڑیاں چن کر اُن کا گٹھا بنائے، پھر اُس گٹھے کو اُٹھا کر چلنے لگے تو عاجز آجائے (چل نہ سکے) لیکن اس کے باوجود اس کے ساتھ ایک گٹھا (لکڑیوں کا اٹھانے کے لیے) اور ملالے۔

(۱۰) بیٹا تو اگر کسی سے بھائی بندی کرنا چاہتا ہے تو اس سے پہلے اُسے غصہ دلا کر دیکھ لے اگر وہ اس غضب و غصہ کی حالت میں تیرے ساتھ انصاف کرے تو فبہا ورنہ ایسے شخص سے بچ۔

(۱۱) تیری گفتگو اچھی ہو اور تیرا چہرہ کشادہ ہو تو لوگوں میں اُس شخص سے زیادہ محبوب (پسندیدہ) ہوگا جو لوگوں کو عطا و بخشش کرتا ہے۔

(۱۲) بیٹا اپنے آپ کو اپنے دوست کے سامنے اس شخص کی طرح کرلے جس کو تیری تو کوئی ضرورت نہ ہو، لیکن تجھے اس کی ضرورت ہو، بیٹا اس شخص کی طرح سے ہو جا جو نہ تو لوگوں سے اپنی تعریف کا خواہاں ہوتا ہے اور نہ ہی اُن سے برائی مول لیتا ہے، اس صورت میں گو خود تو یہ مشقت برداشت کرتا ہے، لیکن لوگوں کو اس سے راحت ہوتی ہے۔

(۱۳) بیٹا ان باتوں کے کرنے سے رُک جا جو تیرے مُنہ سے نکلتی ہیں، کیونکہ جب تک تو چُپ رہے گا سلامت رہے گا، البتہ ایسی بات کہ جس سے تجھے کوئی فائدہ حاصل ہو۔" لے

لے روح المعانی ج ۷ صـ ۸۳

لقمان حکیم کے بہت سے عبرت انگیز و حکمت آمیز واقعات بھی تاریخی صفحات میں بکھرے ہوئے ہیں چند واقعات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

دل و زبان کی قدر و قیمت

"ایک مرتبہ لقمان حکیم کے آقا نے لقمان سے کہا کہ میرے لیے ایک بکری ذبح کرو اور اس کے دو بہترین اور نفیس ٹکڑے گوشت کے میرے پاس لاؤ، آپ نے بکری ذبح کی اور اس کے دل و زبان آقا کے پاس لے گئے، آقا نے کہا کہ کیا بکری میں ان دونوں ٹکڑوں سے زیادہ بہتر ٹکڑا کوئی نہیں تھا۔ آپ چُپ رہے، پھر آقا نے آپ سے کہا کہ دوسری بکری ذبح کرو اور اس کے جو بدترین اور خبیث ٹکڑے ہوں وہ لاؤ آپ نے بکری ذبح کی اور پھر دل و زبان لے گئے آقا نے کہا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ میں نے تم سے بکری کے گوشت کے بہترین ٹکڑے مانگے تو تم دل و زبان لائے اور جب بدترین مانگے تب بھی تم یہی دونوں لائے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے آقا اگر دل و زبان اچھے رہیں تو ان سے بہتر جسم کا کوئی عضو نہیں ہو سکتا اور اگر یہ بگڑ جائیں تو ان سے بدتر کوئی عضو نہیں ہو سکتا۔" [1]

کڑوی ککڑی

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

---

[1] الجامع الاحکام القرآن للامام القرطبی ج ۱۴ ص ۱۶۔

"حضرت لقمان علیہ السلام جو حکیم تو سب کے نزدیک ہیں بعض کے نزدیک پیغمبر بھی ہیں۔ ایک باغ میں نوکری کرلی۔ اس سے سبق لینا چاہیے کہ حلال پیشہ کو حقیر نہ سمجھنا چاہیئے، مالک باغ میں آیا اور اُن سے ککڑیاں منگائیں اور اس کو تراش کر ایک ٹکڑا اُن کو دیا بے تکلف بکر بکر کھاتے رہے، اُس نے یہ دیکھ کر کہ یہ بڑے مزے سے کھا رہے ہیں یہ سمجھا کہ یہ ککڑی نہایت لذیذ ہے، ایک قاش اپنے مُنہ میں بھی رکھ لی تو وہ کڑوی زہر تھی، فوراً تھوک دی اور بہت مُنہ بنایا۔ پھر کہا، اے لقمان تم تو اس ککڑی کو بڑے مزے سے کھا رہے ہو، یہ تو کڑوی زہر ہے، کہا جی ہاں کڑوی تو ہے، کہا پھر تم نے کیوں نہیں کہا کہ یہ کڑوی ہے کہا مَیں کیسے کہتا، مجھے یہ خیال ہوا کہ جس ہاتھ سے ہزاروں دفعہ مٹھائی کھائی ہے اگر اس ہاتھ سے ساری عمر میں ایک دفعہ کڑوی چیز ملی تو اس کو کیا مُنہ پہ لاؤں"؟ [1]

عیب پوشی اور ایذاء دینے والوں کے ساتھ اچھا سلوک

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء) تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت لقمان کو ان کے آقا نے فروخت کرنا چاہا تو انہوں نے آقا سے کہا کہ آپ پر میرا کچھ حق بنتا ہے اس لیے میری گزارش ہے کہ آپ مجھے اسی کے ہاتھ فروخت کریں جسے میں پسند کروں آقا نے

---

[1] حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات ص ۱۱۱

نے کہا کہ اس کا تجھے اختیار ہے، چنانچہ جو شخص بھی آکر بھاؤ لگاتا آپ اس سے دریافت کرتے کہ بھائی کس کام کے لیے مجھے خریدنا چاہتے ہو، ایک نے کہا کہ اپنے دروازے کی دربانی کے لیے، آپ نے فرمایا خریدلو، جب رات ہوئی تو آپ نے دروازہ بند کر کے دہلیز میں نماز پڑھنی شروع کردی، اس شخص کی لڑکیوں کے کچھ یار لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ لڑکیوں نے کہا لقمان دروازہ کھول دے، آپ نے فرمایا۔ میرے ماں باپ تم پر قربان تمہارے والد نے مجھے اس لیے نہیں خریدا، لڑکیوں نے دروازہ نہ کھولنے پر آپ کو مارا اور اتنا مارا کہ ادھ موا کر دیا، جب صبح ہوئی تو آپ نے اُن کے والد کو رات کے واقعہ کی کوئی خبر نہ دی، دوسری رات انہوں نے پھر ایسے ہی کیا آپ نے پھر بھی اُن کے والد کو خبر نہ دی، تیسری رات پھر ایسے ہی کیا، آپ نے پھر بھی خبر نہیں دی تو وہ لڑکیاں آپس میں کہنے لگیں، اللہ نے اس حبشی غلام کو اس خبر کے متعلق ہم سے بہتر نہیں بنایا، راوی کا کہنا ہے کہ وہ لڑکیاں ایسی نیک و پارسا ہوئیں کہ بنی اسرائیل میں اُن سے بہتر کوئی لڑکی نہ تھی۔" [1]

حضرت لقمان کو دانائی ملنے کا کیا سبب ہوا

حضرت عمرو بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

---

[1] نفحۃ العرب عربی ص ۲۱۹

"حضرت لقمان ایک روز ایک مجلس میں لوگوں کو حکمت و دانائی کی باتیں سُنا رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کیا تم وہی نہیں ہو جو میرے ساتھ فلاں جنگل میں بکریاں چرایا کرتے تھے، آپ نے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں، اُس نے کہا کہ پھر تم کو یہ مقام کیسے حاصل ہوا کہ مخلوق تمہاری تعظیم کرتی ہے اور تمہارے کلماتِ حکمت سُننے کے لیے دُور دُور سے جمع ہوتی ہے آپ نے فرمایا اس کی وجہ میرے دو کام ہیں۔ ۱۔ ہمیشہ سچ بولنا ۲۔ فضول باتوں سے اجتناب کرنا"...

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا چند کام ایسے ہیں جنہوں نے مجھے اس مقام پر پہنچایا ہے، اگر وہ کام تم بھی کر لو تو تمہیں بھی یہی درجہ و مقام حاصل ہو جائے گا۔ وہ کام یہ ہیں ① اپنی نگاہ کو پست رکھنا ② زبان کو روکے رکھنا ③ رزق حلال کھانا ④ اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرنا ⑤ سچی بات کرنا ⑥ عہد کو پورا کرنا ⑦ مہمان کا اکرام کرنا ⑧ پڑوسی کی حفاظت کرنا ⑨ فضول باتوں اور فضول کاموں کو چھوڑ دینا"[1]

"ایک شخص حضرت لقمان کو (حقارت کی نظر سے) دیکھ رہا تھا، آپ نے اس سے فرمایا، اگر تم میرے ہونٹوں کو دیکھ رہے ہو کہ وہ بڑے موٹے اور سخت ہیں تو کوئی بات نہیں، کیونکہ ان سے کلام بڑا نرم و نازک نکلتا ہے اور اگر تم یہ دیکھ رہے ہو کہ میرا جسم سیاہ ہے تو بھی کوئی بات نہیں کیونکہ میرا دل روشن اور سفید ہے"[2]

---

[1] تفسیر القرآن العظیم للامام ابن الکثیر ج ۳ ص ۴۴۳

[2] الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۱۴ ص ۶۰

حضرت داؤد علیہ السّلام نے آپ کی تعریف فرمائی

مروی ہے کہ آپ حضرت داؤد علیہ السّلام کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا آپ زِرہیں بُن رہے ہیں (اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے لوہے کو مٹی کی طرح نرم کر دیا تھا) آپ نے چاہا کہ حضرت داؤد علیہ السّلام سے اُن کے بارے میں استفسار کریں، لیکن حکمت و دانائی نے آپ کو سوال کرنے سے روک دیا، لہٰذا آپ خاموش رہے جب حضرت داؤد علیہ السّلام نے ذرہ بنالی تو اُسے پہنا اور فرمایا "تو لڑائی کا کس قدر اچھا لباس ہے"۔ حضرت لقمان بولے "چُپ رہنا دانائی ہے، لیکن اسے اپنانے والے بہت کم ہیں"۔ حضرت داؤد علیہ السّلام نے فرمایا "تمہارا نام "حکیم" رکھا جانا حق اور سچ ہے" [۱]

تین سیاہ فام آدمی

سیّد التابعین حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک سیاہ فام شخص مسئلہ پوچھنے آیا آپ نے اُس سے کسی قسم کی گراوٹ محسوس کرتے ہوئے فرمایا۔ "اس بات سے رنجیدہ نہ ہو کہ تم سیاہ فام ہو کیونکہ لوگوں میں سے تین بہترین لوگ سیاہ فام ہوئے ہیں۔ ۱۔ حضرت بلال حبشیؓ۔ ۲۔ حضرت عمرؓ کے غلام مہجعؒ۔ ۳۔ حضرت لقمانؑ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت لقمانؑ کی حکمت آمیز باتوں پر عمل کرنے اور عبرت انگیز واقعات سے نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

---

[۱] الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۱۴ ص ۶۱

[۲] الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۱۴ ص ۶۰

صورت کا اثر سیرت پر

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ صورت کا اثر سیرت پر اور ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے اسی لیے اسلام میں اپنی شکل وصورت اور لباس وپوشاک کو انبیاء وصالحین کی شکل وصورت اور لباس وپوشاک کی طرز پر رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے اور اس کے لیے خصوصی احکامات دیے گئے ہیں تاریخ کے حوالے سے ہم چند واقعات نقل کرتے ہیں جن سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے اور ماننا پڑتا ہے کہ واقعی صورت کا اثر سیرت پر ضرور پڑتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں آنیوالے جادوگروں کے مسلمان ہو جانیکی وجہ

حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

" سِیَر کی روایت میں ہے کہ جب فرعون نے حضرت موسےٰ علیہ السّلام کے مقابلہ کے لیے ساحرین (جادوگروں) کو جمع کیا تو وہ لوگ اسی لباس میں آئے تھے جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا لباس تھا۔ آخر مقابلہ ہوتے ہی تمام ساحرین (جادُوگر) مسلمان ہو گئے حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام نے حضرت خداوندی میں عرض کیا کہ یاالٰہی یہ سامان فرعون کے اسلام کے لیے ہوا تھا

کیا سبب کہ اس پر فضل نہ ہوا اور ساحرین کو ایمان کی توفیق ہوگئی؟ ارشاد ہوا اے موسیٰ یہ تمہاری سی صورت بن کر آئے تھے ہماری رحمت نے پسند نہ کیا کہ ہمارے محبوب کے ہم وضع لوگ دوزخ میں جائیں، اس لیے ان کو توفیق ہوگئی اور فرعون کو چونکہ اتنی مناسبت بھی نہ تھی اس لیے اس کو یہ دولت نصیب نہ ہو سکی،،[1]

چند ڈاکوؤں کی حکایت

حضرت گنگوہیؒ کے خلیفہ حضرت مولانا محمد ضمیر الدینؒ (م ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء) تحریر فرماتے ہیں۔

”ایک شہر میں اتفاقیہ چند ڈاکو جا پہنچے آپس میں کہنے لگے کہ ہوشیاری سے کام لینا چاہیے تاکہ ہم پکڑے نہ جائیں اُن کے سردار نے کہا کہ سب کے سب درویش صُورت بن جاؤ، وہ بولے حضور یہ کیوں کر؟ سردار نے جواب دیا سب کپڑے رنگوالو اور ہاتھ میں ایک ایک تسبیح لے کر سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہو جہاں بھی جاؤ سوائے سبحان اللہ کے اور کچھ زبان پر مت لاؤ، چنانچہ سب شہر میں داخل ہو کر مہمان سرا میں ٹھہرے ایک مکان میں سارے حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے اور درمیان میں سردار بھی ایک لمبی چوڑی تسبیح لے کر بیٹھ گیا سب کے سب سوائے سبحان اللہ کے لب کشائی نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ تمام شہر میں مشہور ہو گیا کہ مہمان سرا میں ایک درویش صاحب باہر سے تشریف لائے ہیں سوا ذکرِ خدا کے ان کی زبان پر اور کچھ شغل نہیں ہے۔ شہر کے سب باشندے دُور سے آکر مصافحہ کرنے لگے اور اپنی حاجتیں بھی ظاہر کرنے

---

[1] امثالِ عبرت ص ۱۵

لگے۔ اس شہر کے بادشاہ نے بھی ایک دن مع فوج کے آکر عرض کیا کہ درویش
صاحب ہماری زہے قسمت کہ آپ نے ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمایا ہم کو
بھی فیض حاصل ہوگا اور سب کی دعوت کی کہ آج غریب خانہ پر تشریف لائیں
درویش صاحب نے بھی دعوت قبول کی۔ بادشاہ کا ایک لڑکا مدت سے
مرض فالج میں مبتلا تھا بہت علاج کیا مگر کچھ نفع نہیں ہوا، بادشاہ نے کھانا
کھلانے کے بعد درویش صاحب سے یہ تمنا ظاہر کی کہ آپ مقبولِ بارگاہ ہیں ہمارے
اس لڑکے کے حق میں دُعائے خیر کیجئے۔ تاکہ اللہ پاک اس کو شفا بخشے کیونکہ اس کے
سوا میرا اور کوئی فرزند نہیں جس کو دیکھ کر میں خوش ہوں، درویش صاحب مع کل
مُریدین کے ہاتھ اٹھا کر نہایت عجز و انکسار سے دُعا کرنے لگے۔ اے بار خدایا!
اگرچہ ہم سب گنہگار ہیں لیکن تیرے بنائے ہوئے بندے تو ہیں تیرا در چھوڑ کر
کہاں گریۂ وزاری کریں آج ہماری شرم تو ہی رکھنے والا ہے اِدھر ان کا رونا تھا
اُدھر دریائے رحمتِ خداوندی کا جوش میں آنا اور اسی وقت دُعا قبول ہوئی
اور شاہزادے نے آرام پایا بس اس رحمتِ الٰہی کو درویش دیکھ کر دل میں کہنے
لگا کہ ہم نے لوگوں کے دکھانے کے لیے یہ مکر گانٹھ کر عابدوں کی سی صُورت
بنالی تھی، اس ریاکاری میں جب یہ نتیجہ برآمد ہُوا تو معلوم نہیں اگر ہم خاص اللہ
کے واسطے ہی ذکرِ الٰہی کرتے اور سچے طریقے سے عابد بن جاتے خدا جانے کیا
نفع ہوتا یہ کہہ کر سب نے اللہ کا نعرہ مارا اور شہر سے دو تہائی کی جگہ جا پڑے
لکھا ہے کہ سب کے سب ولیٔ کامل بن گئے۔ ؎[1]

مذکورہ دونوں واقعات سے یہ بات بخوبی واضح ہو رہی ہے کہ صُورت کا
سیرت پر اثر پڑتا ہے ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

---

[1] وعظ بے نظیر ص ۴۶-۴۷

"یَا اَیُّھَا النَّاسُ ابْکُوْا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِیْعُوْا فَتَبَاکُوْا" [1] (الحدیث)

اے لوگو روؤ اگر رو نہیں سکتے تو رونے والا مُنہ ہی بنالو،

ہمیں چاہیے کہ ہم انبیاء و صالحین کی شکل و صورت اور اُن جیسا لباس و پوشاک اپنائیں تاکہ ہمارے قلوب پر اس کا اثر ہو، ویسے بھی عام قاعدہ ہے کہ آدمی کو جس سے محبت ہوتی ہے اُسے اُس کی ہر ادا پیاری لگتی ہے اور وہ اُسے اپناتا ہے۔ جب ہمیں انبیاء و صالحین سے محبت ہے تو اس قاعدہ کے تحت اُن کی ہر ہر ادا سے پیار ہونا چاہیے اور ان کی ہر ہر ادا اپنانی چاہیے اور بزبانِ حال کہنا چاہیے۔

؎ تیرے محبوب کی یا رب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں
نہ شوکت لے کے آیا ہوں نہ عظمت لے کے آیا ہوں
محبت لے کے آیا ہوں محبت لے کے آیا ہوں

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

---

[1] مشکوٰۃ ص ۵۰۴

رمضان اور قرآن

قرآن کی زبان میں بات کرنیوالی ایک نیک دل خاتون

رمضان اور قرآن کی مناسبت سے اس دفعہ ہم ایک اہم واقعہ پیشِ خدمت کر رہے ہیں۔ یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) کے ساتھ پیش آیا تھا جو اپنے دور کے بڑے عابد، زاہد محدّث وفقیہہ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگردِ رشید تھے۔ ہوا یہ کہ آپ سفرِ حج پر جا رہے تھے دورانِ سفر آپ کی ملاقات ایک سن رسیدہ خاتون سے ہوئی جو قافلے سے بچھڑ کر راستہ بھٹک گئی تھی اور درخت کے ایک تنے کے پاس بیٹھی تھی آپ اس کے پاس سے گزرے خاتون کو پریشان اور مایوس پاکر آپ نے اس سے بات چیت کی، حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ خاتون آپ کی ہر بات کا جواب قرآنی آیات سے دیتی تھی، اس واقعہ سے جہاں قرآن مجید کی جامعیت و وسعت کا پتہ چلتا ہے اسلاف کی اس سے عقیدت و محبت کا بھی کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ لیجئے وہ بات چیت ملاحظہ فرمائیے:

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

خاتون: سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيمٍ

یعنی سلام نہایت مہربان رب کا قول ہے۔ مراد یہ ہے کہ سلام کا جواب

تو خود اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔

خاتون : مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ جسے اللہ بھٹکا دے اُسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔ مراد یہ کہ میں راستہ بھول گئی ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ : آپ کہاں سے آرہی ہیں؟

خاتون : سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا۔

"یعنی پاک ہے وہ (خدا) جو اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے مسجد اقصےٰ لے گیا" (مراد یہ تھی کہ میں مسجد اقصیٰ سے آرہی ہوں)۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ : آپ یہاں کب سے ہیں؟

خاتون : ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا برابر تین رات (سے)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ : تمہارے کھانے کا کیا انتظام ہے؟

خاتون : وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ۔ وہ (خدا) مجھے کھلاتا پلاتا ہے (یعنی کہیں نہ کہیں سے رزق مہیّا ہو جاتا ہے)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ : کیا وضو کا پانی موجود ہے؟

خاتون : فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا

اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرو (مطلب یہ کہ پانی نہیں مل رہا ہے سو تیمّم کر لیتی ہوں۔)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ : یہ کھانا حاضر ہے کھا لیجئے۔

خاتون : اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ۔ روزے رات کے آغاز تک پورے کرو۔ (اشارہ یہ تھا کہ میں روزے سے ہوں۔)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ : یہ رمضان کا مہینہ تو نہیں ہے۔

خاتون : وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ۔ اور جو نیکی کے طور پر خوشی سے روزہ رکھے تو بے شک اللہ تعالیٰ شکر گزار اور علیم ہے (یعنی میں نے نفل روزہ رکھا ہے۔)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ : لیکن سفر میں تو روزہ افطار کر لینے کی اجازت ہے ؟

خاتون : وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ : آپ میرے جیسے انداز میں بات کریں۔

خاتون : مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۔ وہ (انسان) کوئی بات نہیں کرتا مگر یہ کہ اس کے پاس ایک مستعد نگہبان ضرور ہوتا ہے (یعنی چونکہ انسان کے ہر لفظ پر ایک فرشتہ نگہبانی کرتا ہے اور اس کا اندراج ہوتا ہے اس لیے بربنائے احتیاط میں قرآن کے الفاظ میں ہی بات کرتی ہوں۔)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ : کس قبیلہ سے تعلق رکھتی ہو ؟

خاتون : وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ جو بات تمہیں معلوم نہ ہو اس کے درپے نہ ہو۔ بلاشبہ کان، آنکھ اور دل اس کی طرف سے جواب دہ ہیں، یعنی جس معاملے کا پہلے سے آپ کو کچھ علم نہیں ہے اور جس سے کچھ واسطہ نہیں ہے اسے پوچھ کر اپنی قوتوں کو کیوں ضائع کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ : مجھے معاف کر دیں۔ میں نے واقعی غلطی کی۔

خاتون : لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ۔ آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اور اللہ تمہیں بخش دے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ : کیا آپ میری اونٹنی پر بیٹھ کر قافلہ سے جا ملنا پسند کریں گی ؟

خاتون : وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ۔ اور تم جو نیکی کرتے ہو اللہ اُسے جان لیتا ہے (یعنی اگر آپ مجھ سے یہ حُسنِ سلوک کرنا چاہیں تو اللہ اس کا اجر دے گا۔)

حضرت عبداللہ بن مُبارکؒ : اچھا تو پھر سوار ہو جائیے (یہ کہہ کر حضرت نے اپنی اونٹنی بٹھا دی ۔)

خاتون : قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ اور ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ (خواتین کا سامنا ہونے پر) نگاہیں نیچی رکھیں۔

حضرت عبداللہؒ مُدّعا سمجھ گئے اور مُنہ پھیر کر ایک طرف کھڑے ہو گئے، لیکن جب خاتون سوار ہوئیں تو اونٹنی بدکی اور خاتون کا کپڑا کجاوے میں اُلجھ کر پھٹ گیا اور وہ پُکار اُٹھیں :

خاتون : وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ۔ تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے ہی کیے کرائے (کوتاہی ولغزش) کا نتیجہ ہے۔

خاتون گویا حضرت عبداللہؒ کو توجہ دلا رہی تھیں کہ یہاں کچھ مشکل پیش آگئی ہے حضرت عبداللہؒ سمجھ گئے اور اُونٹنی کا پیر باندھا اور کجاوے کے تسمے درست کیے۔ خاتون نے حضرت عبداللہؒ کی مہارت و قابلیت کی تحسین کرنے کے لیے ایک آیت کے ذریعے اشارہ کیا۔

خاتون : فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۔ ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کو اس معاملے میں فہم و بصیرت دی اور پھر جب سواری کا مرحلہ طے ہو گیا

تو خاتون نے سواری کا آغاز کرنے کی آیت پڑھی :

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا ہٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقۡرِنِیۡنَ وَاِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے لیے مفید خدمت کے قابل بنا دیا ۔ ورنہ ہم اپنے بل بوتے پر اس قابل نہ تھے اور یقیناً ہمیں لوٹ کر (جواب دہی کے لیے) اپنے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے ۔

اَب حضرت عبداللہؓ نے اونٹنی کی مہار تھامی اور حُدی (عربوں کا مشہور نغمۂ سفر) الاپتے ہوئے تیز تیز چلنے لگے ۔

خاتون : وَاقۡصِدۡ فِیۡ مَشۡیِکَ وَاغۡضُضۡ مِنۡ صَوۡتِکَ ۔ اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز دھیمی رکھو ۔

حضرت عبداللہؓ بات سمجھ گئے اور آہستہ آہستہ چلنے لگے اور گنگنانے کی آواز بھی پست کر دی ۔

خاتون : فَاقۡرَءُوۡا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ ۔

پھر قرآن میں جتنا کچھ آسانی کے ساتھ پڑھ سکو پڑھو یعنی فرمائش ہوئی کہ حُدی (شعر و نغمہ) کے بجائے قرآن میں سے کچھ پڑھیے ۔ حضرت عبداللہؓ قرآن پڑھنے لگے اور خاتون نے اس پر خوش ہو کر کہا : وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۔ اور اہلِ دانش و بینش ہی نصیحت قبول کرتے ہیں ۔ حضرت عبداللہؓ نے کچھ دیر قرآن پڑھنے کے بعد کہا :

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ : اے خالہ کیا آپ کے شوہر ہیں؟ (یعنی زندہ ہیں)

خاتون : یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَسۡـَٔلُوۡا عَنۡ اَشۡیَآءَ

اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ۔ اے ایمان والو ایسی باتوں کے متعلق نہ پوچھو جو اگر تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بُری معلوم ہوں (خاتون کا مطلب یہ تھا کہ اس معاملے میں سوال نہ کرو اور قرینہ بتا رہا تھا کہ غالباً خاتون کے شوہر فوت ہو چکے ہیں)

آخر کار اُن دونوں نے قافلے کو جا پکڑا۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ: اس قافلہ میں آپ کا کوئی لڑکا یا عزیز ہے جو آپ سے تعلق رکھتا ہے۔

خاتون: اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ مال اور اولاد دنیوی زندگی کی زینت ہیں۔ (یعنی میرے بیٹے بھی قافلے میں شامل ہیں اور اُن کے ساتھ مال و اسباب بھی ہے۔)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ: آپ کے لڑکے قافلہ میں کیا کام کرتے ہیں (موصوف کا مُدّعا یہ تھا کہ اُن کو پہچاننے میں آسانی ہو)

خاتون: وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ۔

اور نشانیاں ہیں اور ستاروں سے وہ راہ پاتے ہیں۔ (مفہوم یہ تھا کہ وہ قافلہ کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ: کیا آپ اُن کے نام بتا سکتی ہیں؟

خاتون: وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ۔ اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو دوست بنایا اور موسیٰ سے کلام کیا۔ اے یحییٰ اس کتاب کو قوّت سے پکڑو (ان تین آیتوں کو پڑھ کر خاتون نے بتا دیا کہ اُن کے نام ابراہیم، موسیٰ اور یحییٰ ہیں)

حضرت عبداللہؒ نے قافلہ میں اُن ناموں کو پکارنا شروع کیا تو وہ تینوں نوجوان فوراً حاضر ہو گئے۔

خاتون: (اپنے لڑکوں سے) فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَا اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ۔

اپنے لوگوں میں سے کسی کو اپنا سکہ (یعنی نقدی) دے کر شہر میں (کھانا خریدنے کے لیے) بھیجو اور اُسے چاہیے کہ وہ دیکھے کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے۔ پھر اُس میں سے تمہارے پاس روزی لے آئے (یعنی لڑکوں کو کھانا کھلانے کی ہدایت کی)

اور جب کھانا لایا گیا تو خاتون نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے کہا:

خاتون: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ

ہنسی خوشی کھاؤ پیو، بہ سبب اُس اچھے کام کے جو تم نے گزشتہ ایام میں کیا اور ساتھ ہی دوسری آیت پڑھی جس کا منشا یہ تھا کہ میں آپ کے حُسنِ سلوک کی شکرگزار ہوں۔ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ نیکی کا بدلہ نیکی ہی سے ہوسکتا ہے۔ یہاں تک پہنچ کر یہ مُبارک گفتگو ختم ہوگئی اور اس ضعیف خاتون کے لڑکوں نے عبداللہ بن مبارکؒ کو بتایا کہ اُن کی والدہ چالیس سال سے اسی طرح قرآن ہی کے ذریعے گفتگو کر رہی ہیں۔ [۱]

---

[۱] المستطرف فی کل فن مستظرف ج ۱ ص ۵۶
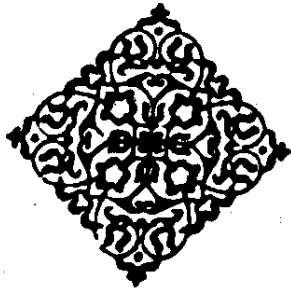
حج

حج ارکانِ اسلام میں سے ایک انتہائی اہم رکن ہے جس کی ادائیگی اہلِ استطاعت کے ذمہ فرض ہے اور اس میں کوتاہی برتنے اور اسے ادا نہ کرنے پر سخت وعید وارد ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط

(٣ - ٩٧)

اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو شخص قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

”مَنْ لَمْ يَمْنَعْهُ عَنِ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ اَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ اَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ اِنْ شَاءَ يَهُوْدِيًّا وَّاِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا“ [١]

---

[١] سنن دارمی ج ٢ ص ٤٥ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

جس شخص کے لیے کوئی واقعی مجبوری حج سے مانع نہ ہو، ظالم بادشاہ کی طرف سے رکاوٹ نہ ہو یا ایسا شدید مرض نہ ہو جو حج سے روک دے پھر وہ بغیر حج کیے مرجائے تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی مرے۔

مقاصدِ حج

مقاصد حج بہت سے ہیں البتہ سب سے اہم اور اصل مقصد اللہ جلّ شانہٗ ـــــــ کے ساتھ تعلق کا بڑھانا اور دُنیا کی محبت اور اس سے بے رغبتی پیدا کرنا ہے اگر یہ مقصد حاصل ہو تو سمجھیے کہ صحیح معنی میں حج ہوا ورنہ نہیں۔

حضرت ابوبکر شبلیؒ کا سفر حج سے آنیوالے اپنے ایک مرید سے سوال و جواب

اس سلسلہ میں ہم ایک واقعہ پیش کر رہے ہیں۔ یہ واقعہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۳۴ھ) کا ہے آپ کے ایک مرید حج کر کے آئے تو آپ نے ان سے سوالات فرمائے۔ وہ مرید فرماتے ہیں کہ

○ مجھ سے شیخ نے دریافت فرمایا کہ تم نے حج کا ارادہ اور عزم کیا تھا؟ مَیں نے عرض کیا کہ جی! پختہ قصدِ حج کا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ اُن تمام ارادوں کو ایک دم چھوڑنے کا عہد کرلیا تھا جو پیدا ہونے کے بعد آج تک حج کی شان کے خلاف کیے؟ میں نے کہا یہ عہد تو نہیں کیا تھا آپ نے فرمایا کہ پھر حج کا عہد ہی نہیں کیا۔

○ پھر شیخ نے فرمایا کہ احرام کے وقت بدن کے کپڑے نکال دیے تھے؟ مَیں نے عرض کیا جی بالکل نکال دیے تھے۔ آپ نے فرمایا اس وقت اللہ

کے سوا ہر چیز کو اپنے سے جُدا کر دیا تھا؟ مَیں نے عرض کیا ایسا تو نہیں ہُوا۔ آپ نے فرمایا تو پھر کپڑے ہی کیا نکالے۔

○ آپ نے فرمایا وضو اور غسل سے طہارت حاصل کی تھی؟ میں نے عرض کیا جی ہاں بالکل پاک صاف ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا اس وقت ہر قسم کی گندگی اور لغزش سے پاکی حاصل ہو گئی تھی؟ میں نے عرض کیا یہ تو نہ ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا پھر پاکی ہی کیا حاصل ہُوئی۔

○ پھر آپ نے فرمایا لبیک پڑھا تھا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں لبیک پڑھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے لبیک کا جواب ملا تھا؟ مَیں نے عرض کیا مجھے تو کوئی جواب نہیں ملا، تو فرمایا کہ پھر لبیک کیا کہا۔

○ پھر فرمایا حرم محترم میں داخل ہوئے تھے؟ مَیں نے عرض کیا کہ داخل ہوا تھا۔ فرمایا اُس وقت ہر حرام چیز کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ترک کا جزم کر لیا تھا؟ مَیں نے کہا یہ تو مَیں نے نہیں کیا۔ فرمایا کہ پھر حرم میں بھی داخل نہیں ہُوئے۔

○ پھر فرمایا کہ مکّہ کی زیارت کی تھی۔ مَیں نے عرض کیا جی زیارت کی تھی، فرمایا اس وقت دوسرے عالم کی زیارت نصیب ہوئی؟ مَیں نے عرض کیا اُس عالم کی تو کوئی چیز نظر نہیں آئی، فرمایا پھر مکّہ کی بھی زیارت نہیں ہوئی۔

○ پھر فرمایا کہ مسجدِ حرام میں داخل ہوئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ داخل ہوا تھا فرمایا کہ اس وقت حق تعالیٰ شانہٗ کے قُرب میں داخلہ محسوس ہوا؟ مَیں نے عرض کیا کہ مجھے تو محسُوس نہیں ہُوا، فرمایا کہ تب تو مسجد میں بھی داخلہ نہیں ہوا۔

○ پھر فرمایا کہ کعبہ شریف کی زیارت کی؟ مَیں نے عرض کیا کہ زیارت

کی، فرمایا کہ وہ چیز نظر آئی جس کی وجہ سے کعبہ کا سفر اختیار کیا جاتا ہے میں نے عرض کیا کہ مجھے تو نظر نہیں آئی ۔ فرمایا پھر تو کعبہ شریف کو نہیں دیکھا۔

○ پھر فرمایا کہ طواف میں رَمل کیا تھا ؟ (خاص طور سے دوڑنے کا نام ہے) مَیں نے عرض کیا کہ کیا تھا، فرمایا کہ اس بھاگنے میں دنیا سے ایسے بھاگے تھے جس سے تم نے محسوس کیا ہو کہ تم دُنیا سے بالکل یکسو ہو چکے ہو۔ مَیں نے عرض کیا کہ نہیں محسوس ہوا، فرمایا کہ پھر تم نے رمل بھی نہیں کیا۔

○ پھر فرمایا کہ حجرِ اسود پر ہاتھ کر اُس کو بوسہ دیا تھا ؟ مَیں نے عرض کیا جی ایسا کیا تھا تو اُنہوں نے خوفزدہ ہو کر ایک آہ کھینچی اور فرمایا تیرا ناس ہو خبر بھی ہے کہ جو حجرِ اسود پر ہاتھ رکھے وہ گویا اللہ جل شانہ، سے مصافحہ کرتا ہے اور جس سے حق سُبحانہ، و تقدس مصافحہ کریں وہ ہر طرح سے امن میں ہو جاتا ہے تو کیا تجھ پر امن کے آثار ظاہر ہوئے ؟ میں نے عرض کیا کہ مجھ پر تو امن کے آثار کچھ بھی ظاہر نہیں ہوئے، تو فرمایا کہ تُو نے حجرِ اسود پر ہاتھ ہی نہیں رکھا۔

○ پھر فرمایا کہ مقامِ ابراہیمؑ پر کھڑے ہو کر دو رکعت نفل پڑھی تھی ؟ میں نے عرض کیا کہ پڑھی تھی، فرمایا کہ اس وقت اللہ جل جلالہٗ کے حضور میں ایک بڑے مرتبہ پر پہنچا تھا کیا اس مرتبہ کا حق ادا کیا جس مقصد سے وہاں کھڑا ہوا تھا وہ پُورا کر دیا ؟ مَیں نے عرض کیا کہ مَیں نے تو کچھ نہیں کیا، فرمایا کہ تُو نے پھر تو مقامِ ابراہیم پر نماز ہی نہیں پڑھی۔

○ پھر فرمایا کہ صفا مروہ کے درمیان سعی کے لیے صفا پر چڑھے تھے ؟ مَیں نے عرض کیا چڑھا تھا، فرمایا وہاں کیا کیا ؟ مَیں نے عرض کیا کہ سات مرتبہ تکبیر کہی اور حج کے مقبول ہونے کی دُعا کی، فرمایا کیا تمہاری تکبیر کے ساتھ فرشتوں نے بھی تکبیر کہی تھی اور اپنی تکبیر کی حقیقت کا تمہیں احساس ہوا تھا۔ مَیں نے

عرض کیا کہ نہیں، فرمایا کہ تم نے تکبیر ہی نہیں کہی۔

○ پھر فرمایا کہ صفا سے نیچے اُترے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ اُترا تھا، فرمایا اس وقت ہر قسم کی علت دُور ہو کر تم میں صفائی آگئی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ نہ تم صفا پر چڑھے نہ اُترے۔

○ پھر فرمایا کہ صفا مروہ کے درمیان دوڑے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ دوڑا تھا فرمایا کہ اس وقت اللہ کے علاوہ ہر چیز سے بھاگ کر اس کی طرف پہنچ گئے تھے؟ (غالباً فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ کی طرف اشارہ ہے جو سورۂ شعراء میں حضرت موسیٰؑ کے قصہ میں ہے۔ دوسری جگہ اللہ کا پاک ارشاد ہے فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ) میں نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ تم دوڑے ہی نہیں۔

○ پھر فرمایا کہ مروہ پر چڑھے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ چڑھا تھا، فرمایا کہ تم پر وہاں سکینہ نازل ہوا اور اس سے وافر حصہ حاصل کیا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں، فرمایا کہ مروہ پر چڑھے ہی نہیں۔

○ پھر فرمایا کہ منیٰ گئے تھے؟ میں نے عرض کیا، گیا تھا، فرمایا کہ وہاں اللہ جل شانہٗ سے ایسی امیدیں بندھ گئی تھیں جو معاصی کے حال کے ساتھ نہ ہوں؟ میں نے عرض کیا کہ نہ ہوسکیں، فرمایا کہ منیٰ ہی نہیں گئے۔

○ پھر فرمایا کہ مسجد خیف میں (جو منیٰ میں ہے) داخل ہوئے تھے؟ میں نے عرض کیا داخل ہوا تھا، فرمایا کہ اس وقت اللہ جل شانہٗ کے خوف کا اس قدر غلبہ ہوگیا تھا جو اُس وقت کے علاوہ نہ ہوا ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ مسجد خیف میں داخل ہی نہیں ہوئے۔

○ پھر فرمایا کہ عرفات کے میدان میں پہنچے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ

حاضر ہوا تھا، فرمایا کہ وہاں اس چیز کو پہچان لیا تھا کہ دنیا میں کیوں آئے تھے؟ اور کیا کر رہے ہو اور کہاں اب جانا ہے اور ان حالات پر متنبہ کرنے والی چیز کو پہچان لیا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ پھر تو عرفات پر بھی نہیں گئے۔

○ پھر فرمایا کہ مزدلفہ گئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ گیا تھا فرمایا کہ وہاں اللہ جل شانہٗ کا ایسا ذکر کیا تھا جو اس کے ماسوا کو دل سے بھلا دے؟ (جس کی طرف قرآن پاک کی آیت فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ میں اشارہ ہے) میں نے عرض کیا کہ ایسا تو نہیں ہوا فرمایا کہ پھر تو مزدلفہ پہنچے ہی نہیں۔

○ فرمایا کہ منیٰ میں جاکر قربانی کی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ کی تھی، فرمایا کہ اس وقت اپنے نفس کو ذبح کر دیا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں، فرمایا کہ پھر تو قربانی ہی نہیں کی۔

○ پھر فرمایا کہ رمی کی تھی؟ (یعنی شیطانوں کے کنکریاں ماری تھیں) میں نے عرض کیا کہ کی تھی، فرمایا کہ ہر کنکری کے ساتھ اپنی سابقہ جہل کو پھینک کر کچھ علم کی زیادتی محسوس ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں، فرمایا کہ رمی بھی نہیں کی۔

○ پھر فرمایا کہ طوافِ زیارت کیا تھا؟ میں نے عرض کیا، کیا تھا، فرمایا اس وقت کچھ حقائق منکشف ہوئے تھے اور اللہ جل شانہٗ کی طرف سے تم پر اعزاز و اکرام کی بارش ہوئی تھی اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ حاجی اور عمرہ کرنے والا اللہ کی زیارت کرنے والا ہے اور جس کی زیارت کو کوئی جائے اس پر حق ہے کہ اپنے زائرین کا اکرام کرے میں نے عرض کیا کہ مجھ پر تو کچھ منکشف نہیں ہوا، فرمایا تم نے طوافِ زیارت بھی نہیں کیا۔

○ پھر فرمایا کہ حلال ہوئے تھے؟ (احرام کھولنے کو حلال ہونا کہتے ہیں) مَیں نے عرض کیا ہوا تھا، فرمایا کہ ہمیشہ حلال کمائی کا اس وقت عہد کر لیا تھا؟ میں نے عرض کیا نہیں، فرمایا کہ تم حلال بھی نہیں ہوئے۔

○ پھر فرمایا کہ اَلوَدَاعی طواف کیا تھا؟ مَیں نے عرض کیا، کیا تھا، فرمایا اس وقت اپنے تن مَن کو کلیتہً اَلوَدَاع کہہ دیا تھا؟ میں نے عرض کیا نہیں، فرمایا کہ تم نے طواف وَدَاع بھی نہیں کیا۔ پھر فرمایا، دوبارہ حج کو جاؤ اور اس طرح حج کر کے آؤ جس طرح مَیں نے تم سے تفصیل بیان کی۔[۱]

[۱] اتحاف السادۃ المتقین ج ۴ ص ۱۸۷ ترجمہ از فضائل حج ص ۵۰ تا ۵۳ - مرتبہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ
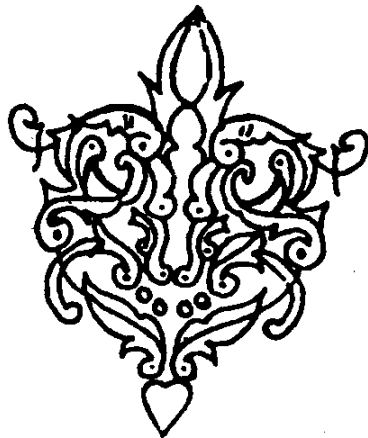
آجکل اسمِ مُضلّ جلّ جلالہٗ کے ظہور کا دور ہے

مولانا احتشام الحسن کاندھلوی تحریر فرماتے ہیں۔ "مفتی الٰہی بخش کاندھلوی (م ۱۲۳۸ھ/۱۸۲۹ء) ایک بزرگ حضرت حافظ محمود شاہ کا ملفوظ نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا

"ہر وقت اور ہر دور میں اسمار الٰہی میں سے کسی اسم کا ظہور اور تسلّط ہوتا ہے، اس وقت اسی اسم مُبارک کے مقتضا کے موافق تمام اُمور سرزد ہوتے ہیں، چنانچہ آج کل اسم مُضلّ جلّ جلالہٗ کے ظہور کا دور ہے اسی لیے اس زمانے کے بیشتر اہلِ کمال بھی اسی نام مُبارک کی تجلّی کے اثرات کے باعث بعض خفی منکرات و مناہی سے خالی نہیں"۔ [۱]

کیا کافر کافر لیے پھرتے ہو؟

حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں
"ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اہل

---

[۱] حالات مشائخ کاندھلہ ص ۷۲

باطل کی تکفیر کا ذکر تھا اُس روز نہایت جوش میں شانِ رحیمی کا ظہور ہو رہا تھا، یہاں تک فرمایا کیا کافر کافر لیے پھرتے ہو قیامت میں دیکھو گے ایسوں کی مغفرت ہو گی جنہیں تم دنیا میں کافر قطعی کہتے ہو اور دا قع بھی کافر نہ ہوں گے، مگر نہایت ہی ضعیف الایمان ہوں گے، پھر فرمایا لیکن اگر ڈرانے دھمکانے کے لیے شرعی انتظام کے لیے کسی وقت کافر کہہ دیا جائے اسکا مضائقہ نہیں"۔ [1]

سورۂ یٰسین کی برکت

حضرت امیر علاء سجزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۳۸ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"روز دوشنبہ، ماہ ذی قعدہ سنہ مذکور دولتِ قدمبوسی حاصل ہوئی، تفسیر امام ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے روبرو تھی آپ صاحبِ تفسیر کا حال بیان فرما رہے تھے کہ ایک مرتبہ امام ناصر بستیؒ بیمار ہوئے اور اس بیماری میں آپ کو مرض سکتہ ہو گیا اعزّا و اقرباء نے آپ کو مُردہ تصوّر کر کے دفن کر دیا۔ رات کے وقت آپ کو ہوش آیا خود کو مدفون دیکھا، سخت متحیّر ہوئے اس حیرت و پریشانی و اضطراب میں آپ کو یاد آیا کہ جو شخص حالتِ پریشانی میں چالیس مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اضطراب کو دفع کرتا ہے اور وہ تنگی اس کی فراخی سے بدل جاتی ہے۔ یہ سوچ کر سورۂ یٰسین پڑھنی شروع کی آپ

---

[1] الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۸۱

انا البس مرتبہ پڑھ چکے تھے کہ اثر کشادگی ظاہر ہوا اور وہ یہ تھا کہ ایک کفن چور نے کفن چرانے کی نیت سے آپ کی قبر کھودی تھی، امام نے اپنی فراست سے معلوم کیا کہ یہ کفن چور ہے، پس اس خیال سے کہ مبادا یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص زندہ مدفون ہے اور یہ اپنے ارادہ سے باز رہے چالیسویں مرتبہ آپ نے بہت دھیمی آواز سے پڑھنا شروع کیا کہ دوسرا شخص نہ سن سکے؛ القصہ جب آپ نے چالیسویں مرتبہ پورا کیا یہ کفن چور بھی اپنا کام پورا کر چکا تھا۔ آپ اُٹھ کر قبر سے باہر آئے کفن چور نے جب یہ امر معائنہ کیا ہیبت سے اس کا گردہ پھٹ گیا اور وہ اسی جگہ خوف کھا کر گر پڑا اور مر گیا۔ امام کو اس کی ہلاکت کا بہت تاسف ہوا اور اپنے دل سے کہا کہ تو نے اس قدر جلدی کی اس کو اپنا کام کر لینے دیا ہوتا اور پھر باہر نکلتا، الغرض پشیمان ہوتے ہوئے باہر آئے اور خیال کیا کہ اگر میں فوراً شہر چلا جاؤنگا لوگوں کو اس محال کے وقوع سے سخت پریشانی وحیرت وہیبت ہوگی خوف کھائیں گے، پس آپ رات کو ہی شہر میں گئے اور ہر محلّہ کے دروازے کے آگے پکارتے تھے کہ میں امام ناصر بستی ہوں تم لوگوں نے مجھے سکتہ کی حالت میں دیکھ کر غلطی سے مردہ تصوّر کیا اور دفن کر دیا، میں زندہ ہوں۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر (حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ) یہ بیان فرما کر فرمانے لگے کہ یہ تفسیر انہوں نے اس واقعہ کے بعد لکھی تھی"۔[1]

---

[1] فوائد الفواد مترجم ص ۱۳۶

پانچ چیزیں تلاش کیں پانچ جگہ پایا

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ (م ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء) تحریر فرماتے ہیں ۔ ”حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۷۴ھ) مشہور صوفی اور بزرگ ہیں، فرماتے ہیں کہ ہم نے پانچ چیزیں تلاش کیں اور انکو پانچ جگہ پایا۔

- روزی کی برکت چاشت کی نماز میں ملی۔
- اور قبر کی روشنی تہجد کی نماز میں ملی ۔
- منکر نکیر کے سوال کا جواب طلب کیا تو اُس کو قرائت میں پایا۔
- اور پُل صراط کا سہولت سے پار ہونا روزہ اور صدقہ میں پایا ۔
- اور عرش کا سایہ خلوت میں پایا ۔“ [۱]

اللہ بس باقی ہوس

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء) تحریر فرماتے ہیں ۔

”تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ فردوسی نے جب سلطان محمود غزنوی کی فرمائش کے بموجب ۶۰ ہزار شعروں کا مجموعہ ”شاہنامہ“ لکھ کر پیش کر دیا تو اوّل تو اپنی قرارداد کے بموجب انعام دینے میں محمود غزنوی کو تامل ہوا ۔ بالآخر جب یہ طے کر لیا کہ جو انعام (فی شعر ایک دینار) طے ہوا تھا وہ ادا کرنا ہے تو انعام کی رقم فردوسی کے مکان کی طرف چل رہی تھی اور فردوسی زندگی کے سانس پورے کر کے قبرستان جا رہا تھا ۔“ [۲]

---

[۱] فضائل نماز ص ۲۲ ۔ [۲] دور حاضر کے سیاسی اور اقتصادی مسائل ص ۱۰۳

اہلِ خیر کے تین کلمات

”کان اھل الخیر یکتب بعضھم الیٰ بعض بثلاث کلمات من عمل لآخرتہٖ کفاہ اللہ امر دنیاہ ومن اصلح سریرتہٗ اصلح اللہ علانیتہٗ ومن صلح فیما بینہ وبین اللہ اصلح اللہ ما بینہٗ وبین النّاس“ [۱]

اہلِ خیر تین کلمے آپس میں ایک دوسرے کو لکھا کرتے تھے۔ اوّل یہ کہ جو شخص آخرت کے کام میں مشغول ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے کاموں کو درست فرما دیتے ہیں اور انکی ذمہ داری خود لے لیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جو شخص اپنی باطنی حالت کو درست کر لے (کہ قلب کا رُخ سب سے ہٹا کر اللہ کی طرف پھیر دے) تو اللہ تعالیٰ اس کی ظاہری حالت خود بخود دُرست فرما دیتے ہیں تیسرے یہ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملہ کو صحیح درست کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور تمام لوگوں کے درمیان کے معاملات کو خود درست فرما دیتے ہیں۔

---

[۱] تفسیر روح البیان ج ۴ ص ۱۹۹

خدمتِ خلق

حضرت ابُوبکر صدّیقؓ اور خدمتِ خلق

علّامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں۔

" ابن عساکر نے ابوصالح غفاری سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک نابینا بڑھیا کا جو مدینہ طیبہ کے قرب وجوار میں رہتی تھی رات کو پانی بھر دیا کرتے تھے، اور دوسرے تمام کام بھی کر دیا کرتے تھے، اور اس کی پوری پوری خبر گیری کرتے تھے، ایک روز جب آپ اس کے یہاں تشریف لے گئے تو اس کے روز مرّہ کے تمام کام نپٹے ہوئے پائے اور پھر تو روز کا یہ معمول ہو گیا کہ آپ کے پہنچنے سے پہلے اس کے تمام کام کوئی کر جایا کرتا تھا۔ اس بات سے آپ کو بڑی حیرت ہوئی آپ اس کی ٹوہ میں لگ گئے ایک دن دیکھ لیا کہ وہ ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ ہیں یہ وہ زمانہ تھا جب کہ آپ امیر المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین تھے آپ کو دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا " انت ھو لعمری " میری جان کی قسم آپ کے سوا اور کون

ہوسکتا ہے؟"[1]

حضرت عمرؓ فاروق اور خدمتِ خلق

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خدمتِ خلق سے متعلق تاریخِ اسلام میں ہزاروں واقعات ملتے ہیں جو انتہائی سبق آموز اور قابلِ تقلید واقعات ہیں یہاں صرف ایک دو واقعات ذکر کیے جاتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کا اپنی بیوی کو زچگی میں لے جانا

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

"امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے خلافت کے زمانے میں بسا اوقات رات کو چوکیداری کے طور پر شہر کی حفاظت بھی فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ اسی حالت میں ایک میدان میں گزر ہوا، دیکھا کہ ایک خیمہ بالوں[2] کا بنا ہوا لگا ہے جو پہلے وہاں نہیں دیکھا تھا، اس کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک صاحب وہاں بیٹھے ہیں اور خیمہ سے کچھ کراہنے کی آواز آرہی ہے، سلام کر کے ان صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ایک مسافر ہوں جنگل کا رہنے والا ہوں۔ امیر المومنین کے سامنے کچھ اپنی ضروریات پیش

---

[1] تاریخ الخلفاء عربی ص۸۰

[2] یعنی اُونی کمبل کا خیمہ تنا ہوا ہے

کر کے مدد چاہنے کے واسطے آیا ہوں ۔ دریافت فرمایا کہ یہ خیمہ میں سے آواز کیسی آرہی ہے ۔ ان صاحب نے کہا میاں جاؤ اپنا کام کرو ۔ آپؓ نے اصرار فرمایا کہ نہیں بتا دو کچھ تکلیف کی آواز ہے ان صاحب نے کہا کہ عورت کی ولادت کا وقت قریب ہے درد زہ ہو رہا ہے ۔ آپؓ نے دریافت فرمایا کہ کوئی دوسری عورت بھی پاس ہے ۔ انہوں نے کہا کوئی نہیں، آپ وہاں سے اُٹھے اور مکان تشریف لے گئے اور اپنی بیوی حضرت ام کلثومؓ سے فرمایا کہ ایک بڑے ثواب کی چیز مقدر سے تمہارے لیے آئی ہے ۔ انہوں نے پوچھا کیا ہے ۔ آپؓ نے فرمایا ۔ ایک گاؤں کی رہنے والی بیچاری تنہا ہے اس کو درد زہ ہو رہا ہے ۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ہاں تمہاری صلاح ہو تو میں تیار ہوں ۔ اور کیوں نہ تیار ہوتیں کہ یہ بھی آخر حضرت سیدہ فاطمہؓ کی ہی صاحبزادی تھیں ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ولادت کے واسطے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہو، تیل گودڑ وغیرہ لے لو اور ایک ہانڈی اور کچھ گھی اور دانے وغیرہ بھی ساتھ لے لو ۔ وہ لے کر چلیں ۔ حضرت عمرؓ خود پیچھے پیچھے ہو لیے ۔ وہاں پہنچ کر حضرت ام کلثومؓ تو خیمہ میں چلی گئیں اور آپؓ نے آگ جلا کر اس ہانڈی میں دانے اُبالے گھی ڈالا اتنے میں ولادت سے فراغت ہو گئی ۔ اندر سے حضرت ام کلثومؓ نے آواز دے کر عرض کیا ۔ امیر المؤمنینؓ اپنے دوست کو لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دیجئے امیر المؤمنین کا لفظ سن کر وہ صاحب بڑے گھبرائے ۔ آپؓ نے فرمایا گھبرانے کی بات نہیں ۔ وہ ہانڈی خیمہ کے پاس رکھ دی کہ اس

عورت کو بھی کچھ کھلا دیں، حضرت ام کلثومؓ نے اس کو کھلایا۔ اس کے بعد ہانڈی باہر دے دی۔ حضرت عمرؓ نے اس بدو سے کہا کہ لو تم بھی کھاؤ۔ رات بھر تمہاری جاگنے میں گزر گئی۔ اس کے بعد اہلیہ کو ساتھ لے کر گھر تشریف لے آئے اور ان صاحب سے فرمادیا کہ کل آنا تمہارے لیے انتظام کر دیا جائے گا۔" [1]

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء) تحریر فرماتے ہیں۔

"اسلم (حضرت عمرؓ کا غلام تھا) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ رات کو گشت کے لیے نکلے۔ مدینہ سے تین میل پر صرار ایک مقام ہے۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت کچھ پکا رہی ہے اور دو تین بچے رو رہے ہیں۔ پاس جا کر حقیقت حال دریافت کی، اس نے کہا کہ کئی وقتوں سے بچوں کو کھانا نہیں ملا ہے ان کے بہلانے کے لیے خالی ہانڈی میں پانی ڈال کر چڑھا دی ہے حضرت عمرؓ اسی وقت اٹھے۔ مدینہ میں آکر بیت المال سے آٹا، گوشت، گھی اور کھجوریں لیں اور اسلم سے کہا کہ میری پیٹھ پر رکھ دو، اسلم نے کہا میں لیے چلتا ہوں۔ فرمایا ہاں! لیکن قیامت میں میرا بار تم نہیں اٹھاؤ گے، غرض سب چیزیں خود لاد کر لائے اور عورت کے آگے رکھ دیں اس نے آٹا گوندھا، ہانڈی چڑھائی، حضرت عمرؓ خود چولہا پھونکتے جاتے تھے۔ کھانا تیار ہوا تو بچوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور اچھلنے کودنے لگے۔ حضرت عمرؓ دیکھتے تھے

---

[1] حکایات صحابہ مشمولہ فضائل اعمال ص۲۷

اور خوش ہوتے تھے۔ عورت نے کہا خدا تم کو جزائے خیر دے
سچ یہ ہے کہ امیر المؤمنین ہونے کے قابل تم ہو نہ کہ عمرؓ،، [1]

حضرت سلمان فارسیؓ اور خدمتِ خلق

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سب سے معمر صحابی ہیں ایک قول کے مطابق ڈھائی سو اور دوسرے قول کے مطابق تین سو پچاس برس آپ کی عمر ہوئی ہے، آپ کی زندگی میں سادگی بہت غالب تھی جو ہر زمانے میں یکساں قائم رہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں آپ ”مدائن،، کے گورنر بنائے گئے، امارت کے اس زمانے میں جب کہ شان و شوکت اور خدم و حشم کے تمام لوازم اُن کے لیے مہیّا ہو سکتے تھے اس وقت بھی ان کی سادگی میں کوئی فرق نہیں آیا، تاریخ میں آپ کا ایک محیّر العقول واقعہ ملتا ہے جس سے آپ کی سادگی اور خدمت گزاری کا پتہ چلتا ہے، ملاحظہ فرمائیے،

”ایک مرتبہ شام کا ایک تاجر کچھ سامان لے کر مدائن آیا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک عام آدمی کی طرح سڑکوں پر پھر رہے تھے شام کا وہ تاجر انہیں مزدور سمجھا اور اُن سے کہا کہ یہ گٹھڑی اٹھالو۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کسی تأمل اور توقف کے بغیر گٹھڑی اٹھالی، کچھ دیر بعد مدائن کے باشندوں نے انہیں بوجھ اٹھائے دیکھا تو اس شامی تاجر سے کہا کہ ”یہ امیر مدائن ہیں“ اس پر وہ تاجر بہت حیران بھی ہوا اور شرمندہ بھی اور

---

[1] الفاروق صـ۳۲۳ طبع مکتبہ مدنیہ لاہور

اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے معذرت کے ساتھ درخواست کی کہ وہ بوجھ اتار دیں، لیکن حضرت سلمان رضی اللہ عنہ راضی نہ ہوئے اور فرمایا کہ "میں نے ایک نیکی کی نیت کرلی ہے اب جب تک وہ پوری نہ ہو یہ سامان نہیں اتاروں گا"۔ چنانچہ وہ سامان منزل تک پہنچا کر ہی دم لیا۔[1]

۳۵ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور خدمتِ خلق

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ مسجد نبوی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) میں معتکف تھے، آپ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کر کے (چپ چاپ) بیٹھ گیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا کہ میں تمہیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے، اُس نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے میں بے شک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے (اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کر کے) کہا اس قبر والے کی عزت کی قسم میں اس حق کے ادا کرنے پر قادر نہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اچھا کیا میں اس سے تیری سفارش کروں اُس نے

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۸۸ بحوالہ جہان دیدہ ص ۵۱

عرض کیا کہ جیسے آپ مناسب سمجھیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ سن کر جوتہ پہن کر مسجد سے باہر تشریف لائے اس شخص نے عرض کیا کہ آپ اپنا اعتکاف بھول گئے؟ فرمایا بھولا نہیں ہوں بلکہ میں نے اس قبر والے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے اور ابھی زمانہ کچھ زیادہ نہیں گزرا (یہ لفظ کہتے ہوئے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ

"مَنْ مَشٰی فِیْ حَاجَةِ اَخِیْهِ وَبَلَغَ فِیْهَا کَانَ خَیْرًا لَّهٗ، مِنَ اعْتِکَافِ عَشْرِ سِنِیْنَ وَمَنِ اعْتَکَفَ یَوْمًا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ النَّارِ ثَلٰثَ خَنَادِقَ اَبْعَدَ مِمَّا بَیْنَ الْخَافِقَیْنِ"

جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے اور کوشش کرے اس کے لیے دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں جن کی مسافت آسمان و زمین سے بھی زیادہ چوڑی ہے۔[1]

آپ کا ایک واقعہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۰۵ھ) نے لکھا ہے وہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

حضرت امام غزالیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

---

[1] فضائل رمضان ص ۶۵ مصنفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ

"جس زمانے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ کے گورنر تھے ان دنوں کی بات ہے بصرہ کے چند قاری آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا ایک پڑوسی ہے جو بہت زیادہ روزے رکھنے والا اور بہت زیادہ تہجّد پڑھنے والا ہے۔ اس کی عبادت کو دیکھ کر ہم میں سے ہر شخص رشک کرتا ہے کہ اس کی سی عبادت ہم بھی کیا کریں۔ اس نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کردیا ہے، لیکن وہ غریب ہے اور اس کے پاس جہیز کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اُٹھے اور ان حضرات کو لے کر اپنے گھر تشریف لے گئے اور ایک صندوق کھولا جس میں سے چھ توڑے[1] نکالے اور ان حضرات کے حوالے کردئیے کہ اس کو دے دیں۔ یہ لے کر چلنے لگے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا کہ ہم لوگوں نے اس کے ساتھ انصاف کا برتاؤ نہیں کیا۔ یہ مال اگر اس کے حوالے کردیا جائیگا تو اس غریب کو بڑی دقّت ہوگی وہ جہیز کے انتظام کے جھگڑے میں لگ جائے گا جس سے اس کی مشغولی بڑھ جائے گی، اس کی عبادت میں حرج ہوگا۔ اس دنیا کم بخت کا ایسا درجہ نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے ایک عبادت گزار مومن کا حرج کیا جائے۔ ہماری اس میں کیا شان گھٹ جائے گی کہ ایک دیندار کی خدمت ہم ہی کردیں، لہٰذا اس مال سے شادی کا سارا انتظام ہم سب

---

[1] روپیہ یا اشرفی کی تھیلی توڑا کہلاتی ہے۔

مل کر دیں اور سامان تیار کر کے اس کے حوالے کر دیں۔ وہ حضرات بھی اس پر راضی ہو گئے اور سارا سامان اس رقم سے مکمل تیار کر کے اس عبادت گزار فقیر کے حوالے کر دیا۔"[۱]

خواجہ بزرگ اور ایک کسان

ایک دن ایک غریب کسان خواجہ بزرگ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۲۷ھ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔

"حاکم نے میرے کھیتوں کی پیداوار روک لی ہے، کہتا ہے جب تک شاہی فرمان نہ لاؤ گے پیداوار میں سے دانہ نہ ملے گا، حضرت میری زندگی کا ذریعہ یہی پیداوار ہے، پیداوار رُک گئی تو میرے بچے بھوکے مر جائیں گے،" حضرت نے فرمایا فرمان مل جانے پر تو پیداوار نہ رُکے گی، کسان نے عرض کیا شاہی فرمان کے بعد کیا مجال ہے کہ کوئی چوں بھی کر سکے، حضرت نے فرمایا ایسا فرمان کیوں نہ لے لیا جائے کہ جب تک زمین رہے حاکم پیداوار نہ روکے کسان نے خوش ہو کر کہا پھر تو کیا کہنا حضرت اپنے مرید خواجہ قطب الدین کو سفارشی نامہ لکھ دیں بادشاہ اُن کا مُرید ہے بس ساری مشکل آسان ہو جائے گی، حضرت نے فرمایا، میں تیرے ساتھ چلوں گا اور تجھے فرمان مل جائے گا۔ دِلّی میں کسی کو اطلاع بھی نہ تھی کہ حضرت تشریف لا رہے ہیں۔ اتفاق سے کسی نے راستے

---

[۱] احیاء العلوم عربی ج ۳ ص ۲۴۸

میں دیکھ لیا اور خواجہ قطب الدینؒ کو خبر پہنچا دی۔ خواجہ قطب نے بادشاہ سے ذکر کر دیا۔ بادشاہ نے فوجوں سمیت حضرت کو خوش آمدید کہا، خواجہ قطب نے پوچھا کہ حضور اچانک کیوں تشریف لائے ہیں؟ کوئی کام تھا تو مجھ ناچیز کو تحریر فرما دیتے، حضرت نے فرمایا:

"قطب الدین جب یہ کسان میرے پاس آیا تو اپنی بیکسی کے سبب خدا سے اتنا قریب تھا کہ اس کام میں شریک ہونا خدا کی عین بندگی تھی میں حق تعالیٰ کی بندگی حاصل کرنے آیا ہوں۔"

غریب کسان کا کام ہو گیا اور حضرت خوش ہو گئے۔ [۱]

حضرت خواجہ صاحبؒ کی تعلیم

"حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی عام تعلیم تھی کہ حاجت مندوں کی مدد کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔ اگر کوئی شخص اوراد و وظائف میں مشغول ہو اور کوئی حاجت مند آجائے تو لازم ہے کہ وہ اوراد و وظائف کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو اور اپنے مقدور کے مطابق اس کی حاجت پوری کرے"۔ [۲]

خدمتِ خلق اللہ

حضرت شیخ رکن الدین (المتوفی ۷۳۵ھ/۱۳۳۴ء) کا معمول تھا کہ جب

---

[۱] معین الارواح بحوالہ خاصانِ خدا ص ۶۵

[۲] ہندوستان کے سلاطین، علماء و مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر ص ۱۲۴

وہ سلطان قطب الدین خلجی کے پاس تشریف لے جاتے تو راستہ میں اپنی سواری کے تختِ رواں کو ٹھہراتے جاتے تاکہ اہل ضرورت اپنی درخواستیں سلطان کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے ان کی سواری میں ڈال دیں بعض ضرورت مندوں کی معروضات زبانی بھی سنتے تھے، شاہی محل کے پاس پہنچ کر دو دروازوں تک تختِ رواں پر سوار رہتے، تیسرے دروازے کے قریب سلطان اُن کی تعظیم اور استقبال کے لیے کھڑا نظر آتا تو وہ اُتر جاتے، سلطان بڑے ادب سے ان کو دربار میں لے جا کر بٹھاتا اور خود مؤدب دو زانو ہو کر ان کے سامنے بیٹھ جاتا۔ اس کے بعد حضرت شیخ رکن الدینؒ شہر کے لوگوں کی درخواستیں سلطان کے سامنے پیش کرتے وہ ہر ایک درخواست کو غور سے پڑھتا اور اس کی پُشت پر اسی وقت حکم صادر کر دیتا۔ حضرت شیخ رکن الدینؒ واپسی کے وقت تمام درخواستوں کو ساتھ لیتے آتے۔" [1]

قارئین محترم! آپ نے خدمتِ خلق سے متعلق ماضی بعید کے بزرگوں کے واقعات ملاحظہ فرمائے دو ایک واقعات ماضی قریب کے بزرگوں کے بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ اور خدمتِ خلق

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی محمود حسن صاحب بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ مولوی مظفر حسین صاحب کہیں تشریف لے

---

[1] سیر العارفین مترجم ص ۲۰۲ بحوالہ بزم رفتہ کی سچی کہانیاں ج ۱ ص ۱۱۲

لے جا رہے تھے، راستہ میں ایک بڈھا ملا جو بوجھ لیے ہوئے جاتا تھا، بوجھ کسی قدر زیادہ تھا، اس وجہ سے مشکل سے چلتا تھا۔ مولوی مظفر حسین صاحب نے جب یہ حال دیکھا تو آپ نے اس سے وہ بوجھ لے لیا اور جہاں وہ لے جانا چاہتا تھا وہاں پہنچا دیا، اس بڈھے نے پوچھا کہ اجی تم کہاں رہتے ہو، انہوں نے کہا بھائی میں کاندھلے رہا ہوں اس نے کہا وہاں مولوی مظفر حسین بڑے ولی ہیں اور ایسے ہیں ویسے ہیں غرض بہت تعریفیں کیں مگر مولوی مظفر حسین صاحب نے فرمایا کہ اور تو اس میں کوئی بات نہیں ہاں نماز تو پڑھ لے ہے، اس نے کہا واہ میاں تم ایسے بزرگ کو ایسا کہو، مولوی صاحب نے فرمایا میں ٹھیک کہتا ہوں۔ وہ بڈھا اُن کے سر ہو گیا۔ اتنے میں ایک اور شخص آ گیا جو مولوی مظفر صاحب کو جانتا تھا۔ اس نے اس بڈھے سے کہا بھلے مانس مولوی مظفر حسین یہی تو ہیں، اس پر وہ بڈھا ان سے لپٹ کر رونے لگا اور مولوی صاحب بھی اسکے ساتھ رونے لگے۔[1]

مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی (م ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۲۹ء) کے حقیقی بھتیجے، حضرت شاہ اسحٰق صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۶ء) کے عزیز شاگرد اور حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب دہلوی رحمہ اللہ (م ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۷ء) کے خلیفہ ہیں، ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶ء میں آپ کی وفات ہوئی اور جنت البقیع مدینہ منورہ میں تدفین ہوئی۔

---

[1] حکایات اولیاء ص ۲۳۲

حضرت مدنیؒ اور خدمتِ خلق

مولانا ابوالحسن بارہ بنکوی صاحب حضرت مدنی رحمہ اللہ کے برادر زادے مولانا وحید احمدؒ اسیر مالٹا کے صاحبزادے مولانا فرید الوحیدی صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

چلم بھر رہے ہو تو حقّہ بھی تازہ کرلینا

”ایک واقعہ جسے مَیں نے خود تو نہیں دیکھا لیکن بڑے تواتر اور ثقہ حضرات سے سُنا ہے، یہ ہے کہ ایک رات حضرتؒ (رات کے) بارہ بجے درسِ حدیث سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو مہمان خانے میں ایک بڑے میاں نے آواز دے کر پوچھا کہ کون ہے؟ حضرت نے بجائے اپنا نام بتانے کے بڑی نرمی سے دریافت کیا کہ آپ کو کچھ کام ہے؟ مہمان نے کہا کہ ذرا حقّہ بھر دو! تعمیلِ حکم کے لیے بڑی آہستگی کے ساتھ چارپائی کی طرف بڑھے نصف شب کا وقت اور خواب وبیداری کی کشمکش کا عالم تھا اور مہمان بھی کچھ ضعیف العمر تھے حضرت چارپائی کے پاس پہنچے تو بھی ان صاحب نے مُنہ سے چادر ہٹانے اور آنکھیں کھول کر دیکھنے کی زحمت گوارا نہ کی اور لیٹے لیٹے فرمایا کہ میاں جب چلم بھر رہے ہو تو حقّہ بھی تازہ کرلینا نہ جانے کب سے تازہ نہیں ہوا ہے کچھ مزہ نہیں آیا۔ حضرت حقّہ لے کر زنانخانہ تشریف لائے، اہلِ خانہ محوِ خواب تھے خود ہی حقّہ تازہ کیا اور انگارے بنا کر چلم بھری، ادھر بڑے میاں نے

سوچا کہ آنکھ کھل گئی تو لگے ہاتھوں پیشاب سے بھی فارغ ہولیں چنانچہ وہ پیشاب سے فارغ ہوکر آتے۔ ادھر سے وہ مہمان نواز میزبان حقّہ لیے پہنچے جب بڑے میاں نے حضرت کی صُورت دیکھی تو نیچے کا سانس نیچے اور اوپر کا سانس اوپر رہ گیا ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوگئے لیکن حضرت نے بکمال شفقت وانکساری فرمایا :

"یہ آپ کی عنایت ہے کہ آپ نے خدمت کا موقع دیا۔ ہمارے والد مرحوم حقّہ کے بڑے شائق تھے اس لیے مجھے تو حقّہ بھرنے کی عادت ہے اور پھر مہمان کی خدمت میں تو بڑا شرف وامتیاز ہے" [1]

کسی نے میرے پاؤں دبانے شروع کردیے

ڈاکٹر اشرف صاحب اپنے زمانہ کے مشہور کمیونسٹ لیڈر جو عملاً علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے وابستہ تھے، خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں اور شیخ الاسلام سے دیوبند میں اپنی ملاقات گفتگو، مہمانداری اور حاصل ہونے والی سہولتوں اور اپنے آرام و راحت کی تفصیل کہتے ہوئے ایک واقعہ بتاتے ہیں، یاد رہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف مارکسی کمیونسٹ، الحاد کے شکار اور مذہب بیزار تھے وہ اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

" دیوبند کے قیام کی غالباً چوتھی شام تھی، میں اپنے بستر پہ دراز تھا، رات کے دس بج چکے تھے، گھومنے پھرنے کی وجہ سے کچھ تھکن زیادہ تھی چنانچہ لیمپ گل کیا اور سونے لگا، دروازہ کھلا رہتا تھا، مجھے غنودگی سی تھی کہ میں نے ایک ہاتھ اپنے ٹخنے پر محسوس کیا؛

---

[1] شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات ص ۱۱۷

پھر دونوں ہاتھوں سے کسی نے میرے پاؤں دبانے شروع کر دیئے، میں چوکنا ہو گیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مولانا بہ نفسِ نفیس اس گنہگار کے پاؤں دبانے میں مصروف ہیں، میری بدحواسی، حیرانی اور شرمندگی کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں، میں نے پاؤں جلد جلد سکیڑے اور بڑے ادب اور لجاجت سے حضرت کو روکا، مولانا نے اس پر حسرت سے فرمایا کہ آپ مجھے اس ثواب سے کیوں محروم کرتے ہیں، کیا میں اس قابل بھی نہیں ہوں کہ آپ جیسے مہمان کی خدمت کر سکوں، مجھ پر اس ارشاد کے بعد جو گزری میرے لیے اس کا بیان کرنا مشکل ہے، واقعہ یہ ہے کہ میں بارہ برس بعد آج پہلی بار اس واقعہ کا انکشاف کر رہا ہوں اور اگر حضرت زندہ ہوتے تو اس راز کو فاش کرنے کی ضرورت نہ ہوتی ان کی فراخ دلی اور ان کے اخلاق کا یہ ادنیٰ نمونہ تھا۔" [1]

یہ حضور کی بندہ نوازی ہے جو سمجھ سے باہر ہے۔

مولانا نجم الدین اصلاحی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ لاہوری سے روایت ہے کہ جب حضرت مولانا مدنیؒ آخری حج سے تشریف لا رہے تھے تو ہم لوگ اسٹیشن لاہور پر شرفِ زیارت کے لیے حاضر ہوئے، حضرت کے متوسلین میں صاحبزادہ محمد عارف ضلع جھنگ بھی تھے، جو دیوبند

---

[1] روزنامہ الجمعیت دہلی شیخ الاسلام نمبر ص ۵۳۔

تک ساتھ گئے، ان کا بیان ہے کہ ٹرین میں ایک ہندو جنٹلمین بھی تھے، جن کو ضرورتِ فراغت لاحق ہوئی وہ رفعِ حاجت کے لیے گئے اور اُلٹے پاؤں بادلِ نخواستہ واپس ہوئے، حضرت مولانا مدنیؒ سمجھ گئے، فوراً چند سگریٹ کے ٹوٹے ہوئے ڈبے اور پانی کا لوٹا لے کر اس پاخانے میں گئے اور اچھی طرح صاف کر دیا اور ہندو دوست سے فرمانے لگے کہ جائیے پاخانہ تو بالکل صاف ہے شاید آپ کو رات کی وجہ سے صحیح اندازہ نہیں ہو سکا، نوجوان نے کہا کہ مولانا میں نے دیکھا ہے پاخانہ بالکل بھرا ہوا ہے قصہ مختصر وہ اٹھا اور جا کر دیکھا تو پاخانہ بالکل صاف تھا بہت متأثر ہوا اور بھرپور عقیدت کے ساتھ عرض کرنے لگا یہ حضور کی بندہ نوازی ہے جو سمجھ سے باہر ہے"۔ ؎۱

خلق اللہ کی دوستی

"سلطان محمود غزنویؒ (م ۴۲۱ھ) کی صورت اچھی نہ تھی ایک روز وہ اپنے حجرۂ خاص میں نماز پڑھ رہا تھا کہ دو غلاموں نے اس کے سامنے آئینہ اور کنگھی لا کر رکھ دی اس کے بعد ہی اس کا وزیر شمس الکفاۃ احمد حسن حجرہ میں آیا اور تعظیم بجالایا، سلطان محمود نے نماز پڑھ کر اپنی قبا پہنی سر پر کلاہ رکھی لیکن آئینہ میں اپنے چہرہ کو دیکھ کر مسکرایا اپنے وزیر احمد حسن سے کہا کہ تم بتا سکتے ہو کہ اس وقت

؎۱ مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۱۴۱

میرے دل میں کیا خیال گزر رہا ہے وزیر نے کہا خداوند خود ہی بتائیں سلطان محمود نے کہا میں ڈرتا ہوں کہ لوگ مجھ کو اپنا دوست نہیں سمجھتے ہوں گے کیونکہ لوگ ایسے ہی بادشاہ کو اپنا دوست سمجھنے کے عادی ہیں جس کی صورت بھی اچھی ہو احمد حسن نے کہا خداوندا! ایک ہی کام سے لوگ آپ کو اپنی جان اور اپنے زن و فرزند سے عزیز تر رکھ سکتے ہیں اور آپکا فرمان آگ اور پانی پر بھی جاری ہو سکتا ہے سلطان نے پوچھا وہ کام میں کیا کروں احمد حسن نے کہا دولت کو اپنا دشمن سمجھیں پھر تمام لوگ آپ کے دوست ہو جائیں گے سلطان محمود کو یہ بات پسند آگئی اور اسی کے بعد سے اس کا ہاتھ بخشش اور خیرات کے لیے کشادہ ہو گیا اور پھر ہر طرف اس کی تعریف کی صدا گونجتی رہی۔[۱]

اللہ تعالیٰ کے اسمِ مبارک کا احترام

"عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ قُنْفُذٍ اَنَّهٗ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُوْلُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتّٰى تَوَضَّأَ ثُمَّ اعْتَذَرَ اِلَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ كَرِهْتُ اَنْ اَذْكُرَ اللّٰهَ اِلَّا عَلٰى طُهْرٍ اَوْ قَالَ عَلٰى طَهَارَةٍ" [۲]

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوئے کہ آپ پیشاب

۱؎ بزم رفتہ کی سچی کہانیاں ج ۱ ص ۱۱۲ ۲؎ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۶۷

فرما رہے تھے انہوں نے آپ کو سلام کیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب نہیں دیا حتیٰ کہ آپ نے (پیشاب سے فارغ ہو کر) وضو کر لیا، پھر آپ نے ان سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا اصل بات یہ ہے کہ مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میں اللہ تعالےٰ کا نام بغیر طہارت و پاکیزگی کے لوں، (اس لیے میں نے اس وقت تمہارے سلام کا جواب نہیں دیا تھا)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ مبارک کا احترام

" کہا جاتا ہے ناصر الدین محمود (م ۶۶۴ھ) کے ایک مصاحب (ندیم خاص) کا نام " محمد "، تھا۔ بادشاہ اسے ہمیشہ اسی نام سے پکارا کرتا تھا، ایک روز ناصر الدین محمود نے اس مصاحب کو تاج الدین کہہ کر آواز دی، اس مصاحب نے اس وقت تو بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی لیکن بعد میں اپنے گھر چلا گیا اور تین روز تک بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا، ناصر الدین نے اس مصاحب کو طلب کیا اور اسکی غیر حاضری کا سبب دریافت کیا، مصاحب نے جواب دیا۔ آپ ہمیشہ مجھے " محمد " کے نام سے پکارا کرتے تھے، لیکن اس دن آپ نے خلاف معمول تاج الدین کہہ کر پکارا میں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ شاہ آپ کے دل میں میری طرف سے کوئی بدگمانی پیدا ہو گئی ہے اس وجہ سے میں تین روز تک آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر نہ ہوا اور یہ سارا وقت انتہائی پریشانی اور بے چینی کے عالم میں بسر کیا، بادشاہ نے قسم کھا کر کہا " میں ہرگز ہرگز تم سے بدگمان نہیں ہوں

لیکن میں نے جس وقت تم کو تاج الدین کے نام سے پکارا تھا اس وقت میں باوضو نہ تھا مجھے یہ مناسب نہ معلوم ہوا کہ بغیر وضو "محمد" کا مقدس نام اپنی زبان پر لاؤں"۔ [1]

محفل میلاد کی شرکت سے معذرت

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سفرِ حج پر تشریف لے گئے تو فراغت پر مدینہ طیبہ حاضری دی۔ مدینہ منورہ قیام کے دوران ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے آپ کا کامل متبعِ شریعت ہونا جھلکتا ہے یہ واقعہ چونکہ آج کل کے اتباعِ شریعت اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دم بھرنے والوں کے لئے تازیانۂ عبرت و موعظت ہے اس لیے ان صفحات میں درج کیا جا رہا ہے ملاحظہ فرمائیے وہ واقعہ یہ ہے۔

"۱۲ ربیع الاوّل کو علماء و رؤسائے شہر مسجد میں جمع ہوئے اور سید صاحب کو بھی اس مجلس (محفل میلاد) میں شرکت کی دعوت دی، ایک شخص نے آکر کہا کہ "آج ربیع الاوّل کی مجلس ہے فلاں فلاں شرفاء اور رؤسا آپ کو شرکت کی دعوت دیتے ہیں"۔ آپ آرام فرما رہے تھے اُٹھ کر بیٹھ گئے اور مولانا عبدالحی صاحب (بڈھانوی شاگرد و داماد حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ) سے فرمایا کہ "ان سے فرمائیے کہ اگر اس مجلس کا انعقاد محض لہو ولعب

---

[1] تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۲۷۶

کے لیے ہے تو ہم کو شرکت سے معذور رکھیں اور اگر عبادت کی نیت سے ہے تو اس کو کتاب وسنت سے ثابت کر دیں، اس لیے کہ ہم لوگ عبادت اور کارِ ثواب ہی کے لیے اپنے گھروں سے آئے ہیں۔ اگر ثابت ہو جائے گا تو میں بسر و چشم حاضر ہو جاؤں گا۔ ورنہ ہم کو اس سے کچھ تعلق نہیں" مولانا عبدالحی صاحب نے یہ مضمون اچھی طرح سمجھا دیا، قاصد نے جا کر یہ مضمون اہلِ مجلس کو پہنچا دیا حاضرین سن کر خاموش ہو گئے" [1]

غور فرمائیے حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کا یہ واقعہ ۱۲۳۸ھ/۱۸۲۲ء گویا آج سے تقریباً ایک سو بہتر [۱۷۲] سال پہلے کا ہے اُس زمانے کی مروجہ محفلِ میلاد میں آپ نے شرکت سے معذرت فرمائی جو اغلباً منہیات سے پاک ہوگی تو اس زمانے کی مروجہ محفلِ میلاد میں شرکت کا کیا جواز ہو سکتا ہے جو یقیناً غیر شرعی قیودات اور منہیات سے بھری ہوتی ہے۔

مروجہ محفلِ میلاد کے متعلق حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مکتوبِ گرامی

مروجہ محفلِ میلاد کے خلاف حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا وہ مکتوبِ گرامی قولِ فیصل کی حیثیت رکھتا ہے جو انہوں نے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے وصال مبارک کے بعد مقیمینِ خانقاہ کو بطور تنبیہ لکھا۔ خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"بستی فیروز آباد (دہلی) جو ہم فقراء کا ملجا و ماویٰ ہے اور ہمارے پیر و مرشد کا مرکز ہے اس میں اگر کوئی ایسی بات پیدا کی جائے جو

---

[1] منظورۃ السعداء بحوالہ سیرت سید احمد شہید مؤلفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ج ۱ صفحہ ۲۹

اس طریقے کے مخالف ہو تو ہم فقراء کے لیے یہ امر باعثِ تشویش واضطراب ہے۔ مخدوم زادگان (خواجہ عبداللہ) و (خواجہ عبیداللہ) اپنے والد بزرگوار کے طریقے کو محفوظ رکھنے کے لیے زیادہ ذمّہ دار ہیں، حضرت خواجہ احرار قدس سرّہٗ کے صاحبزادوں نے اپنے والدِ بزرگوار کے طریقے میں تغیّر آجانے کے بعد اُن کے اصل طریقے کی مخالفت کی اور تغیّر و تبدّل کرنے والوں سے مجادلہ کیا، چنانچہ آپ نے بھی اس کو سُنا ہو گا۔

ازروئے انصاف فرمائیے اگر بالفرض حضرت خواجہ (باقی باللہ) اس وقت دنیا میں موجود ہوتے اور یہ مجلس (مولود خوانی) منعقد ہوتی تو کیا وہ اس امر سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند فرماتے؟ فقیر کو یقین ہے کہ وہ ہرگز اس امر کو جائز نہ رکھتے بلکہ وہ اس سے منع فرماتے۔ مقصودِ فقیر اطلاع کرنا ہے میری بات کو قبول کیجیے یا نہ کیجیے۔ اگر مخدوم زادگان اور وہاں کے احباب اسی موضوع پر قائم رہے تو ہم فقیروں کو اُن کی صحبت سے محرومی کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ ہو گا۔۔۔۔ والسّلام اوّلاً و آخراً"۔ (مکتوب نمبر ۲۷۳ جلد اوّل)

مکتوب ۷۲ (جلد ثالث) میں خواجہ حسام الدّین احمد کو زوردار طریقے پر آخری بات تحریر فرماتے ہیں:

"مخدوما فقیر کے دل میں یہ آتا ہے کہ مولود خوانی کا دروازہ جب تک مطلقاً بند نہ کیا جائیگا۔ بوالہوس باز نہیں آئیں گے اگر تھوڑا بھی جائز رکھیں گے تو بہت تک نوبت پہنچ جائے گی"۔ [1]

---

[1] تجلیات ربانی، تلخیص و ترجمہ مکتوبات حضرت مجدّد الف ثانی از مولانا نسیم احمد فریدی امروہی شائع کردہ، کتب خانہ "الفرقان" ۳۱ گاؤں مغربی (نظیر آباد) لکھنؤ۔ یو۔ پی۔

۱۲ ربیع الاوّل اور سیرت کا جلسہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء) تحریر فرماتے ہیں -

" ایک مرتبہ ۱۲ ربیع الاوّل کے موقع پر حضرت (مدنی قدس سرہ) سہارنپور تشریف لائے ہوئے تھے، اہلِ شہر نے اصرار کیا کہ آج ہمارے یہاں سیرت کا جلسہ ہے، زکریا نے کہہ دیا کہ اب مولود کا نام سیرت ہوگیا۔ نہ معلوم حضرت مدنی قدس سرہ کس خیال میں تھے، سختی سے انکار فرما دیا کہ میں نہیں آؤں گا اور خوب ڈانٹا کہ تم لوگوں کو عقیدت ساری ۱۲ ربیع الاوّل ہی کو آتی ہے۔ سال میں کبھی توفیق ہوئی ہے جلسہ کرنے کی ؟ لوگوں نے کہا حضرت ہم تو ہر وقت متمنّی رہتے ہیں کوئی مانتا نہیں، سُناتا نہیں۔ حضرت نے فرمادیا کوئی سُننے کے لیے تیار ہو تو مَیں سُنانے کے لیے تیار ہوں، لوگوں نے اپنی حماقت میں استقبال کا خوب اظہار کیا، حضرت قدس سرہ نے ہر ہفتہ تشریف لانے کا وعدہ فرمالیا اور جمعرات کی رات اس کے لیے متعین ہوگئی۔ اس لیے کہ جمعہ حضرت کا کئی کئی ماہ کا پہلے سے موعود ہوتا تھا۔ تقریباً چار ماہ مسلسل اگر کسی دوسری جگہ کا طویل سفر نہ ہوتا تو حضرت جمعرات کی شب کو ساڑھے آٹھ بجے کی گاڑی سے تشریف لاتے اسٹیشن سے سیدھے جامع مسجد جاتے اور نماز کے بعد وعظ شروع فرماتے، ساڑھے بارہ ایک بجے اس سیہ کار کے گھر تشریف لاتے "۔ [1]

---

[1] آپ بیتی ج ۱ ص ۲۷

دس سورتیں دس چیزوں سے بچاتی ہیں

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"عشرة اشياء تمنع عشرة اشياء الفاتحة تمنع غضب الرب يٰسين تمنع عطش القيامة الدخان تمنع من احوال القيامة الواقعة تمنع الفقر و الفاقة الملك تمنع عذاب القبر، الكوثر تمنع خصومة الخصماء الكافرون تمنع الكفر عند النزع، الاخلاص تمنع النفاق، الفلق تمنع حسد الحاسدين، والناس تمنع الوسواس"[1]

دس چیزیں (سورتیں)، دس چیزوں سے بچاتی ہیں۔ (۱) سورۂ فاتحہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچاتی ہے (۲) سورۂ یٰسین قیامت کے دن پیاسے رہنے کے لیے مانع ہے (۳) سورۂ دخان قیامت کی ہولناکیوں سے بچاتی ہے (۴) سورۂ واقعہ فقر و فاقہ سے بچاتی ہے (۵) سورۂ ملک عذابِ قبر سے بچاتی ہے (۶) سورۃ الکوثر دشمنوں کی دشمنی سے بچاتی ہے (۷) سورۂ کافرون موت کے وقت کفر سے بچاتی ہے (۸) سورۂ اخلاص منافقت سے بچاتی ہے (۹) سورۂ فلق حاسدوں کے حسد سے بچاتی ہے (۱۰) سورۃ الناس وسوسوں سے بچاتی ہے۔

---

[1] الکنز المدفون ص ۹۸

چار چیزیں زہرِ قاتل ہیں اور چار چیزیں انکا تریاق ہیں

(۱)۔ "دنیا زہرِ قاتل ہے اور زہد (دنیا سے بے رغبتی) اس کا تریاق ہے (۲) مال زہرِ قاتل ہے زکوٰۃ اس کا تریاق ہے (۳) کلام (ہر وقت بولنا) زہر قاتل ہے اور ذکر اللہ اُس کا تریاق ہے (۴) دُنیا کی بادشاہت زہرِ قاتل ہے اور عدل وانصاف اس کا تریاق ہے۔" ؎[۱]

عطاء خداوندی

علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ (م ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء) فرماتے ہیں۔

"تمام رُوئے عالم کی بجلی کا وزن روشنی کے پیمانے سے ایک بٹہ چار چھٹانک ہے یعنی سوا تولہ، اور سُورج کی صرف وہ روشنی جو زمین تک پہنچتی ہے اور اس سے روشنی کے علاوہ نظام کائنات کے بے شمار کام سرانجام ہوتے ہیں وہ ایک بٹہ دو ارب ہے یعنی اگر اس کے دو ارب حصّے کر دیے جائیں تو صرف ایک حصّہ زمین پر واقع ہوتا ہے، چنانچہ اس روشنی کا وزن چار ہزار چار سو استّی من ہے اور اگر اس کی قیمت لگائی جائے تو کرّہ ارض کے دس ہزار سال کی کل آمدنی سورج کی ایک بٹہ دو ارب (روشنی) کی قیمت پوری نہیں کر سکتی ہے۔" ؎[۲]

اللہ کی عطا کے قربان جائیں وہ ہمیں اس روشنی سے بلا قیمت نواز رہا ہے۔

؎[۱] الکنز المدفون ص۹۶

؎[۲] ماہنامہ الحق ش ۳، ج ۱۹ ص ۳۲

شیطان کی ماں

امام رازیؒ (م ۶۰۶) تحریر فرماتے ہیں۔

" ایک واعظ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنی مجلسِ وعظ میں یہ بیان کیا کہ بندہ جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کے پاس ستر شیطان آتے ہیں اور اُس کے ہاتھ پاؤں اور دل سے چمٹ کر اُسے صدقہ کرنے سے روکتے ہیں، مجلسِ وعظ میں سے ایک صاحب یہ سُن کر بولے کہ میں ان ستر شیطانوں سے لڑوں گا چنانچہ وہ صاحب مسجد سے چلے اور اپنے گھر آئے، دامن کو گندم سے بھرا اور صدقہ کرنے کے ارادہ سے نکلے ان صاحب کی بیوی (نے دیکھا تو) کود کر آئی اور میاں سے لڑنے جھگڑنے لگی، حتیٰ کہ اُن کے دامن سے ساری گندم نکال ڈالی، وہ صاحب خائب و خاسر ہو کر دوبارہ مسجد چلے آئے واعظ نے پوچھا میاں کیا کر کے آئے؟ بولے ستر شیطانوں کو تو میں نے شکست دے دی تھی، لیکن کیا کرتا اُن کی ماں آپہنچی اور اس نے مجھے شکست دے دی"۔ [1]

بدفہم آدمی کا کوئی علاج نہیں

" ایک شخص کے لڑکے کی شادی تھی، لڑکے کے باپ نے ایک

---

[1] التفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی ج ۱ ص ۹۵

شخص سے دُولہا کے لیے دوشالہ لے لیا۔ دوشالے والے بھی بارات کے ہمراہ گئے۔ قاعدہ ہے کہ لوگ دُولہا کو دیکھنے کے واسطے آکر پوچھتے ہیں، کسی نے آکر پوچھا کہ دُولہا کون سا ہے؟ دوشالے والے صاحب بولے کہ دُولہا تو یہ ہے اور دوشالہ میرا ہے لڑکے کے باپ نے کہا کہ میاں تم بڑے مہمل آدمی ہو اس کے کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ دوشالہ میرا ہے، کہنے لگے کہ واقعی غلطی ہوئی اب احتیاط رکھوں گا، اتنے میں کسی اور نے دُولہا کو آکر پوچھا تو آپ کہتے ہیں کہ دُولہا تو یہ ہے دوشالہ میرا نہیں لڑکے والے نے کہا کہ میاں تم عجیب آدمی ہو اس ہی کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ دوشالے کا ذکر ہی کیا ضرور ہے، کہا کہ واقعی ضرورت نہ تھی۔ اب یہ بھی نہ کہوں گا۔ اتنے میں کسی نے پھر آکر دریافت کیا کہ دُولہا کون ہے؟ آپ کہتے ہیں کہ دُولہا تو یہ ہے اور دوشالے کا کوئی ذکر ہی نہیں، آخر لڑکے والے نے دوشالہ واپس کر دیا۔" [۱]

اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بھی بیکار نہیں پیدا کی

"گلزار ابراہیم" میں ایک حکیم کا قصہ لکھا ہے کہ ایک دن اُس کو پاخانے میں بیٹھے بیٹھے خیال ہوا کہ یہ پاخانے کا کیڑا کس کام آتا ہے اس میں بظاہر کوئی منفعت نہیں معلوم ہوتی ہے اس خیال کا آنا تھا کہ

---

[۱] الافاضات الیومیۃ ج ۱ ص ۱۴۸

چند روز میں اس کی آنکھیں اندھی ہوگئیں، بڑا گھبرایا، بہت علاج کیے مگر کچھ نفع نہ ہوا۔ اتفاق سے ایک دفعہ کوئی دوسرا حکیم اس بستی میں آیا جو آنکھوں کا علاج کرتا تھا۔ اُس اندھے حکیم نے بھی اس سے رجوع کیا، اُس نے کوئی دوا اس کی آنکھ میں لگا دی جس سے بہت جلد آنکھیں کھل گئیں اور اچھی طرح نظر آنے لگا اس نے حکیم سے پوچھا کہ اس دوا کے کیا کیا اجزاء ہیں تو دوسرے حکیم نے کہا کہ اس کا جزوِ اعظم (بڑا جز) گو (پاخانے) کا کیڑا ہے اس وقت اس (حکیم) کو تنبّہ ہوا کہ یہ غیب سے مجھ کو سزا دی گئی تھی، کیونکہ اس کو بے کار خیال کیا تھا، حق تعالےٰ نے اس طرح مجھ کو اس کا نفع بتلایا ہے۔" [۱]

تین عقلمند اور قیافہ شناس آدمی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دنیا میں تین آدمی بڑے عقل مند اور قیافہ شناس ثابت ہوئے۔

اوّل عزیزِ مصر جس نے اُن کے (حضرت یوسف علیہ السلام کے) کمالات کو اپنے قیافہ سے معلوم کر کے بیوی کو یہ ہدایت دی (اَکْرِمِیْ مَثْوَاہُ؛ کہ وہ یُوسف علیہ السّلام کی بود و باش کا اچھا انتظام کرے۔

دوسرے شعیب علیہ السّلام کی وہ صاحبزادی جس نے مُوسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں اپنے والد سے کہا یَا اَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ

---

[۱] حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات ص ۴۴

اِسْتَاجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ یعنی ابّا جان ان کو ملازم رکھ لیجئے اس لیے کہ بہترین ملازم وہ شخص ہے جو قوی بھی ہو اور امانت دار بھی،

تیسرے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے اپنے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے منتخب فرمایا۔ [۱]

اولین القاب یافتہ لوگ

سب سے پہلے خلیفہ کا لقب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ملا، سب سے پہلے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا گیا، سب سے پہلے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا لقب قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کو ملا، سب سے پہلے وزیر، ابوسلمہ حفص بن سلیمان الخلال کو کہا گیا۔ یہ ابو العباس سفّاح کے وزیر تھے، سب سے پہلے سلطان امیر ناصر الدین سبکتگین کے بیٹے، محمود غزنوی کو کہا گیا، سب سے پہلے مَلِکْ عضد الدولۃ فناخسرو کو کہا گیا، سب سے پہلے الامیر الکبیر کا لقب مصر میں شیخو کو ملا، [۲]

مختلف اقوام و ممالک کے بادشاہوں کے القاب

زمانۂ قدیم میں یہ روایت تھی کہ بادشاہ نام کے بجائے القاب سے یاد کیے جاتے تھے۔ حافظ بدرالدین محمود عینی رحمہ اللہ (م ۸۵۵ھ) نے "عمدۃ القاری فی شرح البخاری" میں چند اقوام اور چند ممالک کے بادشاہوں کے القاب ذکر کیے ہیں،

---

[۱] تفسیر ابن کثیر عربی ج ۲ ص ۳۷۴

[۲] الوسائل الی معرفۃ الاوائل ص ۸۴

آپ لکھتے ہیں کہ

"فارس[1] کے بادشاہ کا لقب کسریٰ ہوتا تھا، ترک[2] (ترکستان) کے بادشاہ کا لقب خاقان ہوتا تھا، حبشہ[3] (ایتھوپیا) کے بادشاہ کو نجاشی کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، قبطیوں[4] کے بادشاہ کا لقب فرعون ہوتا تھا، مصر[5] کے بادشاہ کا لقب عزیز (اور فرعون) ہوتا تھا حمیر[6] کے بادشاہ کا لقب تُبَّع ہوتا تھا، ہندوستان[7] کے بادشاہ کا لقب دہمی ہوتا تھا، چین[8] کے بادشاہ کا لقب فغفور ہوتا تھا، زنجیوں[9] (کالوں) کے بادشاہ کا لقب غانہ ہوتا تھا، یونان[10] کے بادشاہ کا لقب بطلیموس ہوتا تھا، یہودیوں[11] کے بادشاہ کا لقب قیطون یا مانح ہوتا تھا، بربر[12] (جو مغربی افریقہ کی ایک قوم ہے اُن) کے بادشاہ کا لقب جالوت ہوتا تھا، صائبہ[13] کے بادشاہ کا لقب نمرود ہوتا تھا یمن[14] کے بادشاہ کا لقب تُبَّع ہوتا تھا، فرغانہ[15] کے بادشاہ کا لقب اخشید ہوتا تھا، عرب[16] کے بادشاہ کا لقب عجم سے پہلے نعمان ہوتا تھا، افریقہ[17] کے بادشاہ کا لقب جرجیر ہوتا تھا، خلاط[18] کے بادشاہ کا لقب شہرمان اور سندفور ہوتا تھا، خزر[19] کے بادشاہ کا لقب رتبیل ہوتا تھا، نوبہ[20] کے بادشاہ کا لقب کابل ہوتا تھا، صقالیہ[21] کے بادشاہ کا لقب ماجد ہوتا تھا، ارمن[22] کے بادشاہ کا لقب تقفور ہوتا تھا، اجاست[23] کے بادشاہ کا لقب خداوندکار ہوتا تھا، اشروشنہ[24] کے بادشاہ کا لقب افشین ہوتا تھا، خوارزم[25] کے بادشاہ کا لقب خوارزم شاہ ہوتا تھا، جرجان[26] کے بادشاہ کا لقب صول ہوتا تھا، آذربائیجان[27] کے بادشاہ کا لقب اصبہبن ہوتا تھا، طبرستان[28] کے

بادشاہ کا لقب سالار ہوتا تھا،،[1] یاد رہے کہ روم اور شام کے بادشاہ کو قیصر کہا جاتا تھا۔[2]

چار بادشاہ

علامہ سلیمان الجمل لکھتے ہیں۔

"وجملۃ من ملکھا کلھا اربعۃ اثنان مؤمنان واثنان کافران فالمؤمنان سلیمان وذوالقرنین والکافران نمرود وبخت نصر"[3]

کل روئے زمین پر حکمرانی کرنے والے بادشاہ چار ہوئے ہیں جن میں سے دو مومن تھے اور دو کافر، مومن بادشاہ تو سلیمان علیہ السلام اور سکندر ذوالقرنین تھے اور کافر بادشاہ نمرود اور بخت نصر تھے۔

ایک عجیب رات

دنیا میں ایک ایسی رات بھی گزری ہے جس میں ایک خلیفہ کا انتقال ہوا دوسرا اس کی جگہ تخت نشین ہوا اور تیسرا پیدا ہوا مرنے والا خلیفہ مہدی کا بیٹا ہادی ہے۔ تخت نشین ہونے والا ہادی کا بھائی ہارون الرشید ہے اور پیدا ہونے والا ہارون الرشید کا بیٹا مامون رشید ہے۔[4]

---

[1] عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۷۹

[2] تفسیر القرآن العظیم ج ۱ ص ۹۰ زیر آیت واذ نجینا کم من آل فرعون

[3] حاشیہ الجمل علی الجلالین ج ۱ ص ۲۱۰

[4] تاریخ الخلفاء عربی طبع مصر ص ۲۸۳

نیک نیت کا پھل

جہانگیر بادشاہ (م ۱۰۳۷ھ) اپنی توزک میں لکھتا ہے :

"ایک سلطان گرمی کے موسم میں ایک باغ کے دروازہ پر پہنچا، وہاں ایک بوڑھا باغبان کھڑا تھا، اُس کو دیکھ کر سلطان نے پوچھا کیا اس باغ میں انار ہے۔ باغبان نے کہا "ہے"، سلطان نے کہا ایک پیالہ انار کا رس لاؤ۔ باغبان کی ایک لڑکی صورت کے جمال اور سیرت کے حسن سے آراستہ تھی۔ باغبان نے اس سے انار کا رس لانے کو کہا وہ گئی اور ایک پیالہ بھر کر انار کا رس لے آئی۔ پیالہ پر انار کی کچھ پتیاں رکھی ہوئی تھیں سلطان نے اس کے ہاتھ سے پیالہ لیا اور پُورا پی گیا، پی کر اُس لڑکی سے پوچھا پیالہ کے رس کے اُوپر تم نے پتیاں کس لیے رکھ دی تھیں، لڑکی زبان کی فصیح اور اپنی اداؤں میں بڑی ملیح تھی، اُس نے عرض کیا، اس گرمی میں آپ پسینہ میں غرق تھے۔ رس کا ایک سانس میں پی جانا آپ کے لیے مناسب نہ تھا۔ میں نے احتیاطاً اس پر پتیاں ڈال دی تھیں کہ آپ آہستہ آہستہ اس کو نوش جان فرمائیں، سلطان کو یہ حسنِ ادا بہت پسند آگیا اور اس کے جی میں آیا کہ اس لڑکی کو اپنے محل میں داخل کرلیں، اس کے بعد اس باغبان سے پوچھا کہ تم کو ہر سال اس باغ سے کیا حاصل ہوتا ہے اس نے جواب دیا "تین سو دینار" سلطان نے پوچھا دیوان کو کیا دیتے ہو، باغبان نے کہا میرا بادشاہ درخت سے کچھ نہیں وصول کرتا ہے، بلکہ کھیتی سے

عشر لیتا ہے۔ سلطان کے دل میں یہ خیال گزرا کہ میری مملکت میں بہت سے باغ اور درخت ہیں اگر باغ سے بھی عشر لیا جائے تو پھر بہت روپے جمع ہو جائیں اور رعیت کو بھی زیادہ نقصان نہ پہنچے اس لیے میں حکم دوں گا کہ باغات کے محصولات سے بھی خراج لیا جائے یہ سوچ کر اس نے انار کا رس پھر پینے کو مانگا۔ لڑکی رس لانے گئی تو بہت دیر میں آئی جب پیالہ لائی تو سلطان نے کہا کہ پہلی بار تم گئیں تو بہت جلد آئیں اور انار کا رس بھی بہت لائیں، اس مرتبہ بہت انتظار کے بعد تم آئیں اور انار کا رس بھی کم لائیں لڑکی نے کہا کہ پہلی بار ایک انار میں پیالہ بھر گیا تھا۔ اس مرتبہ میں نے پانچ چھ انار نچوڑے، پھر بھی رس پورا نہیں ہوا، یہ سن کر سلطان کو حیرت ہوئی باغبان نے عرض کیا محصول کی برکت بادشاہ کی نیک نیت پر منحصر ہے میرا خیال ہے کہ آپ بادشاہ ہیں۔ آپ نے جس وقت باغ کی آمدنی مجھ سے پوچھی اسی وقت آپ کی نیت میں تبدیلی پیدا ہوئی اور پھل سے برکت چلی گئی، یہ سن کر سلطان متأثر ہوا اور پھر دل سے باغ کی آمدنی کا خیال دور کر دیا، اس کے بعد پھر انار کا رس مانگا، لڑکی گئی اور جلد ہی پیالہ بھر کر انار کا رس لے آئی اور خوش خوش ہنستے ہوئے سلطان کے ہاتھ میں دے دیا، سلطان نے باغبان کی فراست کی داد دی اور پھر اپنے دل کی بات بتائی اور اس کی لڑکی کا خواستگار ہوا۔"[1]

---

[1] تزک جہانگیری صفحہ ۲۵۳ بحوالہ ہندوستان کی بزم رفتہ کی سچی کہانیاں ج ۲ صفحہ ۱۴۹

اسلامی رواداری

ایک مرتبہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک مکان پر تشریف لے گئے دیکھا تو ایک بوڑھا نابینا بھیک مانگ رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں "یہودی" ہوں آپ نے دریافت کیا کہ کس چیز نے تجھ کو بھیک مانگنے پر مجبور کیا؟ اس نے جواب دیا کہ ادائے جزیہ، معاشی ضرورت اور ضعف پیری نے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے مکان پر لے جا کر جو موجود تھا اُس کو دیا پھر بیت المال کے خزانچی کے پاس فرمان بھیجا۔

"اُنْظُرْ هٰذَا وَضُرَبَائَهُ فَوَاللّٰهِ مَا اَنْصَفْنَاهُ اِنْ اَكَلْنَا شَيْبَتَهُ ثُمَّ نَخْذُلُهُ عِنْدَ الْهَرَمِ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْفُقَرَآءُ هُمُ الْمُسْلِمُوْنَ وَهٰذَا مِنَ الْمَسَاكِيْنِ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَوَضَعَ عَنْهُ الْجِزْيَةَ وَعَنْ ضُرَبَائِهِ الخ"[1]

یہ اور اسی قسم کے دوسرے حاجت مندوں کی تفتیش کرو، خدا کی قسم ہم ہرگز انصاف پسند نہیں ہو سکتے اگر ان (ذمیوں) کی جوانی کی محنت (جزیہ) تو کھائیں اور ان کی پیری کے وقت اُن کو بھیک کی ذلت کے لیے چھوڑ دیں، قرآن عزیز میں ہے انما الصدقات للفقراء والمساکین۔ میرے نزدیک یہاں فقراء سے مسلمان مفلس

---

[1] کتاب الخراج بحوالہ اسلام کا اقتصادی نظام صد ۱۵۱

مراد ہیں اور مساکین سے اہلِ کتاب کے غُربا و فقراء[1] اس کے بعد حضرت عمرؓ نے تمام ایسے لوگوں سے جزیہ بھی معاف کر دیا اور ان کا وظیفہ بھی بیت المال سے مقرر کر دیا۔

ماں کی مامتا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "

" دو (چھوٹی بڑی) عورتیں اپنے بچے کو لے کر جا رہی تھیں کہ اچانک ایک بھیڑیا آیا اور اُن میں سے ایک کے بچے کو اُچک کر لے گیا۔ دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔ بڑی کہنے لگی کہ تیرے بچے کو لے گیا ہے چھوٹی کہنے لگی تیرے بچے کو لے گیا ہے، دونوں نے یہ طے کیا کہ حضرت داؤد علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے فیصلہ کرواتے ہیں، چنانچہ وہ اُن کے پاس گئیں، آپ نے بڑی کے حق میں فیصلہ دے دیا، یہ دونوں یہاں سے چلیں تو راستے میں حضرت سلیمان علیہ السّلام کے پاس سے ان کا گزر ہوا انہوں نے اِن سے پوچھا کہ تمہارے درمیان کیا فیصلہ ہوا؟ ان میں سے ایک (چھوٹی) بولی کہ بڑی کے حق میں فیصلہ صادر ہو گیا ہے (آپ معاملہ کو بھانپ گئے اور) فرمایا چھری لاؤ میں اس بچے کے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں چھوٹی بولی خدا کے لیے ایسا نہ کیجئے یہ بچہ بڑی

---

[1] یاد رہے کہ غیر مسلموں کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں البتہ دیگر صدقاتِ نافلہ انہیں دیئے جا سکتے ہیں۔

کو ہی دے دیجئے، (حضرت سلیمان علیہ السّلام چھوٹی عورت کی یہ حالت دیکھ کر سمجھ گئے کہ یہ بچّہ اسی کا ہے) چنانچہ آپ نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ دے دیا اور بچّہ اسے دِلوا دیا۔" لہ

باپ کی شفقت اور ایثار

بابر نے ابراہیم لودھی پر پانی پت کے میدان میں ۹۱۰ھ میں فتح پاکر آگرہ کو اپنا دار السلطنت بنایا تو اس نے یہاں حکومت کر کے اپنی سلطنت کی حدود کو ہندوستان کے پچھم میں بھیرہ پورب میں بہار، اتر میں ہمالیہ اور دکھن میں چندیری تک بڑھایا، ہندوستان میں اس کی حکومت پانچ سال پانچ روز تک رہی اور یکایک جس طرح وفات پا گیا وہ باپ بیٹے کی محبت کی ایک بہت ہی پُرکیف داستان ہے اُس نے اپنی وفات سے کچھ روز پہلے اپنے بڑے لڑکے ہمایوں کو سنبھل بھیجا وہاں سے اُس کی علالت کی خبر آئی، اس کی علالت کی طوالت سے بابر بے حد پریشان ہوا، اور آخر میں جس طرح اپنی جان قربان کی اس کی داستان کچھ اس کی لڑکی گلبدن بیگم اور کچھ ابوالفضل کی زبانی سُنیے، گلبدن بیگم ہمایوں کی سوتیلی بہن تھی، لیکن وہ ہمایوں کی ماں کو اپنی ہی ماں کے برابر سمجھتی رہی، وہ اُس کو حضرت بیگم اور آکام کے نام سے یاد کرتی ہے، گلبدن بیگم لکھتی ہے۔

اس اثنا میں دہلی سے مولانا محمد فرغولی کا ایک عریضہ آیا جس میں لکھا تھا کہ ہمایوں میرزا بیمار ہیں اور اُن کا عجب حال ہو گیا ہے، اس خبر کو سن کر حضرت بیگم جلد از جلد دہلی آجائیں کہ مرزا بہت بیقرار ہیں یہ معلوم کر کے حضرت آکام بہت بے چین ہو گئیں

لہ نسائی عربی ج ۲ ص ۲۶۱

اس طرح جلیسے پانی کے بغیر کوئی پیاسا ہو وہ دہلی روانہ ہوگئیں، دونوں کی ملاقات متھرا میں ہوگئی جلیسا کہ سُنا تھا اس سے دس گنا زیادہ ہمایوں میرزا کمزور اور مجہول نظر آئے وہاں سے دونوں یعنی ماں اور بیٹے مریم اور عیسیٰ کی طرف آگرہ کی طرف روانہ ہوئے اور جب وہ آگرہ پہنچے تو یہ حقیر اپنی بہنوں کے ساتھ حضرت فرشتہ خصال کی خدمت میں حاضر ہوئی وہ زیادہ سے زیادہ کمزور ہو رہے تھے لیکن اس پر بھی جب بیہوشی سے ہوش میں آجاتے تو اپنی زبان درفشاں سے ہم لوگوں کے بارے میں پوچھتے اور فرماتے، بہنو! خوش آمدید! آؤ تم کو گلے لگائیں، اب تک تو تم کو گلے نہیں لگایا ہے، تین مرتبہ سر اُٹھا کر اپنی زبان گوہر افشاں سے یہی کہہ کر سرفراز کیا اور جب حضرت بادشاہ (یعنی بابر) آتے اور انہوں نے بیماری کا حال معلوم کیا اور اُن کو دیکھا تو ان کا چہرہ نور افشاں کلفت سے بھر گیا اور ان پر رقت طاری ہوگئی اور زیادہ سے زیادہ پریشانی ظاہر کرنے لگے، اس اثناء میں حضرت آکام نے کہا آپ میرے لڑکے سے غافل ہیں، آپ بادشاہ ہیں، آپ کو کیا غم ہے، آپ کے اور دوسرے لڑکے بھی ہیں، مجھ کو غم ہے کہ یہ میرا اکلوتا لڑکا ہے حضرت بادشاہ نے جواب دیا، "ماہم! اگرچہ میرے اور بھی لڑکے ہیں، لیکن کسی کو تمہارے ہمایوں کے برابر محبوب نہیں رکھتا، یہ سلطنت یہ بادشاہت اور یہ روشن دُنیا صرف اس یگانۂ جہاں نادرہ دوراں، کامگار برخوردار فرزند دلبند ہمایوں کے لیے چاہتا ہوں نہ کہ دوسروں کے لیے"۔

اس کے بعد کی تفصیل ابوالفضل کی زبانی سُنیے۔

حضرت جہانبانی (ہمایوں) کے معالجہ کی تمام تدبیریں کی گئیں لیکن مزاج صحت کی طرف رجوع نہ ہُوا جب مرض طویل ہوگیا تو ایک دن حضرت بادشاہ جمنا کے کنارے دانایانِ عصر کے ساتھ بیٹھے علاج کی تدبیریں سوچ رہے تھے،

میر ابو البقا بڑے افاضل روزگار میں تھے، انہوں نے عرض کیا کہ پہلے زمانہ کے عقلمندوں نے بتایا کہ ایسی حالت میں جبکہ اطباء علاج سے عاجز ہو رہے ہوں تو پھر دوسری تدبیر یہ ہے کہ بہترین چیزیں صدقہ میں دی جائیں تاکہ درگاہِ الٰہی سے صحت ہو جائے، حضرت بادشاہ نے فرمایا کہ ہمایوں کے نزدیک میں ہی بہترین چیز ہوں اور وہ مجھ سے زیادہ اور کوئی چیز قیمتی نہیں رکھتا ہے میں خود ہی اس کے لیے فدا ہو جاؤں گا، ایزد جہاں آفریں قبول کریں، خواجہ خلیفہ اور دوسرے مقربانِ بساط نے عرض کیا کہ وہ (یعنی ہمایوں) عنایت الٰہی سے جلد شفا پائیں گے اور آپ کے سایۂ دولت میں اپنی عمر طبعی کو پہنچیں گے۔ ایسی بات اپنی زبان اقدس پر نہ لائیں، پہلے زمانہ کے بزرگوں نے جو کچھ کہا ہے اس کو نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بہترین مالِ دُنیا تصدق کیا جائے، وہ بیش قیمت ہیرا[ع] جو غیبی طور پر ابراہیم کی جنگ میں ہاتھ آگیا، اور جس کو آپ نے ان (ہمایوں) کو دے دیا، صدقہ کرنا چاہیئے، فرمایا مالِ دُنیا کیا وقعت رکھتا ہے جو ہمایوں کا بدلہ ہو سکے، اپنے کو میں فدا کرتا ہوں کہ اس پر سخت وقت آپڑا ہے۔ اب میری طاقت سے باہر ہے کہ اُس کی بے چینی کو دیکھوں اس کے بعد وہ خلوتِ مناجات میں گئے اور خاص عبادت کی جو ایسے پاک طبقہ والوں کے لیے مناسب ہوتی ہے اور تین بار حضرت جہانبانی جنت آشیانی (ہمایوں) کے گرد چکر لگایا، جب اُن کی دُعاؤں کو اجابت کی عزّت حاصل ہو گئی تو انہوں نے گرانی محسوس کی اور فرمایا

برداشتیم، برداشتیم

ع یہ تقریباً ۳ تولہ کا تھا جوہریوں کا خیال تھا کہ ساری دنیا کی ایک دن کی آمدنی کے برابر اس کی قیمت ہے (تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۵۹۵)

فوراً ان کو عجیب قسم کا بخار آ گیا، حضرت جہانبانی (ہمایوں) کے مرض میں کمی ہونے لگی اور تھوڑی مدت میں صحت کامل ہو گئی اور حضرت بادشاہ کی بیماری روز بروز بڑھتی گئی اور اختلالِ مزاج زیادہ ہوتا گیا ...... یہاں تک کہ ۶ جمادی الاوّل ۹۳۷ھ کو چار باغ میں جو جمنا کے کنارے سرسبز ہو کر بہارِ اقبال بنا ہوا تھا، اس عالم بے وفا سے رخصت ہوئے۔ (تفصیل کے لیے ہمایوں نامہ از گلبدن بیگم ص ۶۰، و اکبر نامہ از ابوالفضل جلد اوّل ص ۱۱۷ - ۱۱۶) [1]

اولاد کی بڑی سے بڑی خدمت بھی ماں کی ذراسی مشقت کا بدل نہیں بن سکتی

علامہ شہاب الدین احمد قلیوبی شافعی رحمہ اللہ (م ۱۰۶۹ھ) تحریر فرماتے ہیں۔ "حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک بزرگ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک بوڑھی عورت کو (کندھے پر) اٹھائے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے۔ بزرگ نے اس شخص سے عورت کے متعلق استفسار کیا تو اس نے بتلایا کہ یہ میری ماں ہے اور میں سات برس سے اسی طرح اٹھائے ہوئے ہوں، میرے آقا یہ بتلائیے کہ کیا میں نے اس کا حق ادا کر دیا ہے؟ وہ بزرگ بولے کہ نہیں ہرگز نہیں، اگر تمہاری عمر ہزار برس بھی ہو جائے اور تم اسے اسی طرح اٹھائے رہو تو تمہارا یہ اٹھانا ان راتوں میں سے ایک رات کے برابر بھی نہیں ہو سکتا جن میں تمہاری والدہ تمہیں گود میں لے کر کھڑی رہی تھی اور تمہیں اپنے پستانوں سے دودھ پلایا تھا وہ شخص یہ سن کر رو دیا اور چلا گیا۔" [2]

---

[1] ہندوستان کی بزم رفتہ کی سچی کہانیاں ج ۲، ص ۱۳ تا ۱۴۔

[2] قلیوبی عربی ص ۱۲۱۔

اللہ دیکھ رہا ہے

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۲ء) فرماتے ہیں کہ

"میں جن زمانے میں دہلی کہنہ میں رہتا تھا۔ کوچہ انبیاء میں ایک سید کے گھر ایک پوربی باندی رہتی تھی جو بالکل جاہلہ تھی اور نماز کی بھی پابند نہ تھی چونکہ وہ عمر رسیدہ ہو گئی تھی اور گھر کے تمام صاحبزادوں پر اپنا حق رکھتی تھی۔ اس لیے وہ لوگ اس کی بڑی خدمت اور دیکھ بھال کرتے تھے جب اس کا آخری وقت ہوا تو وہ ایک آواز پوربی لہجے میں بلند کرتی تھی جس کا مطلب، مفہوم کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ حکماء و صلحاء کو بلا کر دریافت کیا گیا کچھ نہ معلوم ہوا۔ آخر میرے چچا شاہ اہل اللہؒ کے بلانے کی نوبت آئی۔ وہ تشریف لے گئے انہوں نے معلوم کر لیا کہ اس کی زبان سے لَا تَخَافِیْ۔ لَا تَحْزَنِیْ (اے عورت مت خوف کر مت غمگین ہو) نکل رہا ہے، چچا صاحبؒ نے اس کے تیمارداروں سے فرمایا کہ اس سے دریافت کرو کہ یہ الفاظ کس وجہ سے کہہ رہی ہے۔ بڑی کوشش کے بعد اس نے جواب دیا کہ ایک جماعت (فرشتوں کی آئی ہوئی ہے اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل رہے ہیں جو میری زبان پہ آ گئے۔) پھر آپ نے دریافت کرایا کہ کیا تو ان الفاظ کا مطلب سمجھ رہی ہے؟ اس نے کہا مجھے تو بس اتنا محسوس ہو رہا ہے کہ یہ جماعت مجھے تسلی دے رہی ہے۔ پھر چچا صاحب

نے فرمایا کہ اس سے دریافت کرو کس عمل کی وجہ سے یہ تسلی دی جا رہی ہے؟ اس نے کچھ دیر کے بعد کہا کہ یہ حضرات کہہ رہے ہیں کہ تیرے پاس اور اعمالِ خیر تو نہیں ہیں، البتہ تو ایک دن موسم گرما میں گھی لینے کے لیے بازار گئی تھی جب تو نے گھی لا کر گھر میں جوش دیا تو اس میں سے ایک روپیہ نکلا۔ اول تو نے چاہا کہ اس روپے کو چپکے سے اپنے پاس رکھ لے، اپنے کام میں لائے اس لیے کہ کسی کو اس راز کی خبر نہ تھی، پھر یہ خیال کر کے کہ حق تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے تو نے وہ روپیہ دکاندار کو لوٹا دیا۔ تیرا یہ عمل اللہ کے یہاں پسند ہوا، اسی کی وجہ سے ہم تجھ کو بشارت دے رہے ہیں۔" [1]

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نانی محترمہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں رات کی تاریکی میں گشت فرما رہے تھے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ آپ جب گشت لگاتے لگاتے تھک گئے تو ایک دیوار کے کنارے بیٹھ گئے۔ اچانک گھر سے آواز آئی کوئی عورت اپنی بیٹی سے کہہ رہی ہے۔ "بیٹی اٹھ دودھ میں پانی ملا دے"۔ بیٹی کہتی ہے اماں آپ کو امیر المومنین کا حکم معلوم نہیں؟ ماں بولی! امیر المومنین نے کیا حکم دیا ہے؟ بیٹی نے کہا کہ امیر المومنین نے حکم دیا ہے کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے۔ ماں بولی تو پانی ملا دے تجھے کونسا امیر المومنین اس وقت دیکھ رہے ہیں؟ بیٹی بولی! نہیں اماں

---

[1] ماہنامہ دار العلوم ج ۸ ش ۲ ص ۴۰

ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں لوگوں کے سامنے تو امیر المؤمنین کی اطاعت کروں اور خلوت میں ان کی نافرمانی کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ماں بیٹی کی یہ باتیں سن رہے تھے، غلام سے فرمایا، اسلم! اس دروازے پر نشان لگا دو اور اس جگہ کو یاد رکھو۔ صبح ہوئی تو آپ نے اسلم سے کہا کہ اسلم جاؤ دیکھ کر آؤ یہ باتیں کرنے والی عورتیں کون تھیں اور آیا ان کے شوہر ہیں یا نہیں؟ حضرت اسلم فرماتے ہیں۔ میں نے اس جگہ آکر معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ دودھ میں پانی ملانے کا مشورہ دینے والی عورت ماں ہے اور منع کرنے والی بیٹی ہے۔ جو غیر شادی شدہ ہے اور گھر میں مرد کوئی نہیں ہے۔ یہ معلومات حاصل کر کے میں نے امیر المؤمنین کو اطلاع دی، آپ نے اپنے صاحبزادوں کو جمع کیا اور فرمایا تم میں سے کسی کو شادی کی ضرورت ہو تو بتلاتے میں اس کی شادی اس لڑکی سے کیے دیتا ہوں، اگر مجھے نکاح کی ضرورت ہوتی تو میں خود اس لڑکی سے نکاح کرتا، حضرت عبداللہ رضؓ اور حضرت عبدالرحمٰن رضؓ دونوں نے عرض کیا کہ ہماری تو پہلے ہی بیویاں موجود ہیں مزید کی ضرورت نہیں حضرت عاصم رضؓ بولے اباجان میری شادی نہیں ہوئی اس لیے اس سے میری شادی کر دیں، چنانچہ آپ نے اپنے صاحبزادے عاصم رضؓ کی شادی اس لڑکی سے کر دی، اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بیٹی عطا کی اس بیٹی سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ پیدا ہوئے۔ [1]

اس لحاظ سے وہ لڑکی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی نانی ہوئی، حضرت عاصم رضؓ نانا ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پرنانا ہوئے۔

---

[1] صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۱۲۱

حضرت میمونہ سوداُ رحمہا اللہ

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ (م ۱۸۷ھ) فرماتے ہیں:

" کہ حضرت عبدالواحد[1] بن زید رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ سے متواتر تین رات یہ دُعا مانگی کہ " اے اللہ مجھ کو جنت کی رفیقۂ حیات دکھا دے"۔ فرماتے ہیں ایک روز رات کو خواب میں کسی نے کہا کہ میمونۂ سوداء تمہاری جنت کی رفیقۂ حیات ہے۔ مَیں نے کہا کہ وہ کہاں ہے؟ کہنے والے نے جواب دیا کہ کوفہ میں فلاں قبیلہ سے تعلق رکھتی ہے۔ حضرت عبدالواحد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ خواب دیکھ کر میں کوفہ پہنچا اور لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھا، لوگوں نے بتلایا کہ وہ تو ایک دیوانی عورت ہے اور ہماری کچھ بکریاں چراتی رہتی ہے، میں نے کہا مَیں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ جنگل چلے جاؤ چنانچہ مَیں اس کی تلاش میں جنگل پہنچ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ نماز پڑھ رہی ہے، سامنے عصا پڑا ہے خود اس نے اُون کا جُبّہ پہنا ہوا ہے جس پر لکھا ہوا ہے " لَا تُبَاعُ وَلَا تُشْتَرٰی " نہ یہ بیچا جاتا ہے نہ خریدا جاتا ہے، اور اس کی بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ پھر رہی ہیں نہ تو بھیڑیئے بکریوں کو کھاتے ہیں نہ بکریاں بھیڑیوں سے خوفزدہ ہوتی ہیں۔ جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو

---

[1] آپ حضرت امام زین العابدین رحمہ اللہ کے پوتے، حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ کے خلیفہ اور حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کے شیخ تھے۔

اس نے نماز مختصر کر دی اور کہا " ابن زید واپس جاؤ ابھی وقت نہیں
آیا ہے " میں نے اس سے کہا خدا تجھ پر رحم کرے تجھے کس نے
بتلا دیا کہ میں " ابن زید " ہوں وہ بولی کیا تمہیں پتہ نہیں کہ روحیں
اللہ کا لشکر ہیں جو ایک جگہ اکٹھی ہیں ان میں سے جن میں وہاں
تعارف ہو جاتا ہے وہ یہاں بھی ایک دوسرے سے محبت کرتی
ہیں اور جن میں وہاں تعارف نہیں ہوتا وہ یہاں بھی الگ تھلگ
رہتی ہیں، میں نے اس سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کر کہنے لگی
اس واعظ پر تعجب ہے جسے نصیحت کی ضرورت ہو " مجھے
یہ خبر پہنچی ہے کہ جب بندہ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی کوئی چیز عطا کی
وہ پھر بھی اس کی طلب میں رہا تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنی خلوت
کی چاہت سلب فرما لیتے ہیں، قرب کو بعد سے بدل دیتے
ہیں اور انس کے بجائے وحشت اس کے دل میں بٹھا دیتے
ہیں ۔" پھر اس نے چند عبرت ناک اشعار پڑھے میں نے کہا
کہ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں کہ بھیڑیے بکریوں کے ساتھ پھر رہے
ہیں نہ تو بکریاں بھیڑیوں سے ڈرتی ہیں اور نہ ہی بھیڑیے بکریوں
کو کھاتے ہیں، ایسا کیوں ہے ؟ اس نے کہا کہ جاؤ ایسی باتیں مت
کرو۔ میں نے چونکہ اپنے اور مولائے کریم کے درمیان معاملہ درست
رکھا ہوا ہے اس لیے اس نے بھیڑیے اور بکریوں میں موافقت
پیدا فرما دی ہے۔ [1]

---

[1] صفۃ الصفوۃ ج ۳ ص۱۲۱ روض الریاحین فی حکایات الصالحین ص۸۳

غمِ آخرت

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء) مفتی عزیز الرحمٰن[1] رحمہ اللہ کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں ۔

" غمِ آخرت کا قلب پر تسلط یہ تھا کہ " جلالین " شریف کے درس میں ایک دن خود ہی یہ واقعہ ارشاد فرمایا کہ " میں ایک شب سونے کے لیے لیٹا تو اچانک قلب میں یہ اشکال وارد ہوا کہ قرآنِ کریم نے یہ دعویٰ فرمایا ہے کہ

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی انسان کے کام اسی کی سعی آئیگی جس کا واضح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آخرت میں کسی کے لیے غیر کی سعی کارآمد نہ ہوگی اور حدیث نبوی میں ایصالِ ثواب کی ترغیب آئی ہے جس سے تخفیفِ عذاب ، رفعِ عقاب اور ترقیِ درجات کی صورتیں ممکن بتلائی گئی ہیں ۔ نیز شفاعتِ انبیاء و صلحاء شفاعتِ حفاظ و شہداء سے رفعِ عذاب اور نجات اور ترقیٔ درجات کا وعدہ دیا گیا ہے ، جس سے صاف اور نمایاں ہے کہ آخرت میں غیر کی سعی بھی کارآمد ہوگی ۔ پس یہ آیت و روایت میں کھلا تعارض ہے فرمایا کہ اس کا حل سوچتا رہا ، مگر ذہن میں نہ آیا ۔ بالآخر سوچتے سوچتے یہ خوف قلب پر طاری ہوا کہ جب آیت و روایت میں یہ

---

[1] آپ دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے باضابطہ مفتی تھے ۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب دیوبندی رحمہ اللہ خلیفہ حضرت شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز تھے ، ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء میں آپ کا انتقال ہوا ۔

تعارض ذہن میں جاگزیں ہے اور حل ذہن میں نہیں ہے تو گویا اس آیت پر میرا ایمان سست اور مضمحل ہے اور اگر اس حالت میں موت آگئی تو میں قرآن کی ایک آیت میں خلجان اور ریب کی سی کیفیت لے کر جاؤں گا اور ایسی حالت کے ساتھ حق تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گا کہ قرآن کے ایک حصّہ پر میرا ایمان سست اور مضمحل ہوگا تو میرا انجام کیا ہوگا ؟ اور کیا اس خاتمہ کو حسنِ خاتمہ کہا جاسکے گا ؟ اس دھیان کے آتے ہی فکرِ آخرت اس شدّت سے دامن گیر ہوا کہ میں اسی چارپائی سے اُٹھ کھڑا ہوا، اور سیدھے گنگوہ کی راہ لی۔ مقصد یہ تھا کہ راتوں رات گنگوہ پہنچ کر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ سے یہ اشکال حل کروں کہ میرا ایمان صحیح ہو اور حسنِ خاتمہ کی توقع بندھے۔

حالانکہ آپ پیدل چلنے کے عادی نہ تھے اور وہ بھی گنگوہ جیسے لمبے سفر کے لیے جو دیوبند سے بائیس کوس کے فاصلہ پر ہے، یعنی تقریباً تیس میل اور وہ بھی رات کے وقت لیکن جب کہ خوفِ آخرت نفس کا حال بن چکا تھا تو اس میں وساوس کی کہاں گنجائش تھی۔ اس جذبہ سے عزم پیدا ہوا اور اسی عزمِ صادق سے اتنا لمبا سفر کرنے کے لیے اندھیری رات میں پیدل ہی چل کھڑے ہوئے، صبح صادق سے پہلے گنگوہ پہنچے۔ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ تہجد کے لیے وضو فرما رہے تھے کہ حضرت مفتی اعظم نے سلام کیا۔ فرمایا کہ کون ؟ عرض کیا کہ عزیز الرحمٰن۔ فرمایا تم اس وقت کہاں ؟ عرض کیا کہ حضرت ایک علمی اشکال لے کر حاضر ہوا ہوں جس میں مبتلا ہوں اور وہ یہ کہ قرآن تو نفعِ آخرت کو صرف اپنی ذاتی سعی میں منحصر

بتلا رہا ہے جس سے غیر کی سعی کے نافع ہونے کی نفی نکل رہی ہے
اور حدیث غیر کی سعی کو نافع اور مؤثر بتلا رہی ہے۔ جس میں نفع آخرت
ذاتی سعی میں منحصر نہیں رہتا جو صراحتاً قرآن کا معارضہ ہے تو ذہن
میں اس تعارض کا حل نہیں آتا۔" حضرت نے وضو کرتے ہوئے
برجستہ فرمایا کہ آیت میں سعیِ ایمانی مُراد ہے جو آخرت میں غیر کے
کارآمد نہیں ہو سکتی کہ ایمان تو کسی کا ہو اور نجات کسی کو ہو جائے
اور حدیث میں سعیِ عملی مراد ہے جو ایک دوسرے کے کام آسکتی
ہے اس لیے کوئی تعارض نہیں" فرمایا کہ ایک دم میری آنکھ سی کھُل
گئی جیسے کوئی پردہ آنکھ کے سامنے سے اُٹھ گیا ہو اور علم کا ایک
عظیم دروازہ کھل گیا۔" [۱]

اللہ کی محبّت

حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ (م ۱۷۶ھ) فرماتے ہیں
"کہ ایک روز میں بازار گیا، راستہ میں ایک شخص ملا جسے جذام کی
بیماری تھی، بدن میں زخم تھے اور وہ نابینا واپاہج ہو چکا تھا۔ گلی کے
بچے اسے پتھر مار رہے تھے۔ جس کی وجہ سے اس کا چہرہ خُون آلود
ہو گیا تھا، مَیں نے دیکھا کہ وہ اپنے ہونٹوں کو حرکت دے رہا
ہے میں اس کے قریب گیا تاکہ بات سُن سکوں کہ کیا کہہ رہا ہے
میں نے سُنا کہ وہ شخص کہہ رہا ہے۔

---

[۱] فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱، ص ۳۶

"یَا سَیِّدِیْ اِنَّکَ لَتَعْلَمُ اَنَّکَ لَوْ قَرَضْتَ لَحْمِیْ بِالْمَقَارِیْضِ وَنَشَرْتَ عِظَامِیْ بِالْمَنَاشِیْرِ مَا ازْدَدْتُّ لَکَ اِلَّا حُبًّا، فَاصْنَعْ بِیْ مَا شِئْتَ" [1]

میرے مولا تو خوب جانتا ہے کہ اگر تو قینچیوں سے میری ایک ایک بوٹی بھی کاٹ دے اور میری ہڈیاں آروں سے چیر ڈالے تب بھی تیرے ساتھ میری محبّت ہی بڑھے گی، اب تجھے اختیار ہے جو چاہے کر۔

سلطانی میں درویشی

"حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ (م ۶۳۲ھ) نے اپنے وصال سے پہلے یہ وصیّت کی تھی کہ اُن کے جنازہ کی نماز ایسا شخص پڑھائے جو ہمیشہ عفیف رہا ہو (کبھی زنا نہ کیا ہو) عصر کی سنتیں قضا نہ کی ہوں اور ہمیشہ نماز با جماعت میں تکبیر اُولیٰ سے شریک رہا ہو، نمازِ جنازہ کے وقت جب اس وصیّت کا اعلان کیا گیا تو (سلطان شمس الدین) التمش نے بھی اس کو سُنا اور تھوڑی دیر خاموش رہا کہ کسی بزرگ کو یہ سعادت حاصل ہو، لیکن جب کسی نے امامت کے لیے سبقت نہیں کی تو وہ یہ کہتا ہوا آگے بڑھا کہ میری خواہش تو یہی تھی کہ میرے حال سے کسی کو واقفیّت نہ ہو، لیکن خواجہ کے حکم کے آگے کوئی چارہ نہیں، پھر جنازہ کی نماز پڑھائی اور ایک طرف تو اپنے کاندھے پر جنازہ اٹھایا اور بقیہ تین طرف اولیاء اللہ اپنے اپنے کاندھوں پر قطب صاحبؒ کے جسدِ مبارک کو مدفن تک لے گئے۔" [2]

---

[1] صفۃ الصفوۃ ج ۴، ص ۱۱ ۔ [2] ہندوستان کی بزم رفتہ کی سچی کہانیاں ج ۱ ص ۹۴

زندگی کا کوئی پتہ نہیں

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُھْرِیْقُ الْمَاءَ فَیَتَیَمَّمُ بِالتُّرَابِ فَاَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ الْمَاءَ مِنْکَ قَرِیْبٌ ” یَقُوْلُ مَا یُدْرِیْنِیْ لَعَلِّیْ لَا اَبْلُغُہٗ“ [1]

حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (کبھی ایسا ہوتا کہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کرنے کے بعد (اور وضو کرنے سے پہلے) مٹی سے تیمّم کر لیتے ____ میں عرض کرتا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی تو آپ کے بہت قریب ہے (یعنی جب پانی آپ کی دسترس سے دور نہیں ہے اور آپ وضو کر سکتے ہیں تو پھر تیمّم کیوں کرتے ہیں؟) تو آپ جواباً فرماتے مجھے کیا معلوم کہ میں اس پانی تک پہنچ بھی سکوں گا یا نہیں۔

یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا واقعہ

امام المحدثین حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (م ۲۳۳ھ) جو علم حدیث اور فن جرح وتعدیل کے امام ہیں۔ دس لاکھ حدیثیں اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ آپ کے بارے میں فرماتے تھے ”جس حدیث کے بارے میں یحییٰ کہہ دیں کہ میں اسے نہیں جانتا سمجھ لو کہ وہ حدیث ہی نہیں ہے“۔ امام ترمذی رحمہ اللہ

---

[1] شرح السنۃ بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۵۰

نے شمائل ترمذی میں ایک حدیث کی سند کے ذیل میں ان کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ (م ۲۷۹ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

" قَالَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ سَأَلَنِيْ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَوَّلَ مَا جَلَسَ اِلَيَّ فَقُلْتُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ فَقَالَ لَوْ كَانَ مِنْ كِتَابِكَ فَقُمْتُ لِاُخْرِجَ كِتَابِيْ فَقَبَضَ عَلَيَّ ثَوْبِيْ ثُمَّ قَالَ اَمْلِهٖ عَلَيَّ فَاِنِّيْ اَخَافُ اَنْ لَّا اَلْقَاكَ قَالَ فَاَمْلَيْتُهٗ عَلَيْهِ ثُمَّ اَخْرَجْتُ كِتَابِيْ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ۔ " [۱]

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن فضل ؒ نے یہ قصہ سنایا کہ یحییٰ بن معین ؒ میرے پاس حدیث کی سماعت کے لیے آنا شروع ہوئے تو آتے ہی انہوں نے مجھ سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا، میں نے وہ حدیث سنانی شروع کی تو فرمانے لگے کاش آپ اپنی کتاب میں سے دیکھ کر سناتے تو زیادہ قابل اطمینان ہوتی، میں کتاب لینے کے لیے اندر جانے لگا تو یحییٰ بن معین نے میرا کپڑا پکڑ لیا اور کہنے لگے پہلے مجھے زبانی ہی لکھاتے جایئے موت وحیات کا کچھ اعتبار نہیں معلوم نہیں پھر آپ

---

[۱] شمائل ترمذی مع شرح المواہب اللدنیہ ص ۶۹

سے پھر مل سکوں یا نہ مل سکوں حضرت محمدؒ بن فضل فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں وہ حدیث پہلے زبانی سُنائی پھر کتاب لاکر دوبارہ دیکھ کر سُنائی ۔

دورِ صحابہؓ کے چرواہے کی ایمانداری

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہؓ بن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ طیبہ کے نواح میں نکلے آپ کے ساتھ آپ کے شاگرد بھی تھے، (کھانے کا وقت ہوا تو) شاگردوں نے کھانے کے لیے دسترخوان بچھایا، اتنے میں پاس سے ایک چرواہا گزرا اور اس نے سلام کیا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا! آؤ بھئی تم بھی کھانے میں شریک ہو جاؤ، اس نے کہا کہ میرا تو روزہ ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا تم اس قدر شدید ترین گرمی کے دن میں بھی روزہ رکھے ہوئے ہو اور اس حالت میں بھی بکریاں چرا رہے ہو؟ اس نے کہا؟ " وَاللّٰهِ اِنِّیْ اُبَادِرُ اَیَّامِیْ هٰذِهِ الْخَالِیَةِ " بخدا میں ان ایام خالیہ سے حصہ وصول کر رہا ہوں[1] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے زہد و ورع کا امتحان لینے کے لیے اس سے فرمایا ایسے کرو کہ اپنی بکریوں میں سے ایک بکری ہمارے ہاتھ فروخت کردو، ہم تمہیں اس کی قیمت بھی دینگے اور گوشت بھی دیں گے، گوشت سے تم روزہ افطار کرنا ۔ اس چرواہے نے عرض

---

[1] یہ قرآن پاک کی اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (پ ۲۹ سورۃ الحاقۃ) کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ ان اعمال کے صلہ میں جو تم نے بامیدِ صلہ گزشتہ ایام میں کئے ہیں ۔

کیا کہ ان بکریوں میں سے کوئی بکری بھی میری نہیں ہے بلکہ سب بکریاں میرے آقا کی ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا کہ تمہارے آقا کو ایک بکری نہ ملی تو وہ تمہارا کیا بگاڑ لے گا؟ اس چرواہے نے آپ سے رُخ موڑ کر آسمان کی طرف اُنگلی اُٹھاتے ہوئے کہا فَأَيْنَ اللّٰهُ؟ اللہ کہاں جائے گا؟ (یعنی بالفرض اگر میں دُنیاوی آقا سے بچ بھی گیا تو اللہ تو دیکھ رہا ہے وہ تو کہیں چلا نہیں گیا اس سے بچ کر کہاں جاؤں گا؟) حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (چرواہے کی بات سُن کر) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ بار بار چرواہے کی بات کرتے رہے کہ دیکھو چرواہا کہہ رہا ہے "فَأَيْنَ اللّٰهُ" اللہ کہاں جائے گا؟ حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آپ مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے تو آپ نے اس چرواہے کے آقا سے وہ ساری بکریاں اور چرواہے کو خرید لیا پھر چرواہے کو آزاد کر کے ساری بکریاں اسے بخش دیں۔ [1]

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا زہد و اتقاء

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (م ۱۰۱ھ) کا ایک غلام درہم نامی تھا جس کو جنگل سے لکڑیاں چُن چُن کر لانے کی خدمت سپرد تھی اور جب آپ تختِ امارت پر رونق افروز ہوئے تو وہ خدمت تو باقی رہی مگر اور کچھ کام بھی بڑھ گئے ایک دفعہ آپ نے استفسارِ حال کے طور پر غلام سے دریافت کیا کہ آج کل لوگوں کا میری نسبت کیا خیال ہے تو وہ کہنے لگا کہ لوگ کیا کہتے ـــــــ سب کے

---

[1] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ج ۳، ص ۲۲۸

سب اچھی خاصی حالت میں ہیں چین کرتے اور مزے اُڑاتے ہیں۔ صرف میں اور آپ ہی دُنیا بھر کے مصائب بھگتنے کے لیے رہ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیونکر؟ وہ بولا کہ مجھ کو خلافت سے قبل آپ کا وہ زمانہ یاد ہے جس میں آپ عمدہ عمدہ لباس پہنے ہوتے تھے اور عمدہ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے تھے۔ عمدہ عمدہ کھانے آپ کے سامنے لائے جاتے تھے جب کہ آپ کو خداوند عالم نے اس مرتبۂ عظیمہ پر فائز کیا تو میں نے دل میں کہا کہ مُراد بر آئی۔ اب تو میں خلیفہ کا غلام ہوں، ہزاروں پر حکومت کروں گا، لوگ متمنی ہوں گے کہ میں اُن سے بات کروں اور اگر یہ نہ ہوگا تو کم از کم رات دن کی خدمتوں میں تو کچھ کمی ہو جاوے گی جس سے مجھ کو کچھ آرام مل سکے گا لیکن اب حالت یہ ہے کہ میرا کام تو گھٹنے کے بجائے بڑھ گیا اور آپ کا سارا وہ آرام چین گیا جو کہ اس سے قبل تھا آپ کے لیے خلافت چوکیداری سے بھی بدتر ہو گئی۔ آپ نے یہ سُن کر فرمایا کہ میں تو ایسی مصیبت سے خدا جانے کب نکلوں گا۔ ہاں تجھ کو ابھی چین مل سکتا ہے اور وہ اس طرح سے کہ میں نے تجھ کو آزاد کر دیا۔ [۱]

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی ایک حکایت بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

"اُن کے مکان میں ایک زینہ تھا جب وہ اس پر چڑھتے تھے تو اس کی ایک اینٹ ہلا کرتی تھی، ایک لونڈی نے اس کو گارا لگا کر مضبوط و درست کر دیا ایک بار جو وہ چڑھے تو وہ (اینٹ) ہلی نہیں پوچھا کہ اینٹ کیوں نہیں ہلی؟ عرض کر دیا گیا کہ اس کو

---

[۱] مسافرانِ آخرت، ص ۴۵۔

درست کر دیا گیا ہے، فرمایا کہ اس کا ہلنا ہمارے لیے رحمت تھا کہ جب ہم اس پر قدم رکھتے تھے تو ہم کو پُل صراط یاد آتا تھا کہ اے اللہ اس اینٹ سے ہم کو جب اندیشہ ہوتا ہے تو پل صراط پر کیا ہوگا؟" [1]

ایک دُوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا عجیب واقعہ

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ (م ۵۹۷ھ) نے اپنی کتاب میں بغداد میں رہنے والے ایک تاجر کی دو بیویوں کا تذکرہ کیا ہے، جنہوں نے ایک دوسرے کے حقوق کا ایسا خیال رکھا کہ موجودہ دَور میں اس کی مثال پیش کرنا مشکل ہے،

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

" بغداد میں ایک کپڑے کا مال دار تاجر رہتا تھا ایک دن وہ اپنی دُکان میں بیٹھا تھا کہ ایک کمسن عورت آئی اور خریدنے کے لیے کوئی چیز مانگی۔ اس دوران کہ وہ دکاندار سے باتیں کر رہی تھی اچانک اس نے اپنا چہرہ کھول دیا۔ دکاندار اُسے دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا، کہنے لگا بخدا جو کچھ میں نے دیکھا ہے مَیں اس پر حیران ہوں، وہ عورت کہنے لگی کہ مَیں کوئی چیز خریدنے نہیں آئی۔ مَیں تو بہت دنوں سے بازار آ جا رہی ہوں تاکہ کوئی بھلا آدمی دل کو لگے کہ مَیں اس سے شادی کر لوں، تم میرے دل کو لگے ہو، میرے پاس بہت سا مال بھی ہے تو کیا تم مجھ سے شادی کرنا پسند کرو گے؟

---

[1] تدبیر و توکل ص ۱۰۱

دکاندار نے اس سے کہا کہ میری چچازاد بہن سے شادی ہوئی ہوئی ہے اور میں نے اس سے یہ عہد کر رکھا ہے کہ میں اسے چھوڑونگا نہیں - میرا اس سے ایک لڑکا بھی ہے، وہ عورت بولی کہ میں اس پر راضی ہوں کہ تم ہفتہ میں صرف دو مرتبہ میرے پاس آجایا کرو، دکاندار اس پر راضی ہوگیا اور اس سے نکاح کرلیا اس کے ساتھ گھر گیا، پھر وہ واپس اپنے گھر آیا اور اپنی اہلیہ سے کہنے لگا کہ میرے ایک دوست نے کہا ہے کہ رات میں اس کے یہاں رہوں یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور رات اس عورت کے یہاں گزاری - پھر یہ معمول ہوگیا کہ وہ ہر روز ظہر کی نماز کے بعد اس عورت کے پاس جانے لگا حتیٰ کہ آٹھ ماہ گزر گئے - اس دکاندار کی پہلی بیوی کو اپنے میاں کے حالات کچھ عجیب عجیب سے لگنے لگے اُس نے اپنی باندی سے کہا کہ جب یہ گھر سے نکلیں تو دیکھنا کہ کہاں جاتے ہیں - چنانچہ وہ دکاندار جب گھر سے نکلا تو باندی بھی پیچھے ہولی وہ اپنی دُکان پر آگیا (باندی کہیں چھپی رہی) جب ظہر کا وقت ہوا تو وہ دکان سے اٹھ کر جانے لگا باندی بھی پیچھے چل پڑی، دکاندار کو باندی کے پیچھے آنے کا بالکل پتہ نہ تھا - وہ اسی بے خبری میں اس عورت کے گھر چلا گیا، باندی پڑوسیوں کے پاس آئی اور اُن سے اس گھر کے بارے میں پوچھ گچھ کی - پڑوسیوں نے بتلایا کہ یہ ایک کمسن عورت کا گھر ہے اور اُس نے کپڑے کے ایک تاجر سے شادی کر رکھی ہے - باندی یہ معلومات حاصل کر کے اپنی مالکہ کے پاس آئی اور سارا معاملہ اُسے بتلایا، مالکہ نے اُسے

کہا خبردار اس قصے کے متعلق کسی کو کچھ پتہ نہیں چلنا چاہیئے اور اُس نے اپنے شوہر سے بھی اس کے متعلق کچھ نہیں کہا (یونہی ہنسی خوشی دن گزرتے رہے) سال پورا ہوا تو وہ تاجر مر گیا اور اُس نے آٹھ ہزار اشرفیاں ترکہ میں چھوڑیں، تاجر کی اس بیوی نے جو اس کی چچازاد بہن تھی ترکہ کو تقسیم کیا، چنانچہ سات ہزار اشرفیاں بچے کے لیے الگ کر دیں اور باقی ایک ہزار اشرفیوں کے دو حصے کیے آدھی اشرفیاں ایک تھیلے میں رکھ کر باندی سے کہا کہ یہ تھیلا اس عورت کے پاس لے جا (جو اس تاجر کی دوسری بیوی ہے) اور اُسے بتلا کہ تاجر کی وفات ہو گئی ہے اور اس نے ترکہ میں آٹھ ہزار اشرفیاں چھوڑی ہیں جن میں سے سات ہزار تو اس کے لڑکے کو مل گئے جو اس کا حق بنتے ہیں ایک ہزار اشرفیاں جو باقی بچی تھیں وہ میں نے اپنے اور تمہارے درمیان تقسیم کر لی ہیں، یہ تمہارا حق ہے یہ لے لو۔ باندی وہ اشرفیاں لے کر اس عورت کے پاس گئی، اسے تاجر کا سارا قصہ سنایا اور بتلایا کہ تاجر کی وفات ہو گئی ہے اور اُس کی اہلیہ نے یہ اشرفیاں بھیجی ہیں، وہ عورت رونے لگی۔ پھر اُس نے اپنا صندوق کھول کر ایک پرچہ نکالا اور باندی سے کہا کہ یہ اپنی مالکن کے پاس لے جا اسے میرا سلام کہنا اور یہ بتلا کہ اُس تاجر نے مجھے طلاق دے دی تھی۔ یہ اُس کا لکھا ہوا کاغذ ہے اور یہ مال اس کی اہلیہ کو واپس لوٹا دے کیونکہ میں اس تاجر کے ترکہ کی کسی چیز کی بھی حق دار نہیں ہوں۔" [۱]

---

[۱] صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۹۹

حضرت قاضی ابو یوسفؒ کا مرض الوفات میں علمی مذاکرہ

کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بہ ابن الہمام رحمہ اللہ (م ۸۶۱ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"ابراہیم بن الجراح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مَیں قاضی ابو یوسف سے اُن کے مرض الوفات میں ملنے کے لیے گیا مَیں نے دیکھا کہ آپ پر غشی طاری ہے جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے آنکھیں کھول دیں اور میری طرف دیکھ کر

فرمایا! اے ابراہیم بتلاؤ حاجی کے لیے کیا افضل ہے؟ پیدل رمی کرے یا سوار ہو کر؟

مَیں نے عرض کیا پیدل کرنا افضل ہے، فرمایا غلط ہے۔

مَیں نے عرض کیا سوار ہو کر کرنا افضل ہوگا۔ فرمایا غلط ہے۔

پھر آپ نے خود ہی فرمایا کہ ہر وہ رمی جس کے بعد وقوف ہو اسے پیدل کرنا افضل ہے اور ہر وہ رمی جس کے بعد وقوف نہ ہو وہ سوار ہو کر کرنا افضل ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ یہ باتیں کر کے مَیں آپ کے پاس سے اُٹھا ابھی دروازے تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ گھر سے عورتوں کے رونے کی آواز آنے لگی۔ معلوم ہوا کہ آپ کی وفات ہو گئی ہے۔ مجھے اس حالت میں آپ کی علمی حرص پر بڑا ہی تعجب ہوا[۱]"

---

[۱] فتح القدیر ج ۲ ص ۳۹۵، البحر الرائق ج ۲ ص ۳۵۰

امام ابوزرعہؒ کے آخری لمحات

حضرت امام ابوزرعہ علید اللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فروخ رازی رحمہ اللہ (م ۲۶۴ھ) علم حدیث کے مشہور امام ہیں اور اس فن میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے ہمسر سمجھے جاتے ہیں۔ حضرت امام مسلم، حضرت امام ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ کے استاذ ہیں، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"صحیح احادیث کی تعداد سات لاکھ سے اوپر ہے اور اس نوجوان (یعنی ابوزرعہ) نے چھ لاکھ حدیثیں حفظ کرلی ہیں"۔

امام ابوزرعہؒ خود کہا کرتے تھے کہ

"مجھے ایک لاکھ حدیثیں اس طرح یاد ہیں جس طرح کسی شخص کو "قل ھو اللہ" یاد ہوتی ہے"۔

تاریخ میں آپ کی وفات کا عجیب واقعہ منقول ہے۔ ہم یہ واقعہ مولانا عبدالرشید نعمانی مدظلہ العالی کی زبانی نقل کرتے ہیں۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں۔

"ان کے انتقال کا بھی عجیب واقعہ ہے، ابوجعفر تستری کہتے ہیں کہ ہم جان کنی کے وقت ان کے پاس حاضر ہوئے اس وقت ابوحاتم، محمد بن مسلم، منذر بن شاذان اور علماء کی ایک جماعت وہاں موجود تھی ان لوگوں کو تلقین میت کی حدیث کا خیال آیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (اپنے مردوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو) مگر ابوزرعہ سے شرما رہے تھے، اور ان کو تلقین کی ہمت نہ ہو رہی تھی، آخر سب نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین کی حدیث

کا مذاکرہ کرنا چاہیئے، چنانچہ محمدؐ بن مسلم نے ابتدا کی حدثنا الضحاك بن مخلد عن عبد الحميد بن جعفر اور اتنا کہہ کر رُک گئے باقی حضرات نے بھی خاموشی اختیار کی، اس پر ابوزرعہ نے اسی جان کنی کے عالم میں روایت کرنا شروع کیا حدثنا بندارؒ حدثنا ابو عاصم حدثنا عبد الحميد بن جعفر عن صالح بن ابی عریب عن کثیر بن مرة الحضرمی عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " من كان آخر کلامہ لا اله الا الله، اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ طائر رُوح قفسِ عنصری سے عالمِ قدسی کی طرف پرواز کر گیا، پوری حدیث یوں ہے " مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (یعنی جس کی زبان سے آخری الفاظ لا اله الا الله نکلے وہ جنت میں داخل ہوگا۔)

مولانا فرماتے ہیں سبحان اللہ کیا خوش نصیب تھے اور حدیث شریف سے ان سعید روحوں کو کیسا گہرا تعلق تھا کہ دمِ واپسیں تک علم و عمل کا ساتھ رہا رضی اللہ عنہ،، [1]

ایک مناظرہ

شیخ احمد بن محمدؐ الصاوی المالکی رحمہ اللہ (م ۱۲۴۱ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

---

[1] ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۸۹

"نقل کیا گیا ہے کہ ایک نصرانی طبیب حاذق ہارون الرشید کے پاس آیا، ایک دن اس نے علی بن حسین واقدی سے مناظرہ کیا، کہنے لگا کہ تم (عیسیٰ کے خدا کا جزء ہونے کے منکر ہو حالانکہ) تمہاری کتاب (قرآن مجید) میں ایک ایسی آیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السّلام) اللہ کا جزء ہیں اور وہ یہ آیت ہے إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ" (بے شک مسیح جو ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا وہ رسول ہے اللہ کا اور اس کا کلام ہے جس کو ڈالا مریم کی طرف اور روح ہے اس کے ہاں کی۔) (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

واقدی نے اس کے جواب میں یہ آیت پڑھی۔ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ــ اور کام میں لگا دیا تمہارے جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں سب کو اپنی طرف سے ــ اور فرمایا کہ اس صورت میں تو لازم آئے گا کہ جمیع اشیاءِ عالَم اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا جزء ہوں۔ یہ سن کر وہ نصرانی طبیب ششدر رہ گیا اور اسی وقت اسلام لے آیا، ہارون رشید اس پر بہت ہی خوش ہوا اور واقدی کو خلعتِ فاخرہ سے نوازا۔" [1]

---

[1] حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین ج ۱، ص ۲۴۵

حضرت شاہ اسحاق صاحبؒ کی صاحبزادی کا علمی مقام

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم فرماتے ہیں۔

"ایک زمانہ میں وہاں (بھوپال) کے مفتی اعظم مولانا مفتی عبدالقیوم صاحبؒ تھے (جو مولانا عبدالحی بڈھانویؒ حضرت سید احمد شہیدؒ کے بڑے خلیفہ اعظم کے صاحبزادے تھے) مفتی عبدالقیوم صاحبؒ کا حال بھوپال کے لوگوں نے بیان کیا اور میرے استاذ مولانا حیدر حسین خان صاحب بیان کرتے تھے کہ اُن کے پاس جب کوئی مقدمہ آتا اور اس میں کوئی فیصلہ نہیں کر پاتے اور اس فکر میں پڑجاتے کہ اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے تو کہتے ابھی آتا ہوں اور گھر میں جاکر اپنی اہلیہ سے جو حضرت شاہ اسحٰق صاحبؒ کی صاحبزادی تھیں پوچھتے کیا آپ نے اپنے والد صاحب سے کوئی روایت سُنی ہے یا اس مسئلہ میں آپ کے علم میں کوئی بات ہے؟ اور آکر فیصلہ کرتے اور بعض اوقات تو بلاتکلف کہہ دیتے مَیں ذرا بیوی صاحبہ سے پوچھ آؤں۔" [۱]

روزن دیوار سے

مشہور کالم نگار عطاء الحق قاسمی اپنے کالم "روزن دیوار سے" میں لکھتے ہیں۔

"چند برس پہلے ایک پارٹی میں میری ملاقات ایک امریکی لڑکی سے ہوئی

---

[۱] خواتین اور دین کی خدمت، ص ۴۳

اس کا نام غالباً باربرا مٹکاف تھا میں اس سے گفتگو کے لیے امریکہ کے زمانے کی اپنی بچی کھچی انگریزی "جمع" کرنے میں مشغول تھا کہ اس نے میرے قریب سے گزرتے ہوئے مجھے "ہیلو" کہا میں نے اپنا تعارف کرایا میرا نام عطاء الحق قاسمی ہے وہ یہ سُن کر میرے قریب آگئی اور اُس نے نہایت شستہ اُردو میں کہا "تب تو آپ یقیناً دیوبندی مسلک کے مسلمان ہیں آپ دارالعلوم دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی کے حوالے سے قاسمی کہلاتے ہونگے" ایک امریکن لڑکی کی زبان سے یہ مکالمے سُن کر میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے تاہم میں نے اپنے حواس مجتمع کیے اور کہا "ہمارے اپنے خاندان میں ایک مولانا محمد قاسم گزرے ہیں ہم ان کی نسبت سے قاسمی کہلاتے ہیں" کچھ دیر بعد اس نے جامعہ اشرفیہ کا ذکر کیا پھر خیر المدارس ملتان کا حوالہ دیا اور آخر میں یہ بھی بتایا کہ وہ دیوبندی مسلک سے متعلق اداروں اور افراد پر امریکہ کی کسی یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کر رہی ہے اور چلتے چلتے اس نے اس امر پر تاسف کا اظہار بھی کیا کہ تمہارا تعلق علماء کے خاندان سے ہے اور تم نے داڑھی نہیں رکھی بلکہ قلمیں بڑھائی ہوئی ہیں جین پہنی ہوئی ہے اور پھر اس قسم کا کوئی مصرعہ بھی پڑھا کہ تفو بر تو اے چرخ گردو تفو وغیرہ وغیرہ"۔[۱]

پانچ لاکھ احادیث میں سے پانچ حدیثوں کا انتخاب

امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے صاحبزادے حمادؒ کو بہت

---

[۱] نوائے وقت ملتان ۱۴ر دسمبر ۱۹۸۵ء

سی وصیتیں کی تھیں جن میں سے ایک وصیت یہ تھی۔

"ان تعمل بخمسة احادیث جمعتها من خمس مائة الف حدیث انما الاعمال بالنیات ولکل امریٔ ما نوی، من حسن اسلام المرء ترکه مالایعنیه، لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه، ان الحلال بین والحرام بین و بینهما مشتبهات لا یعلمهن کثیر من الناس فمن اتقی الشبهات استبرأ لدینه وعرضه ومن وقع فی الشبهات وقع فی الحرام کراعٍ یرعی حول الحمٰی یوشك ان یقع فیه اَلاَوان لکل ملكٍ حِمیً اَلاَوان حِمیَ اللّٰه محارمه اَلاَوان فی الجسد مضغة اذا اصلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله وهی القلب، المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده" [1]

(اے میرے پیارے بیٹے) پانچ حدیثوں پر عمل کرنا جنہیں میں نے پانچ لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے۔ پہلی حدیث یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اعمال کا مدار نیتوں پر ہے اور انسان کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی، دوسری حدیث یہ ہے

---

[1] مجموعہ وصایا امام اعظم ص ۶۲ مرتبہ مولانا عاشق الٰہی مدنی مدظلہ۔

کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ جو چیز (دنیا یا آخرت میں) اس کے لیے فائدہ مند نہ ہو اس کو چھوڑ دے، تیسری حدیث یہ ہے کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک مؤمن نہیں نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے چوتھی حدیث یہ ہے کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) بلا شبہ حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے سو جو شخص شبہہ والی چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کر لیا اور جو شخص شبہہ والی چیزوں میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ جائے گا جیسا کہ چرواہا اپنا ریوڑ (کسی کھیت کی) باڑھ کے قریب چرائے تو عنقریب ایسا ہو گا کہ کھیت میں بھی اس کا ریوڑ چرنے لگے گا۔ خبردار ہر بادشاہ نے (اپنے قانون وضع کر کے ایک) باڑھ لگا دی ہے اور اپنی رعایا کے لیے، حد بندی کر دی ہے۔ بلا شبہ اللہ کی حد بندی کی ہوئی چیزیں وہ ہیں جنکو اس نے حرام قرار دیا ہے، خبردار انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہو گا تو سارا جسم درست ہو جائے گا اور جب وہ ٹکڑا بگڑ جائے گا تو سارا جسم بگڑ جائے گا' خبردار وہ ٹکڑا دل ہے۔ پانچویں حدیث یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں"۔

حضرت مولانا فیض الحسن صاحب سہارن پوری رحمہ اللہ (م ۱۳۰۴ھ)

" مصابیح الدجیٰ شرح مصابیح الہدیٰ " کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ

" امام ابوداؤد رحمہ اللہ (م ۲۷۵ھ) فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ لاکھ حدیثیں لکھی ہیں جن میں سے چار ہزار آٹھ سو حدیثیں میں نے اپنی اس کتاب (سنن ابی داؤد) میں جمع کر دی ہیں جو سند کے لحاظ سے صحیح یا صحیح کے قریب ہیں۔

انسان کو دین پر عمل کرنے کے لیے ان میں سے چار حدیثیں کافی ہیں۔"[1] پھر آپ نے وہی چار حدیثیں ذکر فرمائی جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی وصیت میں نمبروار ذکر فرمائی ہیں "۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی اپنے ایک خلیفہ کو پُر مغز نصیحت

حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمہ اللہ (م ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء) فرماتے ہیں۔

" سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنے ایک خلیفہ کو خلافت عنایت فرمائی اس زمانے کے دستور کے مطابق پگڑی باندھی اور کچھ وصیتیں کیں اور کہہ دیا کہ تم میری طرف سے نائب اور خلیفہ ہو جا کر لوگوں کی تربیت کرو، اصلاح کرو۔ ان خلیفہ نے رخصت کے وقت عرض کیا کہ حضرت کچھ نصیحت فرمائیے تاکہ میں اس نصیحت پر کاربند رہوں۔ حضرت نے دو باتوں کی نصیحت فرمائی فرمایا کہ نہ تو نبوت کا دعویٰ کرنا اور نہ خدائی کا دعویٰ کرنا۔ خلیفہ یہ سن

---

[1] دیباچہ سنن ابی داؤد طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

کر حیران و پریشان ہوئے کہ حضرت آپ کا خادم۔ غلام برسوں آپ کی صحبت میں رہا کیا مجھ سے ممکن ہے کہ میں خُدائی کا دعوٰی کروں یہ تو فرعون کا کام ہے اور کیا مجھ سے یہ ممکن ہے کہ میں نبوت کا دعوٰی کروں جو نبی کے غلاموں کا غلام ہو وہ کب نبوت کا دعوٰی کرے گا ؟ تو حضرت نے یہ کیسی نصیحت فرمائی۔ نصیحت فرماتے کہ بھائی عبادت میں ثابت قدم رہنا ، اخلاق کی حفاظت کرنا۔ مخلوق کی اصلاح کرنا ، اور یہ کہ خُدائی کا دعوٰی نہ کرنا ، نبوت کا دعوٰی مت کرنا یہ تو ہم لوگوں سے ممکن ہی نہیں۔ اس نصیحت سے کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ فرمایا کہ اس کے معنے سمجھ لو پھر بات سمجھ میں آجائے گی۔

فرمایا کہ خدا کی ذات وہ ہے کہ جو کہہ دے وہ اٹل ہو اگر وہ چاہے کہ زمین بنے تو زمین بن کر رہے۔ یہ ناممکن ہے کہ نہ بنے ارادۂ خداوندی پر مراد کا مرتب ہونا قطعی اور لازمی ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ حق تعالیٰ ارادہ فرمائیں اور وہ پُورا نہ ہو وہ تو قادر مطلق ہے اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ اگر وہ ارادہ کرے کہ جہان بنے تو اسے محنت کرنے کی ضرورت نہیں کہ وہ اسباب فراہم کریں۔ وہ اسباب کے محتاج نہیں۔ اسباب کے تو وہ خالق ہیں وہاں تو منشاء ہے کہ ہو جا بس وہ ہو جاتی ہے تو اللہ کی ذات وہ ہے کہ جو وہ ارادہ کرے اور کہہ دے وہ اٹل ہو ٹلنے والی چیز نہ ہو۔

اور دعوئ نبوت کے معنے یہ ہیں کہ نبی کی شان یہ ہے کہ جو وہ فرما دے وہ حق ہو۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ نبی کی زبان سے کوئی ناحق

چیز نکلے۔ جو نبی فرمائیں گے وہ حق ہوگا اور جو کر کے دکھائیں گے وہ بھی حق ہوگا ناحق کا وجود نبی کے ساتھ ممکن نہیں ہے نبی جو کہے گا وہ حق ہوگا اور اس کے خلاف باطل ہوگا۔ نبی کی جانب خلاف کبھی حق نہیں ہو سکتی۔ اگر تم نے جا کر یہ کہا کہ جو میں کہہ رہا ہوں وہی حق ہے، اور میری رائے اتنی حق ہے کہ کوئی دوسرا سامنے نہیں آسکتا ہے تو یہ دَر پردہ نبوّت کا دعویٰ ہوگا۔ میں تم کو اسی کی نصیحت کرتا ہوں کہ یہ دعوائے نہ کرنا۔ نبوّت کا دعویٰ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ تم یوں کہو کہ میں نبی ہوں۔ بلکہ اپنے اندر خاص وہ شان پیدا کر کے جو نبی کے اندر ہوتی ہے یوں کہے کہ جو میں کہہ رہا ہوں وہی حق ہے اس کے خلاف سب باطل ہے اس چیز کا مدّعی بننا درپردہ نبوّت کا دعویٰ ہے اور جو یوں کہے کہ جو میں نے ارادہ کر لیا ہے۔ وہ ہو کر رہے گا۔ دنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے مخلوق کٹ جائے خون بہہ جائے مگر یہ ہو۔ یہ دَر پردہ خدائی کا دعویٰ ہے۔ یہ خدا کا کام ہے کہ جو ارادہ فرمائے وہ اٹل ہو تو میں نے جو یہ کہا ہے کہ خدائی کا دعویٰ نہ کرنا اس کا یہ مطلب ہے کہ اپنے ارادے کو یوں مت سمجھنا کہ یہ اٹل ہے اور ہونا ہی چاہیے اور اس کے خلاف ممکن نہیں حالانکہ ہر چیز میں تمہارا خلاف ممکن ہے تو ہوا دعویٰ خدائی کا حاصل اور دعویٰ نبوّت کا حاصل کہ جو تمہاری زبان سے نکل جائے اس پر جمے رہو گویا کہ اس کے خلاف باطل ہے حالانکہ یہ ناممکن ہے وہ خُدا کا مقام ہے اور یہ نبی کا مقام ہے تو حضرت شیخ نے بڑے بلیغ پیرائے میں نصیحت فرمائی۔ ظاہر میں تو بڑی وحشت ناک نصیحت تھی کہ

خدائی کا دعویٰ نہ کرنا نبوّت کا دعویٰ مت کرنا۔ مگر جب معنی بیان
کیے خدائی اور نبوّت کے تو سمجھ میں آگیا۔ معلوم ہوا کہ بہت سے
آدمی در پردہ خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں اور بہت سے لوگ جو جمود
کرتے ہیں کہ وہی صحیح ہے جو ہم کر رہے ہیں وہ در پردہ نبوّت کا دعویٰ
کرتے ہیں۔ ورنہ ان پر کوئی وحی یا الہام آرہا ہے کہ وہی حق کہہ رہے
ہیں۔ دوسرا حق کہہ ہی نہیں سکتا ہے۔ وہ مسئلہ جو قرآن و حدیث
سے ثابت شدہ ہے اس کے بارے میں تو کہہ سکتے ہیں کہ یہی
حق ہے۔ اس کے خلاف ہرگز نہیں۔ ہاں اپنی رائے اور فکر کے
بارے میں یہ کہیں کہ یہ ہی حق ہے یہ نہیں ہونا چاہیئے"۔ [1]

انتہائی اخلاص کا عجیب واقعہ

حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
" کراماتِ اولیاء میں ہے کہ ایک بزرگ جو قرشی کہلاتے تھے جذامی
تھے، اُن کی بیوی بھی نہ تھی۔ ان کے ایک مرید کی لڑکی نے سُنا کہ شیخ
کو نکاح کی ضرورت ہے (تو) اس لڑکی نے دین پر اپنی دُنیاوی حیا
کو نثار کر کے باپ سے کہا کہ معلوم ہُوا ہے کہ آپ کے شیخ کو ضرورت
نکاح کی ہے آپ جاکر کہیں کہ میری بیٹی حاضر ہے اور وہ نکاح آپ
سے کرنے پر راضی ہے۔ مرید نے جاکر شیخ کی خدمت میں عرض کیا
شیخ بھی تیار ہو گئے، غرضیکہ نکاح ہوگیا۔ اب شب کو شیخ بیوی کے

---

[1] اماراتِ شرعیہ مشمولہ منتخب تقریریں، ص۲۳

پاس پہنچے تو اس حالت میں کہ نہایت تندرست جوان، نہایت حسین، بڑی بڑی آنکھیں، پتلے پتلے ہونٹ، لمبی صراحی دار گردن، اس لڑکی نے منہ چھپالیا اور سوال کیا کہ تم کون ہو فرمایا کہ میں تیرا شوہر ہوں، تیری دین داری کی وجہ سے میں نے خدا سے دعا کی مجھ کو اللہ نے ایسی قوت تصرف کی عطا فرمادی کہ صورت بدل سکوں۔ اب میں تمہارے پاس اسی شان سے آیا کروں گا۔

وہ لڑکی جواب دیتی ہے کہ اس میں تو میرا حظِ نفس شامل ہوگیا میں نے تو محض اللہ کے واسطے آپکی خدمت کو قبول کیا تھا، اب یا تو اس صورت کو چھوڑ دو، ورنہ مجھ کو چھوڑ دو۔[1]

احترامِ استاذ

"حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی ذات سے بڑی عقیدت اور شیفتگی تھی اور وہ ان کا ہمیشہ بڑا احترام کرتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ سوار ہوتے تو یہ ان کے پیچھے پیچھے پیدل ان سے سوالات کرتے جاتے تھے، ان کا خود اپنا بیان ہے کہ میں نے تیس برس سے کوئی ایسی نماز نہیں پڑھی جس میں امام شافعی رح کے لیے دعا نہ کی ہو"[2]

---

[1] الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۲۰۷

[2] البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۳۲۶ بحوالہ تذکرۃ المحدثین ج ۱ ص ۱۲۶

حضرت شیخ الہندؒ اور اتباعِ شریعت

مولانا راشد حسن عثمانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت کا تمام خاندان حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا عاشق تھا، مگر حضرت کی اہلیہ بیقرار تھیں کہ حسین احمد کو چھاتی سے لگا کر پیار کروں اور حسین احمد سے کسی طرح پردہ نہ کروں بار بار فرماتی تھیں۔ بیقراری کے انداز میں فرماتی تھیں۔ یہ بات حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے کہی گئی۔ منشاء حضرت سے اجازت لینا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی رقت آمیز لہجے سے فرمایا کہ اگر میرا بیٹا ہوتا تو اتنی خدمت نہیں کرسکتا تھا۔ میرا بھی دل نہیں چاہتا کہ تم پردہ کرو، مگر یہ سوچ لو کہ شریعت حقہ کے خلاف ہے۔ تم کو گناہ ہوگا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ بھی بہت دیندار تھیں اپنے ارادہ سے خدا کے خوف کی وجہ سے ہٹ گئیں اور پردہ کے پیچھے بٹھا کر پیار کیا۔" [1]

یاد رہے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن دیوبند میں گزرا تھا اور آپ کا بلا روک ٹوک حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے گھر آنا جانا تھا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ حضرت مدنیؒ کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے بہت شفقت فرمایا کرتی تھیں۔ مندرجہ بالا واقعہ اس وقت کا ہے جب حضرت شیخ الہند اور حضرت مدنی رحمہما اللہ مالٹا سے رہا ہوکر دیوبند پہنچے تھے۔ اس وقت حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ ضعیف العمر ہوچکی تھیں۔

---

[1] تذکرہ شیخ مدنیؒ صـ ۱۱۲

حضرت میاں اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ کا تقویٰ

مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری فرماتے ہیں۔

"ہمارے دار العلوم دیو بند کے ایک بہت بڑے بزرگ تھے، ولیِ کامل حضرت مولانا اصغر حسین صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) انکی ایک طالب علم خدمت کرتا تھا اور گھر کا سودا سلف لادیتا تھا۔ ایک مرتبہ خادم کو پیسہ کی ضرورت ہوئی۔ بہت چاہا کہ کہیں سے مِل جائے، لیکن اس وقت مطلوب رقم کہیں سے نہ مل سکی۔ سوچا کہ میں حضرت کا خادم ہوں حضرت مخدوم، میں کیوں نہ ان سے لے لوں۔ ان سے قرض دس روپے مانگے آپ نے دے دیئے اگلے دن یہ طالب علم اس وقت پہنچا جو سودا سلف لانے کا وقت تھا۔ حضرت میاں صاحب روزانہ پرچہ سودے کا لکھ کر رکھ لیتے تھے۔ یہ طالب علم آئے، لیکن آپ نے پرچہ نہ دیا۔ طالب علم کھڑے انتظار کرتے رہے، سوچا کہ ابھی لکھا نہ ہوگا بہت دیر گزر گئی اور حضرت بار بار دروازہ کی طرف دیکھتے کہ کوئی طالب علم اور آجائے۔ طالب علم نے پوچھا کہ کس کا انتظار ہے؟ فرمایا کہ کسی طالب علم کا انتظار ہے۔ وہ بولا کہ حضرت میں بھی تو طالبعلم ہوں جو کچھ کام ہو فرمادیں۔ ارشاد ہوا کہ اب تم سے خدمت نہیں لوں گا۔ اس نے گھبرا کر پوچھا کیا ناراضگی ہے، بلکہ وہ رونے لگا اصرار کیا تو فرمایا کہ میں تم سے ناراض نہیں ہوں، مگر تم نے دس روپے مجھ سے قرض لیے تھے ڈر ہے کہ اگر (تم سے) خدمت

لی تو کہیں سود نہ ہو جائے۔" [1]

حضرت میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۲ء)

حضرت میاں جی منے شاہ صاحب اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہما کے خلیفہ، دارالعلوم دیوبند کے استاذ الحدیث اور مادر زاد ولی تھے۔ آپ کا یہ واقعہ امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے واقعہ سے ملتا جلتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اس موقعہ پر امام الائمہ سراج الامۃ کا واقعہ بھی درج کر دیا جائے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اکابر علماء اہل سنت کا تقویٰ و طہارت، خوف و للہیت اور اتباعِ شریعت اپنے اسلاف کے تقویٰ و طہارت کا تسلسل ہے۔ تو لیجئے حضرت امامِ اعظم رحمہ اللہ کا واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

"احمد بن اسماعیل بغدادی فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ الاسلام یزید بن ہارونؒ سے اپنے کانوں سے یہ بات سنی ہے۔ ان سے سوال ہوا کہ عالم کے لیے فتویٰ دینا کب جائز ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا جب انسان امام ابوحنیفہؒ جیسا ہو جائے۔ سائل نے کہا کہ ابوخالد (یہ حضرت یزید بن ہارونؒ کی کنیت ہے) آپ ایسی بات کہتے ہیں؟ فرمایا، ہاں! میں تو اس سے بھی بڑھ کر کہتا ہوں میں نے امام ابوحنیفہؒ سے بڑا فقیہ اور ان سے بڑھ کر کوئی پرہیزگار نہیں دیکھا۔ میں نے ایک دن دیکھا کہ آپ ایک شخص کے دروازہ کے سامنے دھوپ میں بیٹھے ہیں۔ میں نے کہا، اسے ابوحنیفہ کاش کہ آپ سایہ میں چلے جاتے (تو اچھا ہوتا) فرمایا،

---

[1] گل افشانی گفتار ص ۳۱

اس گھر والے کے ذمّے کچھ قرضہ ہے۔ مَیں جائز نہیں سمجھتا کہ اس کے گھر کے سایہ میں بیٹھوں۔

حضرت موفق بن احمدؒ کہتے ہیں کہ یہی واقعہ یحییٰ بن زائدہ سے بھی مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا کہ مَیں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ بتلائیے آپ سایہ میں کیوں نہیں جاتے۔ آپ نے فرمایا" اس گھر والے کے ذمّے میرا کچھ قرضہ ہے۔ میں یہ مکروہ سمجھتا ہوں کہ میں اس کی دیوار کے سایہ سے سایہ حاصل کروں اور میرا قرضہ ایسا قرضہ بنے جو اپنے ساتھ نفع لائے"۔ [1]

حدیث میں آتا ہے کہ جو قرض اپنے ساتھ نفع لائے وہ سُود ہے۔ حضرت امام صاحبؒ کے پیشِ نظر یہ حدیث مبارک تھی۔ اس کی روشنی میں آپؒ یہ خیال فرماتے تھے کہ مقروض کی دیوار سے سایہ حاصل کرنا بھی گویا ایک قسم کا نفع حاصل کرنا ہے۔

مظلوم کی بددُعا

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو انہیں یہ نصیحت فرمائی: اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ۔ مظلوم کی بددُعا سے بچنا، کیونکہ اس کی بددُعا اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ

---

[1] مناقب ابی حنیفہ للامام موفق بن احمد مکی ص۱۶۵

نہیں ہوتی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "مظلوم کی دعا رد نہیں ہوتی حق تعالیٰ شانہٗ اسے بادلوں سے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لیے کھول دیئے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کروں گا گو (کسی مصلحت سے) کچھ دیر ہو جائے"۔ اس میں مسلم غیر مسلم بلکہ انسان اور حیوان کی بھی تخصیص نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مظلوم کی پکار کو سنتے ہیں۔ زمانے میں ایسے واقعات اکثر و بیشتر پیش آتے رہتے ہیں جن سے ان ارشادات کی صداقت کا ظہور ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ (م ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء) نے دو واقعات سنائے ہیں جن میں سے ایک کا تعلق حیوانات سے ہے دوسرے کا غیر مسلم سے۔ دونوں واقعات ہمارے لیے عبرت کا سامان ہیں۔ حضرتؒ کی زبانی وہ واقعات آپ بھی سنیے:

حضرت مدنی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"(۱) کابل کے ایک شخص نے اپنی آنکھوں دیکھا ایک واقعہ بیان کیا تھا۔ کابل کے جنگلات میں جنگلی جانوروں کی بڑی کثرت تھی۔ ان کی وجہ سے باغات اور کھیتی کو سخت نقصان پہنچتا تھا۔ ایک مرتبہ ان جانوروں کو گھیر کر جنگل میں آگ لگا دی گئی جب آگ نے چاروں طرف سے گھیر لیا تو ان حیوانات کے گلہ میں سے ایک سؤر سامنے آیا اور آسمان کی طرف منہ اٹھا کر اس نے چیخنا شروع کیا۔ یکبارگی آسمان پر بادل گھر آئے اور موسلا دھار بارش برسنے لگی جنگل کی تمام آگ بجھ گئی اور گھرے ہوئے جانور نکل گئے"۔ [1]

---

[1] تذکرہ شیخ مدنیؒ ص ۲۱۶

(۲) " فتنہ تاتار کے اس عبرت ناک واقعہ کو یاد کرو جب چنگیز خان نے خوارزم کے ظلم کے مقابلہ میں اللہ سے فریاد کی تھی اور تین رات ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر خدا سے التجا کرتا رہا کہ " اے خدا خوارزم شاہ نے میری قوم پر ظلم کیا ہے۔ میری قوم مظلوم ہے۔ اگر یہ سچ ہے کہ تو مظلوم کی امداد کرتا ہے تو میری قوم کی مدد کر۔" تم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آتش پرست چنگیز اور اس کی قوم کی کس طرح امداد کی چنگیز خان ایک خانہ بدوش قبیلہ کو لے کر اٹھا اور تمام اسلامی سلطنتوں کو تہ و بالا کرتا چلا گیا۔ آج وہ تاریخ کا سب سے بڑا فاتح شمار کیا جاتا ہے"۔ [۱]

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا میز کرسی پر کھانے سے انکار

قاضی اطہر مبارکپوریؒ اپنے مقالے " حضرت مدنیؒ کا پہلا سفر کوکن" میں تحریر فرماتے ہیں:

" کیپٹن صاحب نے حضرت مدنیؒ کے اعزاز میں نہایت پر تکلف دعوتِ طعام کا انتظام کیا جس میں سینکڑوں خدام و متوسلین شریک تھے۔ جہاز کے عرشے پر نہایت قرینہ سے میز کرسیاں لگوائیں۔ حضرت مدنیؒ جب اوپر تشریف لے گئے اور یہ تکلفات دیکھے تو فرمایا کہ میں میز کرسی پر نہیں کھاتا ہوں، یہ جملے سنتے ہی کیپٹن صاحب نے جہاز کے خلاصیوں اور ملازموں کو آواز دی اور میز کرسیاں اٹھوا

---

[۱] تذکرہ شیخ مدنی ص ۲۱۶

کرسی میز کرسیاں (دریاں) بچھوادیں،،[1]

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت مولانا محمد میاں صاحب رحمہ اللہ (م ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء) نے تحریر فرمایا ہے وہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں، موصوف لکھتے ہیں۔

"حضرت مولانا آزادؒ کی وزارت کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے کہ آپ نے حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز اور ان کے ساتھ چند مخصوص خدام کی دعوت کی اس مرتبہ کھانے کا انتظام میز پر تھا، حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز نے کھانا تناول فرمایا مگر طبع مبارک منقبض رہی پھر آخر میں ایک لطیف انداز میں اس طرف اشارہ بھی فرما دیا، اب حضرت مولانا آزادؒ کا لطیف اور پاکیزہ احساس ملاحظہ فرمائیے کہ کچھ دنوں بعد پھر دعوت کی اور ان سب کو مدعو کیا جن کو پہلی دفعہ مدعو فرمایا تھا اور اس مرتبہ کھانے کا انتظام فرش پر کیا۔"[2]

ان واقعات سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو دیندار اور حضرت مدنیؒ کے نام لیوا ہونے کے باوجود میز کرسیوں پر کھانا تو بہت معمولی بات ہے کھڑے ہو کر کھانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

ہماری حالت

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء)

---

[1] شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی حیات و کارنامے' مرتبہ ڈاکٹر رشید الوحیدی ص ۱۳۰

[2] روزنامہ الجمعیت دہلی شیخ الاسلام نمبر ص ۳۶۲ طبع مکتبہ مدنیہ گوجرانوالہ

فرماتے ہیں :

" حالت موجودہ بالکل اس کے مشابہ ہے کہ ایک وزیر نے آثار سے معلوم کیا کہ ایک بارش ہوگی اور جو کوئی اس کا پانی پیئے گا مجنوں ہو جائیگا، بادشاہ سے عرض کیا اور اس کی اجازت سے یہ انتظام کیا کہ اچھے پانی کا ایک حوض بھر لیا گیا، تاکہ اس بارش کا پانی استعمال نہ کریں، چنانچہ وہ بارش ہوئی اور بجز بادشاہ اور وزیر کے سب نے اس کا پانی پیا اور مجنوں ہو گئے۔ اب شہر میں جلسے شروع ہوئے کہ وزیر بادشاہ مجنوں ہو گئے ہیں ان کو تخت و تاج سے الگ کر دینا چاہیے بادشاہ بہت گھبرایا اور وزیر سے مشورہ کیا، بعد مشورہ یہ قرار پایا کہ ہم تم بھی پی لیں، غرض کہ بادشاہ اور وزیر نے بھی وہ پانی پی لیا ان کو بھی وہی مجنونانہ حالت ہو گئی۔ سب رعایا میں خوشی ہوئی کہ بادشاہ اور وزیر کو خدا نے صحت عطا فرما دی ہے۔ وہی صورت قریب قریب یہاں نظر آرہی ہے۔" [1]

ایک منکرِ حدیث سے گفتگو

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ (م ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء) فرماتے ہیں :

" میں ایک دفعہ یہیں پاکستان میں کراچی سے لاہور آرہا تھا۔ ریل کا سفر تھا۔ اسی گاڑی میں ایک صاحب سوار ہوئے جواب ٹوپی دیے

---

[1] الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۲۲۷

قسم کے آدمی تھے ۔ انہوں نے اس قدر نیاز مندی سے میرے ساتھ برتاؤ کیا اور اتنی خدمت کی کہ ذرا میں لوٹے کی طرف ہاتھ بڑھاؤں تو فوراً پانی بھر کر لائیں اور کسی چیز کا اشارہ بھی کروں سمجھ جائیں، وہ لاکر رکھ دیں ۔ بہت بڑی خدمت کی، خیر کئی گھنٹے تک وہ بچارے محبت سے خدمت کرتے رہے ۔ میرے دل میں قدر ہوئی کہ بھئی بالکل ہی جدید تعلیمیافتہ اور نوفکر آدمی اور اس طالب علم کے آگے اس قدر محبت سے پیش آئے، بڑی دل میں قدر ہوئی ۔

——— وہ تھے اصل میں منکرِ حدیث ۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ مجھے انکارِ حدیث (کی بحث وتمحیص) کے اوپر لائیں ۔ اس لیے خدمت کو انہوں نے پیش خیمہ بنایا آخیر میں انہوں نے اپنا مقصد ظاہر کیا ——— احادیث پر کچھ اعتراضات کرنے شروع کیے کہ وہ قابلِ اعتبار نہیں ۔ اک تاریخ کا درجہ رکھتی ہیں ۔

" میں نے کہا، آپ کسی چیز کو مانتے بھی ہیں ؟ کہنے لگے قرآن ——— میں نے کہا، قرآن کا قرآن ہونا آپ کو کیسے معلوم ہوا ؟ کیا آپ پر وحی آگئی تھی کہ یہ قرآن ہے ۔ کیسے پتہ چلا ؟ کہنے لگے اللہ کے رسول کے ارشاد سے ——— میں نے کہا، وہ ارشاد ہی تو حدیث ہے، تو قرآن کا قرآن ہونا تو حدیث پر موقوف ہے ۔ حدیث کا آپ انکار کر دیں گے تو کون سی شرط ہے قرآن کے قرآن ہونے کی ؟ کیسے آپ انکار کرتے ہیں ؟ تو وہ چپ ہو گئے ۔

کہنے لگے کہ دل سے تو حدیث کا انکار واقعی مشکل ہے ۔

باقی حدیثیں ابھی بھی ہیں کہ بعض قابلِ اعتبار نہیں ——— تو مَیں نے کہا کہ جلسں کو تو آپ نے مان لیا آپ مصر کیوں ہیں کہ حدیث کی قسمیں ہیں ——— مَیں نے کہا جہاں تک حدیث کی قسمیں ہیں محدثین نے خود ان کی صراحت کی ہے ——— کہ ہر حدیث کا ایک درجہ نہیں ہے۔

جو حدیث متواتر ہے اور تواتر سے ثابت ہے وہ مورثِ یقین ہے اس کا انکار ایسا ہی ہے جیسے قرآن کا انکار۔ قرآن کی ایک آیت کا آدمی انکار کر دے تو اسلام سے خارج ہو جاتا ہے حدیثِ متواتر کے انکار سے بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیگا۔

دوسرے درجہ کی حدیث، حدیثِ مشہور ہے۔ وہ اگر مورثِ یقین نہیں تو ظنِ غالب کی مورث تو ہے ہی۔ ظنِ غالب تو پیدا ہوگا اور ظنِ غالب پر ہزاروں احکام کا مدار ہے تو وہ بھی حجت ہوگی۔

تیسرا درجہ خبرِ واحد کا ہے۔ وہ اگر ظنِ غالب نہیں تو مطلق ظن تو پیدا کرتی ہے اور ظن سے انکار نہیں کیا جا سکتا ——— بہت سے احکام ظن اور گمان پر مبنی ہیں کہ آدمی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ وضو میں پیروں کا دھونا ضروری ہے اور ذرا بھی خشک رہ جائے وضو نہیں ہوگا، لیکن آپ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ایڑی دھل گئی ہے یا نہیں؟ آپ دیکھ ہی نہیں سکتے۔ ظنِ غالب ہی تو ہوتا ہے کہ پیر دُھل گیا۔ اس ظنِ غالب پر شریعت بھی حکم دیتی ہے کہ ہاں دُھل گیا۔ وضو ہو گیا ——— تو بہت سے احکام کا مدار ظن

پر بھی ہوتا ہے، تو حدیث اگر ظن ہی پیدا کردے وہ بھی حجت کی شان رکھتی ہے۔ آپ کا گمان جب فعل کے جائز ہونے پر حجت بن جاتا ہے تو حدیث اگر ظن ہی پیدا کرے تو وہ کیوں حجت نہیں بنے گی؟ تو میں نے کہا یہ تو خود محدثین نے تصریح کردی ہے کہ ہر حدیث ایک درجے کی نہیں ہے ـــــ تو جنس حدیث کو آپ نے مان لیا۔ اقسام حدیث قابل اعتراض ہیں تو خود محدثین ہی تقسیم کرتے ہیں۔ اب آپ کو اعتراض کیا ہے؟ کہنے لگے اب تو کچھ اعتراض نہیں۔ میں نے کہا اب حدیث ـــــ کا انکار نہیں کرو گے؟ کہنے لگے نہیں اب نہیں کروں گا ـــــ تو لاہور آتے آتے ان کا خیال درست ہوگیا۔" [1]

حضرت امام محمدؒ کے تعلیمی اخراجات

خطیب بغدادی (م ٤٦٣ھ) تحریر فرماتے ہیں:

" قال محمد بن الحسن: "ترك ابي ثلاثين الف درهم فانفقت خمسة عشر الفا على النحو والشعر وخمسة عشر الفا على الحديث والفقه"۔ [2]

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ (م ١٨٩ھ) فرماتے ہیں کہ میرے

---

[1] خطبات حکیم الاسلام ج ١ ص ٧٧ تا ٧٩

[2] تاریخ بغداد ج ٢ ص ١٧٣

والد نے (وراثت میں میرے لیے) تیس ہزار درہم چھوڑے تھے جن میں سے پندرہ ہزار درہم میں نے (علوم عربیہ) نحو و شعر کی تحصیل میں خرچ کیے اور پندرہ ہزار علم حدیث اور علم فقہ کی تحصیل میں۔

یاد رہے کہ موجودہ دور کے حساب سے تیس ہزار درہم کی مالیت تقریباً چھ لاکھ تیس ہزار روپے بنتی ہے۔ یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیئے کہ یہ اخراجات اکیلے امام محمد رحمہ اللہ ہی کی تعلیم پر صرف نہیں ہوئے، بلکہ یہ تسلسل ہے ان کے اسلاف کے تعلیمی اخراجات کا، چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ کے ایک دادا استاذ ہیں حضرت امام ربیعۃ الرائے رحمہ اللہ (م ۱۳۶ھ) ان کی تعلیم پر تیس ہزار دینار (اشرفیاں) خرچ ہوئی تھیں جن کی مالیت موجودہ دور کے حساب سے تقریباً پانچ کروڑ پچاسی لاکھ روپے بنتی ہے۔

حضرت امام ربیعۃ الرائے جلیل القدر تابعی، فقیہ اور محدث ہیں حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ کے استاذ ہیں۔ ان کی تعلیم و تربیت کیسے ہوئی یہ ایک انتہائی سبق آموز اور عبرت انگیز قصہ ہے۔ تاریخ کے صفحات سے ناظرین کی دلچسپی کے لیے نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت امام ربیعۃ الرائے رحمہ اللہ کی تعلیم و تربیت

شاہ معین الدین احمد ندوی تاریخ بغداد کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

"ابھی وہ شکم مادر میں تھے کہ ان کے والد فرّوخ کو خراسان کی مہم پر چلا جانا پڑا اور کچھ ایسے اتفاقات پیش آتے گئے کہ وہ کامل ستائیس برس تک وطن نہ آسکے۔ ربیعہ کی ماں نہایت عاقلہ اور عاقبت اندیش خاتون تھیں، ربیعہ کی پیدائش کے بعد ان کی

تعلیم و تربیت کا بڑا خیال رکھا، چنانچہ شوہر کی عدم موجودگی میں انہوں
نے پوری توجہ سے لڑکے کو تعلیم و تربیت دلائی اور شوہر کا کل اندوختہ
جس کی تعداد تیس ہزار اشرفی تھی، ربیعہ کی تعلیم پر صرف کر دیا۔ ربیعہ
خود نہایت ذہین طبّاع اور شائق تھے، اس لیے انہوں نے
بہت جلد تعلیم حاصل کر لی اور آغازِ شباب ہی میں وہ جملہ علوم میں
کامل ہو گئے۔ چھبیس۲۶ ستائیس۲۷ سال کی عمر میں ان کا شہرہ دور دور
تک پھیل گیا اور ان کی ذات مرجع خلائق بن گئی۔

ستائیس۲۷ سال کے بعد انکے والد گھر واپس آتے۔ گھر پہنچ کر دروازہ
کھٹکھٹایا، باپ بیٹے دونوں ایک دوسرے سے ناواقف تھے۔
ربیعہ باہر نکلے تو دروازہ پر ایک اجنبی کو دیکھ کر سخت برہم ہوئے
اور کہا دشمن خدا تو میرے گھر پر حملہ کرتا ہے۔ فرّوخ نے جواب دیا
دشمن خدا تو میرے حرم میں گھسا ہوا ہے۔ دونوں میں یہاں تک
گفتگو بڑھی کہ باہم دست و گریبان ہو گئے۔ یہ شور ہنگامہ سن کر
پاس پڑوس کے آدمی جمع ہو گئے۔ یہاں آکر دیکھا تو دونوں آدمی گتھے
ہوئے تھے۔ ربیعہ فرّوخ سے لپٹے ہوئے کہہ رہے تھے کہ خدا
کی قسم تجھ کو حاکم شہر کے پاس لے جائے بغیر نہ چھوڑوں گا۔
فرّوخ کی زبان پر بھی یہی کلمات تھے۔ اتنے میں حضرت مالک بن
انس رح پہنچ گئے اور فرّوخ سے کہا بڑے میاں آپ کسی دوسرے
گھر میں ٹھہر جائیے، اس وقت فرّوخ نے اپنا تعارف کرایا کہ
میں بنی فلاں کا غلام ہوں۔ میرا نام فرّوخ ہے اور یہ میرا گھر ہے
ان کی آواز سن کر بیوی گھر سے نکل آئیں اور انہیں پہچان کر بیٹے

سے کہا کہ یہ تمہارے باپ ہیں اور شوہر کو بتایا کہ یہ تمہارا فرزند ہے جسے تم حمل کی حالت میں چھوڑ گئے تھے۔ یہ پردہ اُٹھنے کے بعد دونوں باپ بیٹے گلے مل کر خوب روئے۔ گھر میں داخل ہونے کے بعد فرّوخ نے بیوی سے اندوختہ کے متعلق پوچھا اور کہا میرے پاس چار ہزار دینار اور ہیں۔ بیوی کل روپے بیٹے کی تعلیم پر صرف کر چکی تھی۔ جواب دیا ابھی ایسی جلدی ہی کیا ہے، روپیہ حفاظت سے دفن ہے اطمینان سے نکالوں گی۔ اس وقت ربیعہؒ کی ذات طالبانِ علم کا مرجع بن چکی تھی، مسجدِ نبوی میں ان کا حلقۂ درس قائم تھا جس میں مدینے کے بڑے بڑے اربابِ علم، عمائد اور اشراف شریک ہوتے تھے۔ ربیعہؒ معمول کے مطابق وقت پر مسجد چلے گئے۔ ان کی ماں نے درس کا وقت پہچان کر شوہر سے کہا ذرا مسجدِ نبوی میں جا کر نماز پڑھ آؤ۔ فرّوخ مسجد چلے گئے تو دیکھا کہ ایک شخص کے گرد لوگوں کا ہجوم لگا ہوا ہے امام مالکؒ، حسن بن زیدؒ، ابن ابو علی لہبیؒ اور مساحقی وغیرہ مدینہ کے شرفاء اور اکابر حلقۂ درس میں شریک ہیں۔ فرّوخ یہ ہجوم دیکھ کر قریب چلے گئے۔ لوگوں نے راستہ دے دیا۔ ربیعہؒ نے درس میں خلل پڑنے کے خیال سے سر جھکا لیا۔ فرّوخ نے لوگوں سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں؟ انہوں نے بتایا ربیعہ بن عبدالرحمٰن فرّوخ یہ سن کر وفورِ مسرت میں بول اُٹھے خدا نے میرے لڑکے کو یہ رتبہ عطا کیا اور گھر جا کر بیوی سے کہا میں نے تمہارے لڑکے کو ایسے رتبہ پر دیکھا کہ اس سے قبل کسی صاحبِ علم فقیہ کو نہ دیکھا تھا۔ شوہر کی زبان سے یہ اعتراف سننے کے بعد بیوی نے کہا، اب بتاؤ کیا

چاہتے ہو، بیٹے کی یہ عظمت وشان یا تیس ہزار اشرفیاں؟ فرّوخ نے جواب دیا۔ خدا کی قسم لڑکے کی عظمت وشان۔ بیوی نے کہا تو پھر تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے تمہاری کل دولت اس کی تعلیم میں صرف کردی۔ فرّوخ نے کہا خدا کی قسم ٹھکانے لگی۔ [۱]

دینی اور انگریزی تعلیم کا فرق

ہائے غربت سکول ٹیچر نے خود کو پھانسی دیدی

" لاہور (نمائندہ خصوصی) بستی سیدن شاہ اپر مال میں ایک سکول ٹیچر نے غربت سے تنگ آکر خود کو پھانسی دے کر خودکشی کرلی۔ پولیس نے رپورٹ درج کرکے نعش پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوادی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ متوفی ۴۰ سالہ انوار الحق گورنمنٹ ہائی سکول باغبانپورہ میں سیکنڈ شفٹ میں دسویں جماعت کے بچوں کو پڑھاتا تھا اس کے تین جوان بیٹیاں اور تین بیٹے تھے۔ قلیل تنخواہ میں گھر کی گزراوقات نہ ہوتی تھی اس نے اپنے مختلف دوست احباب سے قرضہ لے رکھا تھا جو اس سے واپسی کا تقاضا کرتے تھے۔ دو تین ماہ قبل غریب سکول ٹیچر نے کاروبار بھی کرنے کی کوشش کی لیکن ناکامی کا سامنا ہوا۔" [۲]

قارئین محترم! آپ اس جیسی بہت سی خبریں آئے دن اخبارات میں ملاحظہ فرماتے رہتے ہیں، لیکن اس کے برخلاف یہ خبر نظر سے نہیں گزرتی کہ فلاں مدرسہ

---

[۱] تاریخ بغداد ج ۸ ص ۴۲۱ بحوالہ سیر الصحابہ ج ۷ ص ۱۳۳

[۲] روزنامہ نوائے وقت ۲۴ نومبر ۱۹۹۵ء ص ۱۳ کالم ۲

کے دینی طالب علم یا فلاں مسجد کے مؤذن یا امام و خطیب نے غربت سے تنگ آکر خودکشی کرلی۔ حیرت ہے کہ اس کے باوجود لوگ یہ کہتے نہیں تھکتے کہ اپنی اولاد کو دین نہ سکھاؤ ورنہ یہ کھائیں پیئیں گے کہاں سے اور ان سے شادی بیاہ کون کرے گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

"کتوں جیسی حرکات و سکنات والا بچہ کچا گوشت کھاتا ہے قصابوں کی دکانوں کے گرد گھومتا رہتا ہے"

کوٹ مومن (این این آئی) کتوں جیسی حرکات و سکنات رکھنے والا عجیب و غریب بچہ پورے شہر کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ تفصیلات کے مطابق ایک دس بارہ سالہ بچہ سارا دن قصابوں کی دکانوں کے گرد منڈلاتا رہتا ہے جیسے ہی قصاب گوشت کا کوئی ٹکڑا اس کی طرف اچھالتے ہیں تو فوراً جھپٹ کر منہ میں ڈال لیتا ہے اور نہایت مزے لے کر کھانا شروع کر دیتا ہے اور اگر قصاب گوشت نہ دے تو گاہکوں کی منت سماجت شروع کر دیتا ہے اور پاؤں میں لپٹنا شروع کر دیتا ہے جیسے ہی گوشت کا ٹکڑا مل جائے فوراً کچا چبا کر نگل لیتا ہے۔"[۱]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت سی برائیاں شمار فرما کر ارشاد فرمایا کہ جب یہ برائیاں ہونے لگیں تو سرخ آندھی، زلزلہ، زمین میں دھنس جانے، شکلیں بگڑ جانے، آسمان سے پتھر برسنے اور طرح طرح کے لگاتار عذابوں کا انتظار کرو۔ (مذکورہ اخباری خبر سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیش گوئی فرمائی تھی اس کے ظہور کا وقت آرہا ہے۔)

قدرت کی نیرنگیاں

تاریخ اسلام میں بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں جو عبرت انگیز بھی

[۱]

ہیں اور سبق آموز بھی۔ جنہیں پڑھ کر چشم عبرت حیران اور عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے اور بے ساختہ قدرتِ خداوندی کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ چند واقعات نذر قارئین کیے جاتے ہیں :

سعادت و شقاوت

بنی اسرائیل میں موسیٰ نام کے دو شخص گزرے ہیں :

(۱) موسیٰ بن عمران، ان کی پرورش دشمنِ خدا فرعون کے گھر ہوئی، مگر یہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر بنے۔ انہیں اللہ تعالیٰ سے شرفِ ہمکلامی حاصل ہوا اور ان کی بدولت بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کی قوم کے ظلم و ستم سے نجات ملی۔ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام۔

(۲) موسیٰ بن ظفر۔ بقول شیخ احمد الصاویؒ[1] — یہ شخص ولد الزنا تھا جب یہ پیدا ہوا تو اس کی ماں قوم کے خوف سے اسے کسی پہاڑ پر ڈال گئی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کی روایت کے مطابق یہ اس زمانے میں پیدا ہوا تھا جن دنوں فرعون نے بچوں کے قتل کر دیئے جانے کا حکم دے رکھا تھا۔ اس کی والدہ کو جب یہ اندیشہ ہوا کہ فرعونی سپاہی اسے قتل کر دیں گے تو وہ اسے جنگل کے ایک غار میں رکھ کر اوپر سے غار کا دہانہ بند کر آئی۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو اس کی حفاظت اور غذا دینے پر مامور فرمایا۔ وہ اپنی ایک انگلی پر شہد اور ایک پر مکھن اور ایک پر دودھ لاتے اور اس کو چٹا دیتے۔ یہاں تک کہ یہ اسی غار میں پل کر جوان ہو گیا۔ لیکن اس کا انجام یہ ہوا کہ خود کفر میں مبتلا ہوا اور بنی

---

[1] حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ج ۱ ص ، روح المعانی ج ۱۶ ص ۲۴۴

اسرائیلیوں کو اپنے بنائے ہوئے بچھڑے کی عبادت میں لگا کر ان کو بھی گمراہ کیا۔
اسی کو کسی شاعر نے اپنے دو شعروں میں اس طرح بیان کیا ہے ؎

إِذَا الْمَرْءُ لَمْ يُخْلَقْ سَعِيْدًا تَحَيَّرَتْ
عُقُوْلُ مُرَبِّيْهِ وَخَابَ الْمُؤَمَّلُ
فَمُوْسَى الَّذِيْ رَبَّاهُ جِبْرِيْلُ كَافِرٌ
وَمُوْسَى الَّذِيْ رَبَّاهُ فِرْعَوْنُ مُرْسَلٌ[1]

جب کوئی شخص اصل پیدائش میں نیک بخت نہ ہو تو اس کے پرورش کرنے والوں کی عقلیں بھی حیران رہ جاتی ہیں اور اس سے جو امید باندھی گئی تھی وہ بے کار چلی جاتی ہے۔ دیکھو جس موسیٰ کو جبریل نے پالا تھا وہ تو کافر ہو گیا اور جس موسیٰ کو فرعون لعین نے پالا تھا وہ خدا کا رسول بن گیا۔

۲ پیراہنِ یوسف کی خوشبو

قرآنِ پاک میں جناب یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس واقعہ میں جہاں اور کئی عبرتیں اور عجائبات ہیں ایک عجیب بات یہ ہے کہ برادرانِ یوسف نے یوسف علیہ السلام کو ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے جدا کر کے پاس ہی ایک کنوئیں میں ڈال دیا تھا۔ اس کنوئیں میں آپ تین دن تک رہے، لیکن جناب یعقوب علیہ السلام کو ان کا پتہ نہ چلا۔ حتیٰ کہ آپ کو ایک قافلہ مصر لے گیا۔

---

[1] روح المعانی ج ۱۶ ص ۲۴۴

مصر میں تقریباً چالیس سال رہے۔ اس چالیس سالہ دور میں بھی انہیں کوئی اطلاع نہ ہوئی، لیکن جب برادرانِ یوسف حضرت یوسف علیہ السلام سے تعارف ہو جانے کے بعد ان کے حکم سے ان کی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لے جانے کے لیے مصر سے نکلتے ہیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام باوجود دو ڈھائی سو میل کی مسافت کے اس قمیص کی خوشبو کو محسوس فرما لیتے ہیں۔

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۝ ۱۲: ۹۴

اور جب قافلہ چلا تو ان کے والد نے کہا کہ اگر تم مجھے بڑھاپے میں بہکی بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو تو ایک بات کہوں کہ مجھ کو تو یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔

اس واقعہ کو شیخ سعدی علیہ الرحمہ (م ۶۹۱ھ) نے گلستان میں اس طرح نظم کیا ہے۔

یکے پرسید ازاں گم کردہ فرزند   کہ اے روشن گہر پیرِ خردمند
زمصرش بوئے پیراہن شنیدی   چرا در چاہِ کنعانش ندیدی
بگفت احوالِ ما برقِ جہان ست   دمے پیدا و دیگر دم نہان ست
گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم   گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینم
اگر درویش بر حالے بماندے   سرِ دست از دو عالم بر فشاندے

ایک شخص نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اے روشن ذات عقل مند پیر یہ کیا بات ہے کہ مصر سے یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو آپ نے سونگھ لی، لیکن کنعان

کے کنوئیں میں (جو آپ سے زیادہ دور نہیں تھا) آپ یوسف علیہ السلام کو نہ دیکھ سکے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا ہمارے احوال کوندنے والی بجلی کی طرح ہیں۔ ایک سانس میں ظاہر اور دوسرے سانس میں پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ کبھی ہم اونچے بالاخانے پر بیٹھتے ہیں (یعنی مقاماتِ عالیہ حاصل کر لیتے ہیں اور عرش تک کی خبریں آتے ہیں) اور کبھی اپنے پاؤں کی پشت بھی نہیں دیکھ پاتے۔ (عروج ہوتا ہے تو ایسا، نزول ہوتا ہے تو ایسا) فقیر اگر ایک حالت پر باقی رہتا تو دونوں عالم کو ترک کر دیتا۔

اس واقعہ سے درج ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) غیب خاصۂ خداوندی ہے جو اس نے نہ کسی فرشتے کو دیا ہے نہ کسی نبی کو۔ اگر انبیاء کرام غیب دان ہوتے تو حضرت یعقوب علیہ السلام چالیس برس تک بیٹے کی جُدائی میں آنسو نہ بہاتے۔

(۲) معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ وہ جب چاہتے ہیں نبی کے ہاتھ پر ظاہر فرما دیتے ہیں۔ نبی کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا کہ وہ اپنی مرضی سے جب چاہے صادر کرے۔

(۳) ہر آسان چیز زمانۂ محنت و مشقت میں مشکل بن جاتی ہے اور ہر مشکل چیز زمانۂ راحت و آرام میں آسان بن جاتی ہے۔

③ ہُدہُد کی تیز نظری

مشہور ہے کہ ہُدہُد کی نظر اس قدر تیز ہے کہ وہ پانی کو زمین کی تہہ میں اس طرح دیکھ لیتا ہے جس طرح انسان شیشہ کی ایک طرف سے دوسری طرف

دیکھتا ہے، لیکن انتہائی حیران کن بات ہے کہ ہُدہُد کو زمین پر پڑا ہوا وہ جال نظر نہیں آتا جس سے اسے شکار کیا جاتا ہے۔

علامہ قرطبی مالکی رحمہ اللہ (م ۶۷۱ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"رُوِیَ اَنَّ نَافِعَ بْنَ الْاَزْرَقِ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ یَذْکُرُ شَانَ الْھُدْھُدِ فَقَالَ لَہٗ قِفْ یَا وَقَّافُ کَیْفَ یَرَی الْھُدْھُدُ بَاطِنَ الْاَرْضِ وَھُوَ لَا یَرَی الْفَخَّ حِیْنَ یَقَعُ فِیْہِ؟ فَقَالَ لَہٗ ابْنُ عَبَّاسٍ: اِذَا جَاءَ الْقَدَرُ عَمِیَ الْبَصَرُ" [1]

مروی ہے کہ نافع بن ارزق نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ہُدہُد کا تذکرہ کرتے ہوئے سُنا تو کہنے لگا کہ اے وقاف ذرا ٹھہریئے اور یہ تو بتایئے کہ ہُدہُد زمین کی تہہ میں کیونکر دیکھ لیتا ہے جب کہ اسے وہ جال نظر نہیں آتا جس میں وہ شکار ہو جاتا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب تقدیر غالب آتی ہے تو آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔

جس بچے پر ملک الموت کو ترس آیا وہ کیا سے کیا بن گیا

حضرت وہب بن مُنَبِّہ رحمہ اللہ (م ۱۱۴ھ) فرماتے ہیں:
کہ ایک مرتبہ ملک الموت ایک بہت بڑے ظالم و جابر کی روح قبض کر کے لے گئے کہ دنیا میں اس سے بڑا ظالم کوئی نہ تھا، وہ جارہے

---

[1] الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۱۷۸

تھے فرشتوں نے اُن سے پوچھا۔ لِمَنْ کُنْتَ اَشَدَّ رَحْمَۃً مِمَّنْ قَبَضْتَ رُوْحَہٗ؟ تم نے ہمیشہ جانیں قبض کیں، تمہیں کبھی کسی پر رحم بھی آیا؟ انہوں نے کہا کہ سب سے زیادہ ترس مجھے ایک عورت پر آیا جو تنہا جنگل میں تھی جب ہی اس کے بچہ پیدا ہوا تھا مجھے حکم ہوا کہ اس عورت کی جان قبض کرلوں، مجھے اس عورت کی اور اس کے بچے کی تنہائی پر بڑا ترس آیا کہ اس بچے کا اس جنگل میں جہاں کوئی دوسرا نہیں ہے کیا بنے گا؟ فرشتوں نے کہا کہ یہ ظالم جس کی رُوح تم لے جارہے ہو وہی بچہ ہے ملک الموت حیرت میں رہ گئے کہنے لگے "سُبْحَانَ اللطیف لِمَا یَشَاءُ" مولیٰ تو پاک ہے بڑا مہربان ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ [1]

قاضی ابوبکر بغدادیؒ کا عجیب واقعہ

حافظ ابنِ رجب حنبلیؒ (م ۷۹۵ھ) اپنی کتاب "ذیل طبقات الحنابلہ" میں قاضی ابوبکر بن محمد بن عبدالباقی بغدادیؒ (بزاز انصاری م ۵۳۵ھ) کے حالات میں ان کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

"میں ایک زمانہ میں مکہ مکرمہ آکر پڑگیا تھا، ان دنوں ایک مرتبہ بہت ہی سخت بُھوک لگی۔ پاس میں کچھ تھا نہیں جس سے بُھوک مٹاتا۔ اتفاق سے ایک ریشم کی تھیلی پڑی ہوئی مل گئی

---

[1] احیاء العلوم عربی ج ۴ ص ۴۶۸

جس کا پھندنا بھی ریشم کی ڈوری سے بندھا ہوا تھا۔ میں اسے اٹھا کر گھر لے آیا، اسے کھول کر دیکھا تو اس میں موتیوں کا ایسا نفیس و قیمتی ہار تھا کہ میں نے آج تک اس جیسا نہیں دیکھا تھا۔ میں باہر نکلا تو دیکھا ایک بوڑھا آدمی اسی کا اعلان کر رہا ہے، اس کے پاس ایک پھٹے پرانے کپڑے میں پانچسو دینار تھے اور وہ یہ آواز لگا رہا تھا "موتیوں کی تھیلی واپس کرنے والے کو یہ رقم انعام میں دی جائے گی" میں نے دل میں کہا میں ضرورت مند اور بھوکا ہوں کیوں نہ ان اشرفیوں کو لے کر کام میں لاؤں اور اس کو تھیلی واپس کر دوں۔

میں نے اس سے کہا، میرے پاس آیئے۔ میں اس کو لے کر گھر پہنچا۔ اس نے ہر چیز کی نشانی بتائی تھیلی کیسی ہے، پھندنا کیسا ہے، موتی کس طرح کے ہیں اور کتنے ہیں اور یہ کہ جس دھاگے سے باندھا گیا ہے وہ کیسا ہے؟ علامت صحیح پا کر میں نے تھیلی نکال کر اسے دیدی۔ اس نے پانچسو دینار میرے آگے کر دیئے، مگر اس وقت میری عجیب حالت ہوئی۔ میں نے لینے سے انکار کر دیا، میں نے کہا یہ میرا فرض تھا کہ میں آپ کو لوٹاؤں۔ میں اس پر کوئی بدلہ لینا نہیں چاہتا! اُس نے کہا، یہ آپ کو لینے پڑیں گے اور بہت ہی اصرار کیا، لیکن میں تیار نہیں ہوا، آخر وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ اِدھر میرا قصہ یہ ہوا کہ میں مجبور ہو کر مکہ سے نکلا اور بحری سفر شروع کر دیا۔ اتفاق سے راستے میں کشتی ٹوٹ گئی، اور مسافر ڈوب گئے اور ان کا سامان ضائع ہو گیا تنہا ایک میں تھا جو کشتی کے اک ٹکڑے پر زندہ بچا رہا۔ عرصہ تک سمندر میں تیرتا رہا۔

مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ خدا خدا کر کے ایک جزیرے میں پہنچا، جہاں کچھ لوگ آباد تھے۔ میں ایک مسجد میں جا کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے مجھے قرآن پڑھتے دیکھا تو جزیرہ کا کوئی شخص ایسا نہ بچا جس نے میرے پاس آ کر یہ نہ کہا ہو کہ "آپ ہمیں قرآنِ پاک پڑھا دیجئے" اس طرح مجھے ان لوگوں سے ڈھیروں مال حاصل ہوا۔

کچھ دن بعد میں نے اس مسجد میں قرآنِ پاک کے چند بوسیدہ اوراق رکھے ہوئے دیکھے۔ میں انہیں اٹھا کر پڑھنے لگا، انہوں نے پوچھا: آپ خوشنویسی بھی جانتے ہیں؟" میں نے کہا، جی ہاں انہوں نے کہا "آپ ہمیں لکھنا اور ــــ سکھا دیجئے" غرض وہ اپنے بچوں اور جوانوں کو لے کر آ گئے اور میں انہیں سکھانے لگا۔ اس سے بھی مجھے بہت کافی مال و اسباب حاصل ہوا۔

ایک دن وہاں کے لوگوں نے مجھ سے کہا، ہمارے یہاں ایک یتیم بچی ہے اور اس کے پاس مال و متاع بھی کافی موجود ہے ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس سے شادی کر لیں۔ میں نے منع کر دیا، لیکن وہ میرے پیچھے پڑ گئے اور مجھے ان کی بات ماننی پڑی۔ جب شبِ زفاف میں اسے لے کر میرے پاس آئے تو میں نظر اُٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔ میں نے اس کی گردن میں بعینہٖ وہی ہار لٹکا ہوا دیکھا تو بھونچکا رہ گیا۔ اب میں صرف اس ہار کو دیکھ رہا تھا۔ لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو کہا: "جناب آپ نے اس یتیم بچی کا دل توڑ دیا۔ آپ اسے دیکھنے کے بجائے ہار دیکھ رہے ہیں"

میں نے انہیں ہار کا قصہ سنایا تو سب نے ایک ساتھ نعرہ

لگایا اور اتنی زور سے اللہ اکبر کہا کہ تمام جزیرے والوں تک وہ آواز پہنچی۔ مَیں نے کہا، کیا ہوا؟ انہوں نے کہا، جن بڑے میاں نے تم سے ہار لیا تھا وہ اسی بچّی کے باپ تھے۔ وہ کہا کرتے تھے مجھے دنیا میں صرف ایک سچّا اور پکا مسلمان ملا اور وہ، وہ تھا جس نے مجھے ہار لوٹایا۔ وہ خدا سے دُعا کرتے تھے، "خدایا مجھے اس سے پھر ملا دے تاکہ میں اسے اپنی بیٹی بیاہ دوں"۔ اور اب وہ آپکو مل گئی۔

میں ایک مدت تک اس کے ساتھ رہا، اللہ نے مجھے اس سے دو بیٹے بھی دیئے۔ پھر اس کا انتقال ہو گیا اور ہار کا وارث میں اور میرے دونوں لڑکے ہوئے۔ کچھ دنوں بعد بچّے بھی اللہ کو پیارے ہو گئے اور ہار تنہا میرے قبضے میں آیا۔ مَیں نے اسے ایک لاکھ دینار میں فروخت کیا اور یہ جو مال و متاع تم کو نظر آرہا ہے یہ سب اسی رقم کا باقی ماندہ حصّہ ہے۔ [1]

---

[1] ذیل طبقات الحنابلہ ج ا ص ۱۹۶
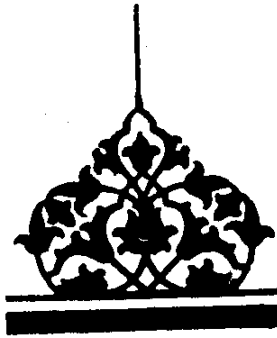
رمضان اور قرآن

قارئین محترم رمضان اور قرآن کی مناسبت سے اس بار پھر ہم آپ کے سامنے قرآن سے متعلق کچھ باتیں پیش کریں گے۔

کتاب و سنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ان کے زمانہ کے حالات کے مطابق معجزہ عطا فرمایا تھا، چونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عربوں میں فصاحت و بلاغت کا دور دورہ تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا معجزہ (قرآن پاک) دیا گیا جس نے عربوں کی فصاحت و بلاغت، ان کی سخن دانی اور زبان آوری کو ماند کر کے رکھ دیا۔

وہ عرب جو انتہائی قادر الکلام اور فی البدیہہ شعر گوئی کے عادی تھے اس کلام معجز التمام کی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورت کے مقابلہ کرنے پر بھی قادر نہ ہوئے اور اس کے مثل بنا کر لانے سے عاجز رہ گئے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ بہت سے نامور شعراء نے قرآن پاک کو سن کر شعر گوئی ترک کر دی تھی۔

دورِ جاہلیت میں دستور تھا کہ اہلِ عرب سالانہ محفلِ مشاعرہ منعقد کرتے تھے جس میں مختلف قبائل کے شعراء اپنے اپنے قصیدے سنایا کرتے تھے۔ جس شاعر کا قصیدہ بہت زیادہ فصیح و بلیغ سمجھا جاتا تھا اس کو کعبۃ اللہ پر لٹکا دیا جاتا تھا جو گویا اس بات کی علامت ہوتا تھا کہ اس جیسا قصیدہ کوئی اور نہیں کہہ سکتا۔

کعبۃ اللہ پر لٹکائے جانے والے قصیدوں میں سے آج بھی ہمارے پاس سات قصیدے محفوظ ہیں۔ جنہیں "اَلْمُعَلَّقَاتُ السَّبْعُ" کہا جاتا ہے جو مدارسِ عربیہ کے نصابِ درس میں شامل ہیں۔ ان سات قصائد میں سے ایک قصیدہ حضرت لبید بن ربیعہ عامری رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔

حضرت لبید بن ربیعہ عامری رضؓ

حضرت لبید بن ربیعہؓ معمر ترین صحابہ کرام میں سے ہیں۔ کم و بیش ایک سو ستاون برس کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔ آپ نے دورِ جاہلیت بھی پایا ہے اور دورِ اسلام بھی۔ جب اسلام قبول کیا تو شعر گوئی چھوڑ دی اور اس کی جگہ قرآن پاک حفظ کیا اور اسی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ سے فرمایا "اَنْشِدْنِیْ شَیْئًا مِنْ شِعْرِكَ" ربیعہؓ اپنے کچھ تازہ اشعار تو سناؤ۔ آپ نے عرض کیا "مَا کُنْتُ لَا قُوْلُ شِعْرًا بَعْدَ اَنْ عَلَّمَنِیَ اللّٰہُ الْبَقَرَۃَ وَاٰلَ عِمْرَانَ" جب کہ مجھے خدا تعالیٰ نے سورۂ بقرہ اور آلِ عمران پڑھنے کی توفیق دے دی تو اب مجھے شعر گوئی کیونکر زیب دے سکتی ہے۔؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے اس جواب سے خوش ہوئے اور آپ کے دو ہزار درہم کے وظیفہ میں پانچ سو درہم کا اضافہ کر دیا۔ [1]

حضرت لبید رضی اللہ عنہ کے ایک شعر کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تعریف فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۶۱

أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيدٍ
اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ" [۱]

سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہے لبید کا یہ کلام ہے اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ، یعنی آگاہ و خبردار رہو کہ اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے۔

حضرت ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (م ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت لبیدؓ کا پورا کلام یہ ہے ؎

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ
وَكُلُّ نَعِيْمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلٌ
نَعِيْمُكَ فِي الدُّنْيَا غُرُوْرٌ وَحَسْرَةٌ
وَعَيْشُكَ فِي الدُّنْيَا مُحَالٌ وَبَاطِلٌ [۲]

آگاہ و خبردار رہو کہ اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے اور دنیا کی ہر لذت و راحت بالآخر ختم ہونے والی ہے۔
تیرا دنیا میں راحت و آرام پانا ایک دھوکہ اور حسرت ہے اور دنیا میں تیری عیش و عشرت محال اور باطل ہے۔

ابن مُقفع

ابن مقفع اپنے وقت کا ایک بڑا بلند پایہ ادیب گزرا ہے۔ اس نے دعویٰ کیا کہ قرآن بے شک فصاحت و بلاغت کی انتہا پر ہے، لیکن میں اسی طرز

---

[۱] بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۰۹ [۲] مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۹ ص ۱۲۳

کا کلام لکھ سکتا ہوں۔ اس نے اپنی کافی عمر اسی خیالِ خام میں ضائع کی اور اپنے خیال میں کچھ اس طرح لکھا بھی۔ ایک روز اسے ایک مکتب کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ایک لڑکا سورۂ ہود کی یہ آیت پڑھ رہا تھا۔

"وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔"

(اور حکم آیا اے زمین نگل جا اپنا پانی اور اے آسمان تھم جا اور سکھایا گیا پانی اور ہو چکا کام اور کشتی ٹھہری جودی پہاڑ پر اور حکم ہوا دور ہو قوم ظالم۔)

ابنِ مقنع سنتے ہی حیرت زدہ اور مدہوش ہوگیا اور گھر آکر سب اپنے لکھے کو مٹا دیا اور قسم کھا کر کہا کہ اس کلام کا کوئی معارضہ نہیں کر سکتا اور یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔" [1]

علامہ سلیمان الجمل رحمہ اللہ (م ۱۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

"هذه الآية ابلغ آية فى القرآن لاحتوائها على احد وعشرين نوعا من انواع البديع والحال ان كلماتها تسعة عشر [2]"

یہ آیت کریمہ قرآن پاک کی انتہائی بلیغ آیت ہے کیونکہ یہ فنِ بدیع کی ۲۱ اقسام پر مشتمل ہے جبکہ اس آیت کے کل کلمات صرف ۱۹ ہیں۔

---

[1] آثار التنزیل ص ۲۵۶

[2] حاشیۃ الجمل علی الجلالین ج ۲ ص ۴۰۰

جی چاہتا ہے کہ قارئین کے سامنے قرآن پاک کی چند دیگر آیات مبارکہ جو فصاحت و بلاغت سے معمور اور اسرار معانی سے مملو ہیں پیش کی جائیں تاکہ انہیں عظمتِ قرآن کا آنکھوں سے مشاہدہ ہو۔

ملاحظہ فرمایئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

(۱) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔ (۵ : ۶)

اے ایمان والو جب تم اُٹھو نماز کو تو دھو لو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو اپنے سر کو اور پاؤں ٹخنوں تک اور تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا کوئی تم میں آیا ہے جائے ضرور سے یا پاس گئے ہو عورتوں کے پھر نہ پاؤ تم پانی تو قصد کرو مٹی پاک کا اور مل لو اپنے مُنہ اور ہاتھ اس سے۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے لیکن چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور پورا کرے اپنا احسان تم پر تاکہ تم احسان مانو۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

شیخ الاسلام ابوبکر بن علی بن محمد الحدادیمنی رحمہ اللہ (م ۸۰۰ھ) اس آیت کریمہ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں :

"من اسرارھا انھا تشتمل علی سبعۃ فصول کلھا مثنی طھارتان الوضوء والغسل، ومطھران الماء والصعید وحکمان الغسل والمسح وموجبان الحدث والجنابۃ والمبیحان المرض والسفر، وکذا اتیان الغائط والملامسۃ وکرامتان تطھیر الذنوب واتمام النعمۃ واتمامھا موتہ شھیدا قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من دام علی الوضوء مات شھیدا"[1]

اس آیتِ مبارکہ کے اسرار وحکم میں سے یہ چیز ملاحظہ فرمائیں کہ اس میں سات فصلیں ہیں اور ہر فصل دو چیزوں پر مشتمل ہے۔ (۱) اس میں دو طہارتوں کا ذکر ہے (طہارۃِ صغریٰ) وضوء اور (طہارۃِ کبریٰ) غسل (۲) دو پاک کرنے والی چیزوں کا تذکرہ ہے پانی اور مٹی (۳) دو حکم مذکور ہیں دھونے اور مسح کرنے کا (۴) دو طہارۃ کو واجب کرنے والی چیزوں کا تذکرہ ہے حدث یعنی بے وضو ہونا اور جنابت یعنی بے غسل ہونا۔ (۵) دو مباح کرنے والی چیزوں کا ذکر ہے مرض اور سفر۔ (۶) بول و براز سے فراغت اور صحبت (۷) دو کرامتیں مذکور ہیں گناہوں کی تطہیر اور نعمت

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۲ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان

کا اتمام اور اتمامِ نعمت بندہ کا شہادت کی موت مرنا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جو ہمیشہ باوضو رہتا ہے وہ شہادت کی موت مرتا ہے۔

(۲) حَتّٰٓی اِذَآ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰٓاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝ (۱۸:۲۵)

"یہاں تک کہ جب پہنچے چیونٹیوں کے میدان پر کہا ایک چیونٹی نے اے چیونٹیو! گھس جاؤ اپنے گھروں میں نہ پیس ڈالے تم کو سلیمان اور اس کی فوجیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔" (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

شیخ احمد الصاوی المالکی رحمہ اللہ (م ۱۲۴۱ھ) اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

"اشتمل هذا القول على احد عشر نوعًا من البلاغة اولها النداء بياء ثانيها لفظ اى ثالثها التنبيه رابعها التسمية بقول النمل خامسها الامر بقولها ادخلوا سادسها التنصيص بقولها مساكنكم سابعها التحذير بقولها لا يحطمنكم ثامنها التخصيص بقولها سليمان تاسعها التعميم بقولها وجنوده عاشرها الاشارة بقولها وهم حادى عشرها العذر بقولها لا يشعرون" [1]

---

[1] حاشیۃ العلامۃ الصاوی ج ۳ ص ۱۹۰

چیونٹی کا یہ کلام يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ (الآیۃ) بلاغت کی گیارہ قسموں پر مشتمل ہے (۱) حرف یا سے نداء (۲) لفظ أيُّ کا استعمال (۳) ھاء تنبیہ کا ذکر (۴) چیونٹی کا باقاعدہ نام لے کر یعنی يَا أَيُّهَا النَّمْلُ کہہ کر خطاب کرنا (۵) چیونٹی کا ادْخُلُوا کہہ کر حکم دینا (۶) چیونٹی کا مَسَاكِنَكُمْ کہہ کر باقاعدہ داخل ہونے کی جگہ کی صراحت کرنا۔ (۷) چیونٹی کا دوسری چیونٹیوں کو لَا يَحْطِمَنَّكُمْ کہہ کر ڈرانا (۸) چیونٹی کا پہلے سلیمان کہہ کر تخصیص کرنا (۹) پھر وَجُنُودُهُ کہہ کر تعمیم کرنا (۱۰) چیونٹی کا هُمْ سے اشارہ کرنا (۱۱) چیونٹی کا حضرت سلیمان اور ان کے لشکر کی طرف سے لَا يَشْعُرُونَ کہہ کر عذر پیش کرنا۔

(۳) وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ (۲۸ : ۷)

اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کی ماں کو کہ اس کو دودھ پلاتی رہ۔ پھر جب تجھ کو ڈر ہو اس کو تو ڈال دے اس کو دریا میں اور نہ خطرہ کر اور غمگین نہ ہو ہم پھر پہنچا دیں گے اس کو تیری طرف اور کریں گے اس کو رسولوں سے

اس آیت کی تفسیر میں شیخ احمد الصاوی رح تحریر فرماتے ہیں:

"وقد اشتملت هذه الآية على امرين وهما أَرْضِعِيهِ وَأَلْقِيهِ و نهيين وهما لَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي و خبرين و بشارتين وهما إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ فهما خبران تضمنا بشارتين" [1]

---

[1] حاشیہ العلامۃ الصاوی علی الجلالین ج ۳ ص ۲۰۹

اس آیت مبارکہ میں دو امر ہیں (۱) اَرْضِعِیْہِ (۲) اَلْقِیْہِ
دو نہی ہیں (۱) لَا تَخَافِیْ (۲) لَا تَحْزَنِیْ۔ دو خبریں ہیں
(۱) اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ (۲) جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ
دو بشارتیں ہیں ۔ یہ بشارتیں انہی دو خبروں کے ضمن میں ہیں ۔
قارئین محترم! ہم نے صرف نمونے کے طور پر یہ چند آیات پیش کی ہیں۔
ان سے اس کلامِ معجزالتئام کی عظمت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے ۔
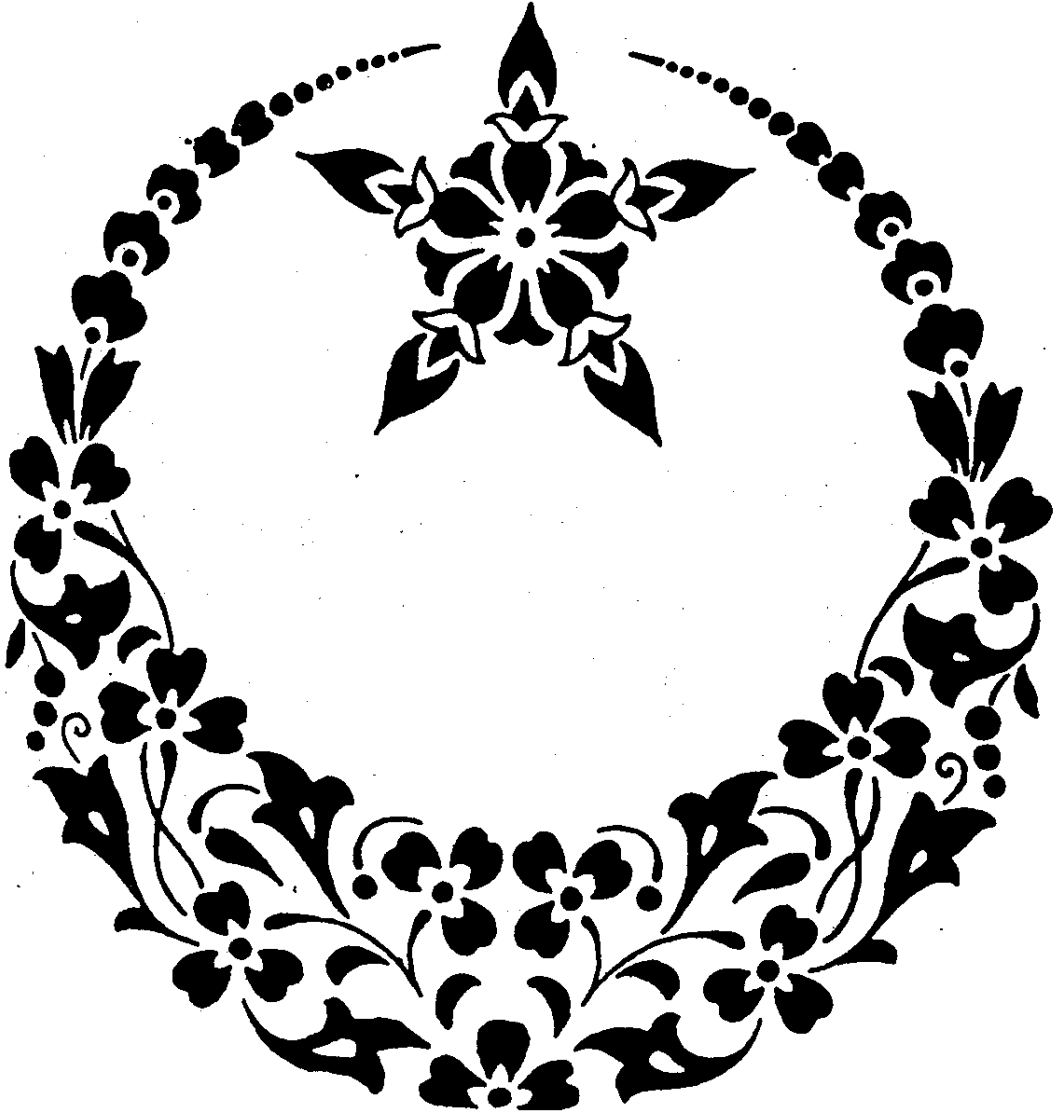
ایک بزرگ کی نصیحت

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ (م ۵۰۵ھ) فرماتے ہیں؛
"کان لگا کر سنو ایک بزرگ کی نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کو اپنی طاعت میں چھپا رکھا ہے لہٰذا کسی طاعت و عبادت کو کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو حقیر نہ سمجھو کیا خبر ہے کہ اس کی رضامندی اسی میں چھپی ہوئی ہو۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے اپنی ناراضی اور غصہ کو معصیت میں چھپا دیا ہے۔ پس کسی معصیت کو کیسی ہی ذرا سی کیوں نہ ہو معمولی نہ سمجھو۔ کیا خبر ہے شاید اسی میں اس کی ناراضگی اور غصہ چھپا ہوا ہو۔ اسی طرح اپنی ولایت اور قرب کو اپنے بندوں میں مخفی رکھا ہے لہٰذا کسی بندہ کو کیسا ہی گنہگار کیوں نہ ہو کبھی حقیر نہ سمجھو کیا خبر ہے کہ شاید کسی عمل میں اس کی رضامندی ہو جس کا ظہور اس کے انتقال کے وقت دفعتہً ہو جائے۔" [1]

نقل بمطابق اصل

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

[1] تبلیغ دین ص ۱۲۷ طبع مکتبہ مدنیہ لاہور۔

" عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ جب تخت نشین ہوئے اور لوگوں کو انعام تقسیم ہوا۔ ایک بہروپیہ بھی آیا۔ عالمگیرؒ نے پہچان لیا اور یہ فرمایا کہ جب دھوکہ دوگے تب انعام ملے گا۔ وہ چلا گیا۔ مختلف وقتوں میں مختلف روپ بدل کر آیا، مگر عالمگیرؒ دھوکے میں نہ آئے۔ اس کو معلوم ہوا کہ فلاں مہم پر بادشاہ جانے والے ہیں کچھ مدت قبل سے رستہ کی منزل پر پہنچ گیا اور درویشانہ لباس اور صورت بنا کر بیٹھ گیا شہر میں شہرت ہوگئی کہ بہت بڑے درویش آئے ہوئے ہیں لوگوں کا اژدہام رہتا تھا۔ عالمگیرؒ جب اس منزل پر پہنچے حسب معمول وزیر سے دریافت کیا کہ یہاں کوئی درویش یا عالم ایسے ہیں جن سے ملاقات کی جائے۔ وزیر نے عرض کیا کہ حضور ایک بہت بڑے درویش یہاں مقیم ہیں۔ فرمایا کہ ہم ضرور ان سے ملاقات کریں گے۔ یہ فرما کر اور وزیر کو ساتھ لے کر اور بغرض ہدیہ کچھ اشرفیاں لے کر وہاں پہنچے، ملاقات ہوئی بعض تصوّف کے مسائل عالمگیرؒ نے دریافت کیے جن کا جواب نہایت تسلی بخش دیا، یہ لوگ اپنے فن کی تکمیل کے لیے سب چیزیں سیکھا کرتے تھے اس کے بعد عالمگیرؒ نے وزیر کی طرف اشارہ کیا۔ وزیر نے ہدیہ پیش کیا اس نے لینے سے انکار کیا۔ اس پر عالمگیرؒ کو زیادہ عقیدت ہوگئی اور یہ سمجھا کہ درویش کامل ہے، غرض عالمگیرؒ واپس ہوئے تو پیچھے پیچھے یہ بھی ذرا فاصلہ سے ہولیا۔ جب عالمگیرؒ دربار میں بیٹھے تو اس نے بھی پیش ہو کر جھک کر سلام کیا۔ عالمگیرؒ نے دیکھ کر غور کیا تو پہچانا اور اس کے کمالِ فن کا اقرار کیا اور انعام دیا، مگر معمولی جیسا ان

لوگوں کو ملا کرتا ہے۔ اس نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا اور سلام کیا
پھر اس سے پوچھا کہ ہم اس وقت جو دے رہے تھے اب اتنا تھوڑا
ہی دے سکتے ہیں، مگر اس وقت کیوں نہیں لیا۔ عرض کیا کہ حضور
اب جو بھی عطا فرمایا ہے وہی میرے لیے سب کچھ ہے باقی اس
وقت لینے سے میرے کمال میں یعنی فنِ نقالی میں کھنڈت پڑتی
وہ نقل صحیح نہ ہوتی کیونکہ نقل صحیح وہ ہوتی ہے جو اصل کے مطابق ہو
اور یہ بات درویشی کے خلاف ہے کہ وہ دنیا کو حاصل کریں اور
میں نے ان کی صورت بنائی تھی اگر لیتا تو نقل صحیح نہ ہوتی۔ عالمگیرؒ
کو اس کی اس بات کی بڑی ہی قدر ہوئی اور مکرر انعام دیا۔" [۱]

اختلافُ اُمّتی رحمۃٌ

مسائل و معاملات میں اختلاف رائے ہو جانا ایک فطری عمل ہے۔ اگر
یہ اختلاف اخلاص و للٰہیت پر مبنی ہو تو باعثِ رحمت ہوتا ہے اور اگر اس میں
نفسانیت آجائے تو یہ اختلاف باعثِ رحمت ہونے کے بجائے فتنہ و
فساد کا سبب بن جاتا ہے۔ ہمارے اسلاف و اکابر میں ہونے والا اختلافِ
رائے انتہائی خلوص و للٰہیت پر مبنی ہوتا تھا اسی لیے ان کے اندر آپس میں محبت
و پیار تھا اور وہ باہم شیر و شکر ہو کر رہتے تھے۔ ذیل میں چند واقعات درج
کیے جاتے ہیں جن سے اس حقیقت کا کھل کر اظہار ہوتا ہے۔

مولانا انظر شاہ صاحب فرماتے ہیں:

---

[۱] الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۳۰۷

"دہلی میں ایک صاحب کی اہلیہ تھیں جو بار بار اپنے میکے جاتیں۔ شوہر نے صورتِ حال سے تنگ آکر ایک دن کہا کہ اگر آئندہ تم اپنے باپ کے گھر گئیں تو تمہارے پر طلاق۔ اتفاقاً اس عورت کے والد کا انتقال ہوگیا۔ اب اگر یہ گھر جائے تو طلاق واقع ہو، نہ جائے تو یہ ایک اور مصیبت، شوہر شاہ (عبدالعزیز) صاحبؒ سے مسئلہ پوچھنے کے لیے آیا۔ اس وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی بھی شاہ صاحبؒ کی خدمت میں موجود تھے۔ شاہ صاحبؒ نے مسئلہ سُن کر فرمایا کہ اگر تمہاری اہلیہ اپنے گھر گئیں تو طلاق ضرور پڑ جائیگی۔ شوہر یہ جواب سُن کر رونے پیٹنے لگا۔ قاضی صاحبؒ نے بڑے ادب کے ساتھ عرض کیا کہ حضرت میرا تو خیال یہ ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگی، کیونکہ باپ کی وفات کے بعد وہ باپ کا گھر رہا ہی نہیں بلکہ بھائیوں کا گھر ہوگیا جب کہ وقوعِ طلاق کی شرط باپ کے گھر جانا تھا۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے باوجودیکہ استاذ تھے اپنے شاگرد کے اس اختلاف و نکتہ آفرینی کو بہت سراہا اور دل سے قبول کیا۔" [1]

مولانا حفیظ الرحمٰن واصفؒ مرتب "کفایت المفتی" وابن حضرت مفتی کفایت رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"اب سے تقریباً پینسٹھ برس پہلے کا واقعہ ہے حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد کفایت اللہ نور اللہ مرقدہٗ کے ایک خاص شاگرد

---

[1] گل افشانی گفتار ص ۶۳،

اور خادم مولوی عبدالتواب مرحوم مدرسہ امینیہ میں بھی پڑھتے تھے اور
علمار شہر میں سے مولانا ڈپٹی نذیر احمد صاحب اور مولانا عبدالحق صاحب
مؤلف تفسیر حقانی سے بھی استفادہ کرتے تھے ۔ قدیم زمانے میں شہر
کے علمار اپنے گھروں پر شائق طلبار کو حسبۃً للہ تعلیم دیا کرتے تھے ۔
ڈپٹی صاحب اور مولانا عبدالحق کے درمیان معاصرانہ چشمک تھی
اور اپنی مجلسوں میں ایک دوسرے پر تنقید اور نکتہ چینی کرتے رہتے
تھے ۔ ڈپٹی صاحب اس معاملہ میں کچھ زیادہ بے باک تھے ۔ ایک روز
مولوی عبدالتواب نے ڈپٹی صاحب کی مجلس میں مولانا (عبدالحق)
کے کچھ الفاظ نقل کیے ۔ ابھی مولوی عبدالتواب کی بات پوری بھی نہیں
ہوئی تھی کہ ڈپٹی صاحب کا پارہ چڑھ گیا ۔ غصہ کے مارے چہرہ سرخ
ہوگیا اور بڑے زور سے ڈانٹ کر کہا " تو کون ہوتا ہے ۔ وہ تو
میرا معاصر اور ہمسر ہے ۔ میں اس کو کہتا ہوں وہ مجھے کہتا ہے ۔
ہم دونوں کی بات میں دخل دینے کا تجھے کیا حق ہے ؟ خبردار
اگر آئندہ تو نے ہمارے اختلاف میں دلچسپی لی تو گلا گھونٹ
دوں گا ۔" مولوی عبدالتواب نے یہ واقعہ خود راقم الحروف کو سنایا
تھا ۔ کہتے تھے کہ ڈپٹی صاحب نے اتنی سختی سے جھڑکا کہ میں لرز
گیا اور کان پکڑے کہ اب کبھی نہیں بولوں گا ۔" [۱]

قدرت کا نظام

ہمارے یہاں صلح کل ہونے کو پسند اور " جیو اور جینے دو " کے نظریہ

---

[۱] قرآنی پند نامہ ص ۹۰

پر عمل کو اچھا سمجھا تا ہے۔ یہ چیز اسلام میں پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھی گئی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ صلح کلیت کو پسند کرنے والوں کا دُنیا میں بھی کچھ اچھا انجام نہیں ہوا۔ اکبر بادشاہ کا صلح کل ہونا اور اورنگ زیبؒ کا باطل کے لیے تیغ بُرّاں ہونا کسی سے مخفی نہیں، لیکن کیا اکبر کو اس کی صلح کلیت نے فائدہ دیا اور اورنگ زیبؒ کو اس کے باطل شکن ہونے نے نقصان پہنچایا؟ نہیں۔ ہرگز نہیں تاریخ اس کی گواہ ہے۔ تاریخ کی اس شہادت کو ملاحظہ فرمائیے:

پروفیسر محمد اسلم صاحب لکھتے ہیں۔

"یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ اورنگ زیبؒ کی قبر مرہٹوں کے علاقے میں بالکل محفوظ رہی اور جب اس کے جانشین شاہ عالم اوّل نے سیواجی کے پوتے ساہو کو شاہی قید خانے سے رہا کیا تو اس نے دکن جا کر پہلا کام یہ کیا کہ اورنگ زیب کے مزار پر حاضری دی۔ یہاں بتلانے کی بات یہ ہے کہ اورنگ زیب کے پردادا اکبر جس کی ہندو نوازی مشہور ہے کی قبر کو جاٹوں نے اکھاڑ کر اس کی ہڈیاں جلا دی تھیں اور مقبرے کو بھی نقصان پہنچایا تھا۔" [۱]

---

[۱] سفرنامہ ہند ص ۳۸
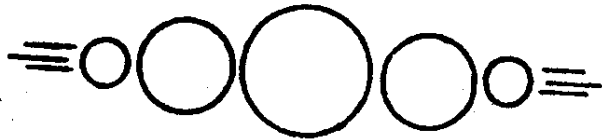
حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی چاہِ زمزم پر دُعا

حضرت سوید بن سعیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ) رحمہ اللہ کو دیکھا کہ انہوں نے چاہِ زمزم سے پانی نکالا پھر کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے کہا۔

”اَللّٰھُمَّ اِنَّ ابْنَ اَبِی الْمَوَالِی حَدَّثَنَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَہٗ وَھٰذَا اَشْرَبُہٗ لِعَطَشِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔“

اے اللہ ابن ابی الموالی نے مجھ سے بیان کیا، ان سے محمد بن المنکدر نے ان سے جابرؓ نے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ زمزم کا پانی جس مقصد کے لیے پیا جائے وہ پورا ہوگا تو میں اس کو قیامت کی تشنگی سے بچنے کے لیے پیتا ہوں۔“ [1]

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) کے متعلق ان کے ایک شاگرد علامہ کمال الدین بن ہمام حنفی رحمہ اللہ (م ۸۶۱ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

---

[1] اعیان الحجاج، ج ۱، ص ۱۲۱

"قال شیخنا قاضی القضاہ شہاب الدین العسقلانی الشافعی ...... انا شربتہ فی بدایۃ طلب الحدیث ان یرزقنی اللہ حالۃ الذہبی فی حفظ الحدیث ثم حججت بعد مدۃٍ تقرب من عشرین سنۃً وانا اجد من نفسی المزید علی تلک الرتبۃ فسألت رتبۃ اعلیٰ منہا وارجو اللہ ان انال ذالک منہ" [1]

ہمارے اُستاذ قاضی القضاۃ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے طلبِ حدیث کے ابتدائی زمانہ میں (حج بیت اللہ کے موقعہ پر) زمزم پیا اور یہ دُعا کی کہ یا اللہ مجھے حافظ ذہبیؒ جیسا حافظہ عطا فرما، تقریباً بیس سال بعد مجھے پھر حج کی سعادت نصیب ہوئی، اس وقت اس فن میں اپنی واقفیت حافظ ذہبیؒ سے کچھ زیادہ ہی پاتا تھا۔ میں نے اس دفعہ (زمزم پیتے وقت) اس سے اور اُونچا مرتبہ حاصل ہونے کی دُعا کی، مجھے خدا تعالیٰ سے اُمید ہے کہ مجھے وہ بھی حاصل ہو جائے گا۔

علامہ کمال الدین بن ھمام رحمہ اللہ جب خود حج بیت اللہ کی سعادت سے سرفراز ہوئے تو آپ نے زمزم پیتے وقت یہ دُعا کی کہ

"دین پر استقامت نصیب ہو اور ایمان و اسلام پر خاتمہ ہو"۔ [2]

---

[1] فتح القدیر لابن الھمام ج ۱ ص ۴۰۰، طبع رشیدیہ کوئٹہ۔

[2] فتح القدیر ج ۱، ص ۴۰۰۔

علامہ کمال الدین بن الہمامؒ حنفی کے شاگرد رشید علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے زمزم پیتے وقت یہ دعا کی تھی۔

"اللہ تعالیٰ مجھے حدیث میں حافظ ابن حجرؒ کا اور فقہ میں علامہ بلقینیؒ کا مرتبہ عطا فرما دے"۔ [1]

کیا آپ بھی اولیاء اللہ کو مُردہ کہتے ہیں؟

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (م ۱۰۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ احمدؒ (م ۶۹۷ھ) میرے دوستوں میں سے تھے۔ بڑے صالح اور درویشوں سے محبت کرنے والے ابدال صفت بزرگ تھے، اگرچہ باضابطہ پڑھے لکھے نہ تھے مگر دن رات آپ کا شغل شرعی مسائل میں انہماک تھا آپ کے رحلت کر جانے کے بعد میں نے ایک دفعہ آپ کو خواب میں دیکھا ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنی حیات کے معمول کے مطابق مجھ سے شرعی مسائل دریافت فرمائے، میں نے اُن سے عرض کیا کہ جو کچھ آپ دریافت فرما رہے ہیں اُن کا تعلق دُنیا کی زندگی سے ہے اور بحالتِ موجودہ آپ مردہ ہیں ——————

—————— (اس لیے آپ کو ان مسائل کی ضرورت نہیں) تو انہوں نے میرا یہ جواب سُن کر فرمایا کہ "کیا آپ بھی اولیاء اللہ کو مُردہ کہتے ہیں"۔ [2]

---

[1] حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ ج ۱، ص ۱۹۰

[2] اخبار الاخیار اردو ص ۱۷۵

حضرت مُلّا محمودؒ و مُلّا عبد الحکیمؒ کی حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں حاضری

حضرت قاضی اطہر مُبارک پوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

" ایک مرتبہ شاہجہان لاہور گیا، جلوس میں مُلّا محمودؒ جونپوری (م ۱۰۶۲ھ) اور مُلّا عبد الحکیمؒ سیالکوٹیؒ (م ۱۰۶۷ھ) بھی تھے۔ تینوں (حضرت) میاں میر لاہوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، مگر اقلیمِ فقر و استغناء کے شہنشاہ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ اقلیم دنیا کے شہنشاہ کو اس سے بہت رنج ہوا اور اقلیم علم کے دونوں شہنشاہوں نے عالمانہ شان میں (حضرت) میاں میرؒ سے کہا " توجہ بہ علماء نہ کردن چہ معنی دارد؟ (علماء کی طرف توجہ نہ کرنے کا کیا مطلب ہے؟) (حضرت) میاں میر صاحبؒ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور اندر سے اپنا کمبل لاکر بچھایا اس پر خود مؤدّب ہو کر بیٹھے اور ان دونوں فاضلوں کو بٹھا کر فرمایا "میں جاہل ہوں، ماشاء اللہ آپ حضرات عالم ہیں اس شعر کا مطلب مجھے سمجھا دیں"۔

مبادا دِل آں فرو مایہ شاد

کہ از بہرِ دنیا دہد دیں بباد

(اس کمینے کا دل کبھی خوش نہ ہو جو دنیا طلبی کے لیے دین کو برباد کرتا ہے)

یہ شعر سنتے ہی مُلّا عبد الحکیمؒ سیالکوٹی پر گریہ کی کیفیت طاری ہو گئی اور مُلّا محمودؒ اتنے متاثر ہوئے کہ اسی وقت درباری زندگی ترک کر کے جونپور آ گئے

اور باقی زندگی تدریس و تصنیف میں بسر کی ۔"[1]

اہل وطن کے لیے لمحۂ فکریہ

"ہماری ثقافتی یلغار نے پاکستان کی بنیادیں کھوکھلی کردیں ؛ سونیا گاندھی

ہم نے اپنی ثقافت متاثر کرا کر ایسی جنگ جیتی جو ہتھیاروں سے جیتنا مشکل ہے ، دو قومی نظریہ بکھر گیا ۔

آج ہر پاکستانی بچہ بھارتی کلچر کا دلدادہ ہے ، پی ٹی وی رقص دکھا کر ہمارا کام آسان کر رہا ہے ۔

اب پاکستان جلد ٹوٹ جائیگا ہمیں جنگ کرنے کی ضرورت نہیں ، اندر گاندھی کی بہو کی زہر افشانی ۔

بمبئی (پی پی اے) انڈیا کے سابق وزیر اعظم راجیو گاندھی کی بیوہ سونیا گاندھی نے کہا ہے کہ ہم نے پاکستان میں اپنی ثقافت متعارف کروا کر ایک ایسی جنگ جیتی ہے جو ہتھیاروں سے جیتنا ناممکن تھی ، اب کی بار ہم نے پاکستان پر ایک ثقافتی یلغار کی ہے جس نے پاکستان کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا ہے ۔ ان خیالات کا اظہار جمعہ کے روز بمبئی کے فائیو سٹار ہوٹل میں "جدید جنگ اور ہم" کے موضوع سے خطاب کرتے ہوئے کیا ۔ سونیا گاندھی کا کہنا ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جدید جنگوں کی حکمت عملی میں بھی تبدیلی آگئی ہے ، اب سرحدوں پر لڑائی نہیں لڑی جاتی بلکہ اب نظریاتی جنگوں کا دور ہے پاک و ہند کو چند مذہبی جنونیوں نے اپنے مقاصد کے لیے دو حصوں میں تقسیم کیا تھا اور آج تاریخ اور حقائق گواہ ہیں کہ ہم نے اس اسلامی ملک میں اپنی ثقافت

---

[1] دیار پورب میں علم اور علماء ص ۲۲۰

متعارف کروا کر دو قومی نظریہ کو پاش پاش کر دیا ہے، آج پاکستان کا بچہ بچہ ہندوستانی ثقافت کا دلدادہ ہے اور تو اور اب پاکستان ٹیلیوژن بھی رقص بڑے فخر سے دکھا کر ہمارا کام آسان کر رہا ہے، اب ہمیں پاکستان کو ہتھیاروں سے نشانہ نہیں بنانا پڑے گا اور مجھے یقین ہے کہ پاکستان بہت جلد ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گا۔"

(روزنامہ خبریں صفحہ ا کالم نمبر ۵ - ۹ مارچ ۱۹۹۶ء)

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
اگر ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

اس در کے سوا اور کونسا در ہے؟

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ (م ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء) تحریر فرماتے ہیں!

" ایک بزرگ مکہ مکرمہ میں ستر برس رہے اور برابر حج اور عمرے کرتے رہے، لیکن جب وہ حج یا عمرہ کا احرام باندھتے اور لَبَّیْکَ (حاضر ہوں) کہتے تو جواب لَا لَبَّیْکَ (تمہاری حاضری قبول نہیں) ملتا، ایک مرتبہ ایک نوجوان نے اُن کے ساتھ ہی احرام باندھا اور اُن کو جب لَا لَبَّیْکَ کا جواب ملا تو اس نے بھی سُنا تو وہ کہنے لگا۔ چچا جان آپ کو تو لَا لَبَّیْکَ کہا، کہنے لگے کہ بیٹا تو نے بھی سُنا اس نے کہا میں نے بھی سُنا ہے۔ اس پر شیخ روئے اور کہنے لگے کہ بیٹا میں تو ستر برس سے یہی جواب سُنتا ہوں۔ جوان نے کہا پھر کیوں آپ اتنی مشقت ہمیشہ اٹھاتے ہیں؟ شیخ نے کہا کہ بیٹا اس کے سوا اور کونسا دروازہ ہے جس کو پکڑلوں اور اس کے سوا اور کون میرا ہے جس کے پاس جاؤں، میرا کام تو کوشش ہے وہ چاہے رد کرے یا قبول کرے، بیٹا غلام کو یہ زیبا نہیں کہ وہ اتنی بات کی وجہ سے آقا کے در کو چھوڑ دے یہ کہہ کر شیخ رو پڑے، حتیٰ کہ آنسو

سینے تک بہنے لگے، اس کے بعد پھر لبّیک
سُنا کہ جواب میں کہا گیا کہ "ہم نے تیری پُر
ایسا ہی کرتے ہیں ہر ایک شخص کے ساتھ جو
حُسنِ ظن رکھے۔ بخلاف اس کے جو اپنی خواہشات کا اتباع
کرے اور ہم پر اُمّیدیں باندھے۔" جوان نے جب یہ جواب سُنا
تو کہنے لگا چچا تم نے بھی یہ جواب سُنا شیخ یہ کہہ کر کہ میں نے بھی
سُن لیا۔ اتنے روئے کہ چیخیں نکل گئیں"۔ ؎۱

حضرت ربیع بن خثیم رحمہ اللہ کا زہد و تقویٰ

حضرت ربیع بن خثیم ان جلیل القدر ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے رسالت کا مقدس دَور تو پایا لیکن شرفِ صحابیت نہ پا سکے، تاہم وہ اس عہد کی برکات سے مالامال اور علم و عمل زہد و تقویٰ کے اعتبار سے ممتاز ترین تابعین میں ہیں عزلت نشینی، خاموشی اور خشیتِ الٰہی آپ کے ممتاز اوصاف تھے۔

ایک دفعہ آپ لوہار کی بھٹی کے پاس سے گزرے تو بھٹی دیکھ کر بیہوش ہو گئے۔ ؎۲

آپ کا ایک بیش قیمت گھوڑا چوری ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کہ چور کے لیے بددُعا کیجئے، آپ نے یوں دُعا فرمائی۔

"اللّٰھم ان کان غنیا فاغفرلہ و ان

؎۱ فضائل حج ص ۱۹

؎۲ صفۃ الصفوۃ ج ۳، ص ۳۵

کان فقیرا فاغنہ؂ [1]

اے اللہ اگر وہ چور مالدار ہے تو اُسے معاف فرما دے اور اگر وہ فقیر ہے تو اسے مالدار کر دے۔

حضرت علقمہ بن مرثد غنوی رحؒ فرماتے ہیں "زہد" آٹھ تابعین پر ختم ہے ان آٹھ میں سے ایک ربیع بن خثیم ہیں [2] رحمہم اللہ۔

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ (م ۵۹۷ھ) نے آپ کے زہد کا ایک عجیب وغریب واقعہ ذکر کیا ہے آپ بھی سُنیے۔ لکھتے ہیں۔

"حضرت ربیع پر فالج کا حملہ ہوا جس کی وجہ سے آپ تکلیف میں رہنے لگے۔ ایک دفعہ آپ کو مُرغی کا گوشت کھانے کی خواہش ہوئی۔ آپ نے چالیس دن تک اس خواہش کو دبائے رکھا، ایک دن اپنی اہلیہ سے فرمایا چالیس دن سے مرغی کا گوشت کھانے کو جی چاہ رہا تھا، لیکن میں نے اپنے جی کو روکے رکھا کہ شاید رُک جائے، لیکن جی نہیں مانا، اہلیہ نے عرض کیا سبحان اللہ یہ کون سی ایسی چیز تھی جس سے آپ نے اپنے جی کو روکے رکھا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسے آپ کے لیے حلال قرار دیا ہے۔ خیر اہلیہ نے بازار سے ایک درہم اور دو دانق کی مُرغی منگوا کر ذبح کی اور اسے اچھی طرح سے بھونا، روغنی روٹیاں پکائیں، دستر خوان میں لگایا اور آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ کھانے

---

[1] صفۃ الصفوۃ ج ۳ ص ۳۲

[2] ایضاً ص ۳۲

کے لیے بڑھے ہی تھے کہ دروازہ پر ایک سائل آیا اور اُس نے یہ صدا لگائی۔

"تَصَدَّقُوْا عَلَیَّ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكُمْ"

خیرات دو اللہ برکت دے گا

آپ نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور بیوی سے فرمایا یہ کھانا دستر خوان میں رکھ کر سائل کو دے دو، اہلیہ نے کہا سبحان اللہ، فرمایا جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ اہلیہ نے عرض کیا کہ میں سائل کو اس سے بہتر اور اس کی پسندیدہ چیز دے دیتی ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ کیا؟ عرض کیا کہ اس کی قیمت، فرمایا تم نے بہت اچھی بات کہی، جاؤ قیمت لے آؤ، وہ قیمت لے آئیں۔ آپ نے فرمایا یہ قیمت بھی دستر خوان میں رکھ لو اور کھانا اور قیمت دونوں سائل کو دے آؤ۔"[1]

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا آنکھیں بنوانے سے انکار

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی اخیر میں نگاہ جاتی رہی تھی لوگوں نے بہت اصرار کیا کہ حضرت آنکھیں بنوالیں۔ مولانا نے لوگوں کے سمجھانے کے لیے فرمایا کہ بھئی آنکھ بننے کی تو ڈاکٹر کہے گا کہ پڑے رہو، میری جماعت جاتی رہے گی۔ میں نہیں بنواتا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ تو معذور ہیں، فرمایا

---

[1] صفوۃ الصفوۃ ج ۳، ص ۳۴

بتلاؤ میرا کون سا کام اٹکا ہوا ہے چلتا بھی ہوں، پھرتا بھی ہوں، اٹھتا بھی ہوں، بیٹھتا بھی ہوں میں کہاں سے معذور ہوں"۔ [1]

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا یہ واقعہ پڑھ کر راقم کو ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا واقعہ یاد آگیا جو بالکل اسی قسم کا ہے۔ راقم یہ سمجھتا ہے کہ حضرت گنگوہیؒ کا واقعہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی پیروی اور ان کے واقعہ کا ایک عملی تسلسل ہے لگے ہاتھ یہ واقعہ بھی سنتے چلیے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی آنکھ میں جب پانی اتر آیا تو آنکھ بنانے والے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اجازت ہو تو آنکھ بنا دیں، لیکن پانچ دن تک آپ کو احتیاط کرنا پڑے گی کہ سجدہ بجائے زمین کے کسی اونچی لکڑی پر کرنا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، واللہ ایک رکعت بھی اس طرح پڑھنا مجھے منظور نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مجھے معلوم ہے کہ جو شخص ایک نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے وہ حق تعالیٰ شانہٗ سے ایسی طرح ملے گا کہ حق سبحانہٗ وتقدس اس پر ناراض ہوں گے"۔ [2]

حضرت میاں جی نور محمد رحمہ اللہ کا شغف نماز

حضرت شیخ الحدیثؒ صاحب آپ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] روح الافکار مشمولہ ہفت اختر ص ۱۸۱ [2] حکایات صحابہ ص ۶۳

(آپ) " قصبۂ لوہاری جو تھانہ بھون کے قریب ہے وہاں ایک مکتب میں لڑکوں کو قرآن شریف پڑھایا کرتے تھے، اتباعِ سُنّت میں کمال درجہ حاصل تھا، حتیٰ کہ تیس سال تک تکبیرِ اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔" [1]

حضرت حاجی سید عابد حسین رحمہ اللہ کا شغفِ نماز

حضرت مولانا محمد میاں صاحب رحمہ اللہ (م ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء) تحریر فرماتے ہیں۔

" حضرت حاجی حافظ سید عابد حسین صاحب قدس سرہ العزیز کا تعلق خاندانِ سادات سے تھا آپ صوفی منش، زاہد اور متقی بزرگ تھے۔ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری کا بیان ہے کہ ایک روز آپ کو بہت زیادہ رنجیدہ دیکھا گیا۔ کبیدگی اور افسردگی کی یہ حالت تھی کہ کسی نوجوان عزیز کی مرگِ ناگہانی کا شبہہ ہوتا تھا، سبب دریافت کیا گیا تو بہت زیادہ اصرار کے بعد معلوم ہوا کہ اٹھائیس سال بعد آج جماعتِ صبح کی تکبیرِ تحریمہ فوت ہوگئی۔" [2]

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا شغفِ نماز

حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۱ء) تحریر فرماتے ہیں

---

[1] تاریخ مشائخ چشت ص ۲۳۲

[2] علماءِ حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے ج ۱ ص ۶۴

"آج جبکہ آپ کو دُنیا سے اُٹھے ہوئے دو سال ہو لیے، اگر مخلوق جمع ہو کر پُوری ہمت خرچ کرے اور یادداشت کو پوری طرح کام میں لا کر مہینوں بھی سوچے تو انشاء اللہ ایک واقعہ بھی ایسا نہ نکال سکے گی جس میں آپ کی نماز کا قضا ہو جانا یا جماعت سے کاہلی و سستی یا کسی شرعی مسلّم پسندیدہ امر سے ذرہ برابر بے رغبتی یا غفلت آپ کی ثابت ہوتی ہو، دیوبند کے جلسۂ دستار بندی میں جب آپ تشریف لائے ہیں تو غالباً عصر کی نماز میں ایک دن ایسا اتفاق پیش آیا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب نماز پڑھانے کو مصلّے پر جا کھڑے ہوئے، مخلوق کے اژدہام اور مصافحہ کی کثرت کے باعث باوجود عجلت کے جس وقت آپ جماعت میں شریک ہوئے ہیں تو قرأت شروع ہو گئی تھی، سلام پھیرنے کے بعد دیکھا گیا تو آپ اُداس اور چہرہ پر اضمحلال برس رہا تھا، اور آپ رنج کے ساتھ یہ الفاظ فرما رہے تھے کہ " افسوس بائیس برس کے بعد آج تکبیر اولیٰ فوت ہو گئی"۔ [1]

قارئین محترم جن بزرگوں کے واقعات آپ نے ملاحظہ فرمائے ان میں سے میاں جی نور محمد قدس سرہٗ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے پیر و مرشد ہیں اور حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ اکابر دیوبند کے پیر ہیں۔

---

[1] تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۲ فضائل نماز ص ۹۲

حضرت[۲] حاجی سید عابد حسین صاحب قدس سرہٗ دارالعلوم دیوبند کے بانی اور پہلے مہتمم ہیں۔

حضرت[۳] مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کے خلیفہ اور دارالعلوم دیوبند کے دوسرے سرپرست ہیں۔ اس سے اندازہ فرمائیے کہ جس مدرسہ کی روح رواں ایسی ہستیاں ہوں وہ بارگاہِ خداوندی میں کیسے نہ مقبول ہو اور سارے عالم پر اس کا فیضان کیسے نہ ہو؟

یاد رہے کہ اکابرِ دیوبند کا یہ عملِ پیہم اسلاف کے عمل کا تسلسل ہے چنانچہ جلیل القدر تابعی امام اعمش رحؒ کے بارے میں امام وکیع رحؒ فرماتے ہیں کہ

"امام اعمش رحؒ کی تقریباً ستر برس تک تکبیرِ اولیٰ فوت نہیں ہوئی" [۱]

امام اعمش رحؒ اپنے زمانے کے بہت بڑے محدث تھے کوفہ میں رہا کرتے تھے ۱۴۸ھ میں ۸۷ برس کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا،

سید التابعین حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ (م ۹۴ھ) کے بارے میں آتا ہے فرماتے ہیں کہ

"بیس برس کے عرصے میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ اذان ہوئی ہو اور میں مسجد میں پہلے سے موجود نہ ہوں"۔ [۲]

اللہ تعالیٰ ہمیں اکابر و اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۵۴

[۲] فضائل نماز ص ۹۲

"سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں مولانا کمال الدین زاہد علم کے علاوہ اپنے زہد و تقویٰ میں بھی مشہور تھے، انہوں نے امام صنعانی کے شاگرد مولانا برہان الدین محمود ابن ابوالخیر سے تحصیل حدیث کی، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے مولانا کمال الدین زاہد سے امام صنعانی کی مشہور کتاب "مشارق الانوار" پڑھی، سلطان بلبن نے مولانا کمال الدین کے تقوے، دیانت اور کمالِ علم کی شہرت سُن کر ایک روز ان کو اپنے پاس بلایا اور ان سے مؤدبانہ درخواست کی کہ اگر آپ میری نماز وں کی امامت قبول فرمائیں تو کیا عجب کہ آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میری نمازیں بھی قبول ہوں، لیکن مولانا کمال الدینؒ نے اس درخواست کو قبول کرنے کے بجائے مکدّر ہوکر کہا کہ میرے پاس نماز کے سوا کوئی چیز نہیں رہی سلطان اسے بھی چھین لینا چاہتے ہیں، بلبن یہ سُن کر خاموش ہو گیا اور معذرت کر کے مولانا کو رخصت کیا۔" [1]

حضرت مولانا محمد منیر نانوتوی رحمہ اللہ کا تقویٰ

حضرت مولانا محمد منیر رحمہ اللہ (م) مولانا محمد احسن نانوتوی اور مولانا محمد مظہر نانوتوی رحمہما اللہ کے بھائی، جہادِ آزادی کے سرگرم کارکن مجاہد اور دارالعلوم دیوبند کے چوتھے مہتمم تھے، امانت و دیانت اور

---

[1] اخبار الاخیار بحوالہ بزم رفتہ کی سچی کہانیاں ج ۱، ص ۴۳

زہد و تقوی[۱] میں آپ کا پایہ بڑا بلند تھا۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے آپ کے تقوی کا ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں

"خاں صاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد منیر صاحب مدرسہ دیوبند کے مہتمم تھے، ایک مرتبہ وہ مدرسہ کے ڈھائی سو روپے لے کر مدرسہ کی سالانہ کیفیت چھپوانے کے لیے دہلی آئے، اتفاق سے روپے چوری ہو گئے، اور مولوی صاحب نے اس چوری کی کسی کو اطلاع نہیں کی، اور مکان پر آکر اپنی کوئی زمین وغیرہ بیع کی اور ڈھائی سو روپے لے کر دہلی پہنچے اور کیفیت چھپوا کر لے آئے۔ کچھ دنوں کے بعد اس کی اطلاع اہل مدرسہ کو ہوئی۔ انہوں نے مولانا گنگوہی کو واقعہ لکھا اور حکم شرعی دریافت کیا وہاں سے جواب آیا کہ مولوی صاحب امین تھے اور روپیہ بلا تعدی کے ضائع ہوا ہے۔ اس لیے ان پر ضمان نہیں، اہل مدرسہ نے مولوی محمد منیر صاحب سے درخواست کی کہ آپ روپیہ لے لیجئے اور مولانا کا فتوی دکھلا دیا۔ مولوی صاحب نے فتوی دیکھ کر فرمایا کہ کیا میاں رشید احمد نے فقہ میرے ہی لیے پڑھی اور کیا یہ مسائل میرے ہی لیے ہیں؟ ذرا اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر تو دیکھیں اگر اُن کو ایسا واقعہ پیش آتا تو کیا وہ بھی روپیہ لے لیتے، جاؤ لے جاؤ اس فتوے کو میں ہرگز روپیہ نہ لوں گا۔"[۱]

حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی کا تقوی

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

---

[۱] حکایات اولیاء ص ۲۹۴، طبع دار الاشاعت کراچی

"حضرت مولانا مظفر حسین صاحب (کاندھلویؒ) جب کسی سواری پر سوار ہوتے تو پہلے مالک کو سب چیزیں دکھلا دیا کرتے تھے" اگر بعد میں کوئی خط بھی لاتا تو فرماتے بھائی میں نے سارا اسباب مالک کو دکھا دیا اور یہ اس میں سے نہیں ہے لہٰذا تم مالک سے اجازت لے لو"۔ [1]

اس واقعہ سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے جو سرکاری گاڑیوں میں کسی نہ کسی حیلے سے ڈھیروں سامان بغیر کرایہ کے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں،

حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی رحمۃ اللہ کا تقویٰ

قاری محمد علیم انصاری بحوالہ شیخ محمد ابراہیم حسنؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"میں حضرت کے پاس بیٹھا تھا، آپ نے ایک خط لکھا اور اس انتظار میں تھے کہ کوئی خادم خاص نظر پڑے تو اس سے ڈاک میں ڈلوا دیا جائے، کسی مستفید یا شاگرد نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا "لائیے یہ خط میں ڈال آؤں" اور بے حد اصرار کیا۔ حضرت نے فرمایا "میں تم سے یہ کام لینا نہیں چاہتا، کیونکہ تمہارا تعلق میرے ساتھ تعلیم کا ہے میرا حق استادی سمجھ کر تم یہ خط ڈاک میں ڈالو گے، میرے نزدیک یہ بھی ایک گونہ رشوت ہے، اس کے بعد لوجہ اللہ تعلیم کا خلوص

---

[1] حکایات اولیاء ص ۲۳۴

باقی نہیں رہے گا، لہٰذا میں تم سے یہ معمولی کام لے کر اپنا ثواب بھی کیوں ضائع کروں"۔ [1]

حضرت گنگوہیؒ اور اتباعِ سُنّت

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ بہت متبع سُنّت تھے، ایک مرتبہ لوگوں نے کہا کہ مسجد سے بایاں پاؤں نکالنا اور جوتا سیدھے پاؤں میں پہننا سُنّت ہے۔ دیکھیں حضرت ان دونوں سُنّتوں کو کیسے جمع فرماتے ہیں۔ لوگوں نے اس کا اندازہ کیا، جب مولانا مسجد سے نکلنے لگے تو آپ نے پہلے بایاں پاؤں نکال کر کھڑاؤں (لکڑی کی چپل) پر رکھا جب سیدھا پاؤں نکالا تو کھڑاؤں کی کھونٹی انگوٹھے میں ڈالی، اس کے بعد بائیں پاؤں میں کھڑاؤں پہنی۔ سُبحان اللہ کیسا دونوں سنتوں کو یک جا جمع فرمایا ہے"۔ [2]

اخلاص و للّٰہیّت کی اعلیٰ مثال

حضرت مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں۔

مفتی الٰہی بخش صاحبؒ (م ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۲۹ء) حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے ممتاز ترین تلامذہ میں سے تھے، اپنے زمانہ کے

---

[1] تذکرۂ رحمانیہ ص ۱۹۸

[2] حکایات اولیاء ص ۳۵۸

نامور صاحبِ فتویٰ و تدریس اور صاحبِ تصنیف تھے، کامل طبیب تھے، اور علومِ عقلیہ و نقلیہ میں اعلیٰ دستگاہ اور عربی و فارسی اور اُردو نظم پر اُستادانہ قدرت رکھتے تھے...... مفتی صاحب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے بیعت تھے، اخلاص وللّٰہیت کی کھلی ہوئی دلیل یہ ہے کہ شیخِ وقت ہونے کے باوجود ۵۶ برس کی عمر میں اپنے شیخ کے جواں سال خلیفہ حضرت سید احمد شہیدؒ سے بیعت ہوئے جو مفتی صاحب سے تقریباً ۲۸ سال چھوٹے تھے اور اس سن وسال اور بزرگی و شہرت کے باوجود آپ سے استفادہ کرنے میں تامّل نہیں کیا۔" [1]

اس واقعہ سے اُن لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو چھوٹوں سے استفادہ تو دُور کی بات ہے ان کی صحیح اور جائز بات ماننے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے۔

احترامِ شریعت

مولانا ضیاء الدین سنّامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۰۹ھ/۱۳۰۹ء) اپنے وقت کے متشرع، متقی اور دیانت دار عالم تھے۔ غالباً حکومت کی جانب سے احتساب کا کام ان کے سپرد تھا، احتساب کے آداب و دقائق پر انہوں

---

[1] حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۴۴ مولانا علی میاں صاحب، "سوانح حضرت شیخ الحدیثؒ" ص ۲۸ کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں "مصنّف حالات مشائخ کاندھلہ" کی تحریر کے مطابق اس وقت مفتی صاحب کی عمر ۷۱ سال سے متجاوز تھی، مفتی صاحب کی پیدائش ۱۱۶۲ھ کی ہے اور سید صاحب کی کاندھلہ تشریف آوری ۱۲۳۴ھ میں ہوئی۔"

نے ایک کتاب "نصاب الاحتساب" کے نام سے لکھی تھی۔ آپ احتساب میں بڑی شدت سے کام لیتے تھے اور اس سلسلہ میں کسی کی پروا نہیں کرتے تھے، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء (م ۷۲۵ھ/۱۳۲۴ء) اور شیخ شرف الدین بو علی قلندر رحمہما اللہ (م ۷۲۴ھ/۱۳۲۳ء) کے ہمعصر تھے۔ ذیل میں ہم مولانا سنامیؒ کے ان دونوں بزرگوں کے ساتھ احتساب اور ان دونوں بزرگوں کے احترام شریعت کے واقعات پیش کر رہے ہیں۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک مرتبہ شیخ شرف الدین بو علی شاہ قلندر پانی پتیؒ (م ۷۲۴ھ/۱۳۲۳ء) کے لب مبارک کے بال بہت بڑھ گئے تھے، کسی کو اتنی مجال نہ ہوئی تھی کہ اُن سے کترنے کو کہتا، مولانا ضیاء الدین سنامیؒ قینچی لے کر اُن کے پاس پہنچے اور (داڑھی سے پکڑ کر) لبوں کو تراش دیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا بیان ہے کہ

"بعد ازاں شیخ ہمیشہ محاسن خود را بوسیدے و گفتے کہ ایں در راہِ شریعتِ محمدی گرفتہ شدہ است"	اس کے بعد شیخ ہمیشہ اپنی ڈاڑھی کو بوسہ دے کر فرماتے تھے کہ یہ راہِ شریعت میں پکڑی گئی ہے۔

میر عبدالواحد بلگرامی نے ایک اور دلچسپ واقعہ لکھا ہے۔ مولانا سنامی جب پہلی بار احتساب کی نظر سے قلندر صاحب کے پاس گئے تو انہوں نے دو تین بار تیز نگاہ سے اُن کی طرف دیکھا، لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔ جب مولانا سنامی چلے گئے تو لوگوں نے قلندر صاحب سے کہا کہ آج تو شیخ ضیاء نے آپ پر بڑی سختی کی، فرمایا

"دو سہ بار خواستم کہ او را بزنم۔ او ذرۂ شریعت پوشیدہ است تیر مَن درو اَثر نہ کرد"۔ [1]	دو تین بار میں نے چاہا کہ اس پر حملہ کروں لیکن اس نے شریعت کی زرہ پہن رکھی ہے میرے تیر نے اس پر اثر نہیں کیا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (م ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"آپ (مولانا ضیاء اللہ سنامیؒ) دیانت و تقویٰ میں مقتداءِ وقت اور شرعی احکام پر مضبوطی سے کاربند تھے، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے ہم عصر تھے اور آپ سے سماع کے متعلق ہمیشہ احتساب کرتے رہتے تھے اور آپ معذرت و انقیاد کے سوا پیش نہ آتے تھے اور مولانا کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ رکھتے تھے۔ "نصاب الاحتساب" آپ کی مشہور کتاب ہے جو احتساب کے دقائق اور قواعد کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کی بدعات اور احکام سنت (کے بیان) پر حاوی و مشتمل ہے۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ مولانا ضیاء الدینؒ کے مرض الوفات میں ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، مولانا کو اطلاع ہوئی تو اپنی دستار شیخ المشائخ کے لیے راستہ میں بچھوادی (تاکہ آپ اس پر چل کر آئیں) شیخ نے دستار زمین سے اُٹھا کر آنکھوں سے لگائی، جب شیخ المشائخ مولانا کے پاس پہنچے تو مولانا نے شرم

---

[1] اخبار الاخیار [illegible] بحوالہ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۲۷۷

کے مارے آنکھیں نہیں ملائیں، شیخ اٹھ کر باہر تشریف لائے ہی تھے کہ مولانا کی وفات کا شور مچ گیا، شیخ افسردہ ہو کر رونے لگے اور فرمایا۔

"یک ذات بود حامیِ شریعت ایک حامی شریعت ذات تھی افسوس
حیف کہ آں نیز نماند" [1] کہ وہ بھی نہ رہی،

کتاب الاصل

"کتاب الاصل" فقہی مسائل سے متعلق حضرت امام محمد رحمہ اللہ (م ۱۸۹ھ) کی ایک عظیم تصنیف ہے، علامہ زاہد الکوثریؒ فرماتے ہیں۔

"یہ کتاب حضرت امام شافعی رحمہ اللہ (م ۲۰۴ھ) کو زبانی یاد تھی، اور اسی کو سامنے رکھ کر آپ نے "کتابُ الاُم" تصنیف فرمائی تھی"۔ [2]

علامہ کوثریؒ کی یہ بات بالکل درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں "جَالَسْتُهُ عَشْرَ سِنِيْنَ وَحَمَلْتُ مِنْ كَلَامِهٖ حَمْلَ جَمَلٍ" [3] میں حضرت امام محمد رحمہ اللہ کی خدمت میں دس سال رہا ہوں اور میں نے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر کتابوں میں اُن کے کلام کو نقل کر کے اٹھایا ہے۔

علامہ کوثریؒ نے "کتاب الاصل" کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "ایک یہودی عالم نے جب اس کتاب کا مطالعہ کیا تو وہ یہ

---

[1] الاخبار الاخیار فارسی ص ۱۰۹ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی ص ۶۱

[3] مناقب ابی حنیفۃ للامام الکردری ص ۱۲۹

کہتے ہوئے مسلمان ہوگیا کہ "ھٰذَا کِتَابُ مُحَمَّدٍ کُمُ الْاَصْغَرِ فَکَیْفَ کِتَابُ مُحَمَّدٍ کُمُ الْاَکْبَرِ" یعنی تمہارے چھوٹے محمد (امام محمد بن حسن شیبانیؒ) کی کتاب کا یہ حال ہے تو تمہارے بڑے محمد (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی کتاب (قرآن مجید) کا کیا حال ہوگا؟" [1]

"شرح معانی الآثار"

"شرح معانی الآثار"، حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ (م ۳۲۱ھ) کی عظیم الشان تالیف ہے۔ امام طحاویؒ، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید حضرت امام مُزَنِی رحمہ اللہ کے بھانجے تھے، شروع میں آپ شافعی المسلک تھے بعد میں حنفیت کو اختیار کرلیا تھا، جس کی وجہ آپ نے اپنے شاگرد کے سوال کے جواب میں خود یہ بیان فرمائی کہ

"میں دیکھتا تھا کہ میرے ماموں (امام مُزَنِی) امام اعظمؒ کی کتابوں کا مسلسل مطالعہ فرماتے ہیں اس لیے میں نے بھی یہی مسلک اختیار کرلیا۔" [2]

امام طحاوی رحمہ اللہ اپنے زمانے کے بہت بڑے محدث، فقیہ اور ناقد تھے، تین درجن کے قریب آپ نے کتابیں لکھی ہیں جن میں چند بڑی ضخیم کتابیں بھی ہیں۔

---

[1] بلوغ الامانی ص۱۶

[2] وفیات الاعیان بحوالہ حیات امام طحاوی ص۳۷ از علامہ فخر الحسنؒ

"شرح معانی الآثار" آپ کی سب سے پہلی تصنیف ہے اور آپ کی تمام تصنیفات میں اہم، مشہور و متداول ہے۔ علماء نے خصوصیت سے اسکی طرف اعتناء کیا ہے، حافظ سخاوی رحمہ اللہ (تلمیذ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ) نے جن کتب حدیث کے مطالعے کا خصوصی مشورہ دیا ہے اُن میں "شرح معانی الآثار" بھی داخل ہے، علامہ امیر اتقانی حنفیؒ فرماتے ہیں۔

"فانظر شرح معانی الآثار هل ترى له نظيراً في سائر المذاهب فضلاً عن مذهبنا"

"شرح معانی الآثار" پر غور کرو، کیا تم ہمارے اس مذہب حنفی کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی اس کی نظیر پا سکتے ہو۔" [1]

حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں۔

"اولیاء نقشبند میں سے ایک بزرگ حضرت خواجہ محمد پارسا بخاری رحمہ اللہ (م ۸۲۲ھ) گزرے ہیں یہ اپنے وقت کے صوفی باصفا ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے فقیہ اور محدث بھی تھے، آپ نے ایک کتاب لکھی ہے "فصول ستہ" اس کی فصل اول ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کتب خانے میں موجود ہے میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے، اس میں آپ نے لکھا ہے کہ "شرح معانی الآثار" سونے سے لکھنے کے قابل ہے۔"

---

[1] محدثین عظام ص ۲۸۶

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ (م ۱۳۵۰ھ) نے "جامع کرامات الاولیاء" میں حضرت خواجہ محمد پارساؒ کی کرامت کے ذیل میں ایک دلچسپ واقعہ تحریر فرمایا ہے، جس سے "شرح معانی الآثار" کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ بھی یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

علامہ نبہانی تحریر فرماتے ہیں۔

مرزا الغ بیگ کے زمانے میں امام القراءات محمد بن محمد شمس الدین جزریؒ ماوراء النہر کے محدثین کی اسانید کی تصحیح کی غرض سے سمرقند تشریف لائے کسی مفسد حاسد نے حضرت امام جزریؒ سے خواجہ محمد پارساؒ کی شکایت کی کہ یہ ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں جن کی سند کا کسی کو پتہ نہیں ہوتا۔ اگر آپ اس کی تحقیق کریں تو آپ کو بڑا ثواب ہوگا۔ حضرت امام جزریؒ نے بادشاہ سے کہا کہ انہیں حاضر کیا جائے، چنانچہ آپ تشریف لائے آپ کے لیے ایک بڑی مجلس منعقد کی گئی، جس میں اس زمانے کے شیخ الاسلام عصام الدین نحویؒ اور دیگر علماء بھی تھے، امام جزریؒ نے آپ سے ایک حدیث کی بابت سوال کیا تو آپ نے اپنی سند سے وہ حدیث سُنادی، امام جزریؒ بولے اس حدیث کی صحت کے بارے میں تو کوئی کلام نہیں کیا جاسکتا لیکن یہ سند میرے نزدیک ثابت نہیں، اس بات سے حاسدوں کو بڑی خوشی ہوئی، آپ نے اس حدیث کی دوسری سند ذکر کی امام جزریؒ نے پھر وہی جواب دیا، حضرت خواجہ محمد پارساؒ معاملے کو بھانپ گئے اور سمجھ گئے کہ بس یہاں جو بھی سند پیش کرونگا

یہ اُسے تسلیم نہیں کریں گے، آپ نے شیخ الاسلام عصام الدین کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کیا تمہارے نزدیک فلاں مسند (یعنی طحاوی شریف) صحیح ہے اور اس کی اسناد معتمد علیہ ہے؟ عصام الدین بولے جی ہاں وہ تو محدثین کے درمیان ایک معتبر کتاب ہے اور کسی نے بھی اس کی اسانید میں کلام نہیں کیا اگر آپ کی سند اس میں ہے تو پھر ہمارے لیے کلام کی کوئی گنجائش نہیں، آپ نے فرمایا وہ مسند تمہارے فلاں محل کے خزانے میں فلاں کتاب کے نیچے موجود ہے اس کا اتنا حجم ہے اور ایسی ایسی اس کی جلد ہے اور جو حدیث میں نے ابھی پیش کی ہے یہ اس کے فلاں صفحے پر اسی سند کے ساتھ موجود ہے اسے منگا کر دیکھ لو، شیخ الاسلام عصام الدین اپنے خزانے میں اس مسند کی وجہ سے پہلے ہی متردد تھے (یعنی تلاش کرتے تھے ملتی نہیں تھی) حضرت خواجہؒ صاحب کے بتلانے پر وہ کتاب اسی جگہ مل گئی چنانچہ اس مجلس میں پیش کی گئی علماء نے وہ حدیث اسی سند کے ساتھ اس مسند (طحاوی) میں موجود پائی، حاضرین کو بڑا تعجب ہوا۔ بالخصوص شیخ الاسلام عصام الدین تو بہت ہی متعجب ہوئے جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت خواجہ صاحبؒ نہ اُن کے گھر کبھی گئے تھے، نہ اُن کی کتابیں دیکھی تھیں۔ (پھر اس قدر وثوق سے آپ نے سب کچھ بتلا دیا) الغرض سب کے سب شرمندہ ہو کر رہ گئے، شدہ شدہ یہ بات سلطان کو بھی پہنچ گئی اور وہ بھی بہت شرمندہ ہوا۔ یہ واقعہ آپ کے درجہ و مقام کی شہرت کا سبب

بن گیا اس سے علماء آپ کے معتقد ہو گئے اور حاسدوں کی زبانیں بند ہو گئیں "۔ [1]

اس واقعہ سے جہاں حضرت خواجہ محمدؒ پارسا رحمہ اللہ کا صاحب کشف و کرامت بزرگ ہونا معلوم ہوا، وہیں "شرح معانی الآثار" کی اہمیت و عظمت کا بھی پتہ چلا کہ کس طرح وہ مصر سے ماوراء النہر (ازبکستان) پہنچی اور وہاں کے محدثین نے اُسے معتبر و معتمد کتاب قرار دیا۔ نیز اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بڑے سے بڑے عالم و محقق کے لیے بھی تمام تر معلومات کا ہونا ضروری نہیں، امام جزریؒ باوجودیکہ بہت بڑے محدث تھے لیکن ان کے علم میں "شرح معانی الآثار" نہیں تھی۔

"مختصر القدوری"

پانچویں صدی کے شروع میں بغداد کے اندر علماءِ احناف میں سے ایک بزرگ ہوئے ہیں جن کا نام "احمد" ہے جو عرف میں "امام قدوری" کے نام سے معروف ہیں، آپ اپنے زمانے کے بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے، تاریخ بغداد کے مصنف ابوبکر احمد بن علی المعروف خطیب بغدادی آپ کے شاگرد ہیں۔

علامہ سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

"کان فقیہا صدوقا و ممن انجب فی الفقہ لذکائہ و حفظہ و انتہت الیہ

---

[1] جامع کرامات الاولیاء ج ۲ ص ۲۵۶

بالعراق ریاسۃُ اصحاب ابی حنیفۃ و عظمَ قدرہٗ عندھم وارتفعَ جاھہٗ و وکان حسنَ العبارۃ فی النظر جریٔ اللسان مدیما لتلاوۃ القرآن" [1]

آپ بڑے فقیہ اور صدوق تھے، اور فقہ میں اپنی ذکاوت و ذہانت اور حفظ و اتقان کی وجہ سے قابلِ ستائش لوگوں میں سے تھے، عراق میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب کی ریاستِ علمی آپ پر ختم تھی، اور احناف میں آپ کی بڑی قدر و منزلت اور بلند مرتبہ تھا، آپ کی تحریر بہت عمدہ تھی، زبان کے جری تھے، تلاوتِ قرآن دائمی معمول تھا۔

آپ نے مسائل فقہیہ میں "مختصر القدوری" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں تقریباً بارہ ہزار مسائل کو بیسیوں کتابوں سے منتخب کر کے درج فرمایا ہے۔ یہ کتاب آپ کا ایک عظیم شاہکار ہے جسے قدرت نے بڑی عظمت عطا کی ہے۔

علامہ طاش کبریٰ زادہ (م ۹۶۸ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

" واعلم ان ھذا المختصر مما تبرّک بہ العلماء حتی جرّبوا قراءاتہ اوقات الشدائد وایام الطاعون " [2]

---

[1] کتاب الانساب للامام السمعانی ج ۴ ص ۴۶۰

[2] مفتاح السعادۃ ج ۲ ص ۲۵۴

یہ بات معلوم رہنی چاہیے کہ "مختصر القدوری" ان کتابوں میں سے ہے جنہیں علماء نے متبرک جانا ہے حتیٰ کہ مشکلات کے وقت اور طاعون کے دنوں میں ان کتابوں کے پڑھنے کو آزمایا ہے (یعنی ان کے پڑھنے سے مشکلات دُور ہوگئیں ۔)

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (م ۸۵۵ھ) اس کتاب کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

"سمعت من استاذ الکبیر یقول ان القدوری رحمہ اللہ لما فرغ من تصنیف مختصرہ المنسوب الیہ حج واخذ المختصر معہ ولما فرغ من طوافہ سأل اللہ سبحانہ ان یوقفہ علی خطاء فیہ وسھو منہ عن قلم ثم انہ فتح المختصر وتصفحہ ورقۃ الی آخر فوجد فیہ خمسۃ مواضع او ستۃ مواضع ممحوۃ وھٰذا یعد من کرامتہ" [1]

مَیں نے ایک بڑے استاذ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ امام قدوریؒ جب اپنی مختصر کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو آپ حج کے لیے تشریف لے گئے اور مختصر ساتھ لیتے گئے جب آپ طواف کر چکے تو اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ الٰہی اگر مجھ سے اس میں کہیں غلطی یا بھول چوک ہوگئی ہو تو مجھے اس پر مطلع فرما، اس کے بعد آپ نے کتاب کو اوّل سے آخر تک ایک ایک ورق کھول کر دیکھا تو صرف پانچ یا چھ جگہ سے مضمون محو تھا۔

---

[1] البنایہ فی شرح الہدایہ کتاب الحج باب الاحرام ج ۴ ص ۱۲۷ طبع بیروت

یہ عظیم کتاب ہر دور میں پڑھی پڑھائی جاتی رہی ہے۔ ساتویں صدی کے نصف آخر میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ (م ۷۲۵ھ) نے یہ کتاب اپنے زمانے کے بڑے عالم مولانا علاء الدین اصولی رحمہ اللہ سے پڑھی تھی، کتاب کے اختتام پر مولانا نے خواجہ صاحبؒ کے دستارِ فضیلت باندھ دی تھی۔ دستارِ فضیلت باندھے جانے کا دلچسپ واقعہ پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

" جب شیخ نظام الدینؒ نے قدوری ختم کرلی تو مولانا اصولیؒ نے کہا کہ اب دستارِ فضیلت باندھنے کا وقت آگیا، نئی دستار خریدنے کے لیے کچھ پاس نہ تھا اپنی والدہ سے اس پریشانی کا ذکر کیا فرمایا تم اطمینان رکھو اس کا انتظام ہوجائے گا، انہوں نے روئی خریدی اور دھنتے سے جلدی کرکے دھنکوائی، پھر آدھی خود اور آدھی کنیز سے کتوائی۔ پھر ایک جولاہے کو جو پڑوس میں رہتا تھا سوت دیا اور جلد پگڑی تیار کرنے کو کہا۔ اس نے سب کام چھوڑ کر دو تین دن میں کپڑا بُن کر دے دیا اس کو کلف نہیں دیا۔ بس دُھلوا کر سپرد کردیا، والدہ نے اس دستار کے ساتھ کچھ پیسے رکھے تاکہ کھانے کی کوئی چیز خرید کر تقسیم کی جاسکے اور مولانا اصولیؒ کی خدمت میں بھیجا مولانا نے کچھ پیسے اپنے پاس سے ڈال کر کھانے کا انتظام کیا اور علی مولاؒ کو جو بدایوں کے مشہور بزرگ تھے اس تقریب میں شرکت کی دعوت دی ...... دستار کا ایک سرا مولانا اصولی نے اپنے ہاتھ میں لیا اور دوسرا علی مولاؒ کو دیا، دونوں نے مل کر

شیخ نظام الدینؒ کے سر پر دستار باندھی شیخ نظام الدینؒ فرطِ محبّت اور جوشِ عقیدت میں اپنے استاذ کے قدموں میں گر گئے۔ علی مولا یہ محبّت اور ادب دیکھ کر بے اختیار پکار اُٹھے " ارے مولانا یہ بڑا ہوسی" (ارے مولانا یہ بڑا ہوگا) جب ان سے پوچھا گیا کہ کس بنا پر پیشین گوئی کرتے ہیں تو فرمایا " جو منڈاسا باندھے سو پائن پسرے" یعنی جو دستار سر پر رکھتا ہے وہ کس کے پاؤں پڑتا ہے' دوسرے اس کی پگڑی میں ریشم کی آمیزش نہیں ہے۔ یہ بھی اس کے بڑے ہونے کی علامت ہے۔ ؎

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اندازِ سخاوت

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (م ۱۳۹۴/۱۹۷۴ء) رقم طراز ہیں:

" ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما کے پاس جب کوئی سائل آتا اور دعائیں دیتا جیسا کہ سائلین کا طریق ہے تو اُمّ المؤمنین بھی اس فقیر کو دُعائیں دیتیں اور بعد میں کچھ خیرات دیتیں' کسی نے کہا: اے اُمّ المؤمنین آپ سائل کو صدقہ بھی دیتی ہو اور جس طرح وہ آپ کو دُعا دیتا ہے آپ بھی دُعا دیتی ہو۔ فرمایا کہ اگر میں اس کو دُعا نہ دوں اور فقط صدقہ دوں تو اس کا احسان مجھ پر زیادہ رہے گا' اس لیے کہ دُعا صدقہ سے کہیں بہتر ہے اس لیے دُعا کی مکافات دُعا سے کر دیتی ہوں تاکہ میرا صدقہ خالص رہے

ل شیخ نظام الدین اولیاؒ از خلیق احمد نظامی ص۲۹

کسی احسان کے مقابلے میں نہ ہو۔" [1]

دورِ صحابہؓ کے ایک غلام کی سخاوت

"حضرت عبداللہ بن جعفرؓ ایک مرتبہ جنگل میں تشریف لے جا رہے تھے راستے میں ایک باغ پر گزر ہوا، وہاں ایک حبشی غلام باغ میں کام کر رہا تھا، اُس کی روٹی آئی اور اس کے ساتھ ہی ایک کُتا بھی باغ میں چلا آیا اور اس غلام کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ اُس غلام نے کام کرتے کرتے ایک روٹی اس کُتے کے سامنے ڈال دی۔ اس کُتے نے اس کو کھا لیا اور پھر کھڑا رہا۔ اس نے دوسری اور پھر تیسری روٹی بھی ڈال دی۔ کل تین ہی روٹیاں تھیں وہ تینوں کُتے کو کھلا دیں۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ غور سے کھڑے دیکھتے رہے جب وہ تینوں ختم ہو گئیں تو حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے اس غلام سے پوچھا کہ تمہاری کتنی روٹیاں روزانہ آتی ہیں؟ اس نے عرض کیا آپ نے ملاحظہ تو فرما لیا تین ہی آیا کرتی ہیں۔ حضرتؓ نے فرمایا کہ پھر تینوں کا ایثار کیوں کر دیا؟ غلام نے کہا حضرت یہاں کُتے رہتے نہیں ہیں یہ غریب بھوکا کہیں دور سے مسافت طے کر کے آیا ہے اس لیے مجھے اچھا نہ لگا کہ اس کو ویسے ہی واپس کر دوں۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر تم آج کیا کھاؤ گے؟ غلام نے کہا ایک دن فاقہ کر لوں گا یہ تو کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنے دل میں سوچا کہ لوگ مجھے ملامت

---

[1] سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۳۳۱

کرتے ہیں کہ تو بہت سخاوت کرتا ہے یہ غلام تو مجھ سے بہت زیادہ سخی ہے یہ سوچ کر شہر میں واپس تشریف لے گئے اور اس باغ کو اور غلام کو اور جو کچھ سامان باغ میں تھا سب کو اس کے مالک سے خریدا اور خرید کر غلام کو آزاد کیا اور وہ باغ اس غلام کی نذر کر دیا۔"[1]

حضرت امام شافعیؒ کی حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ سے محبت

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ (م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ مجھے حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ استاذ حضرت امام ابو حنیفہؒ) سے ہمیشہ محبت رہی اس وجہ سے کہ مجھے ان کا ایک واقعہ معلوم ہوا تھا، اور وہ یہ تھا کہ وہ ایک دن گدھے پر سوار جا رہے تھے اس کے ایڑ ماری وہ جو زور سے دوڑا تو اس کے جھٹکے سے حضرت حمادؒ کے کرتے کی گھنڈی ٹوٹ گئی، راستے میں ایک درزی کی دکان نظر پڑی اس کو سلوانے کے لیے اترنے لگے، درزی نے کہا: اترنے کی ضرورت نہیں معمولی کام ہے میں ابھی لگائے دیتا ہوں، درزی نے کھڑے ہو کر وہ گھنڈی کرتے میں سی دی، حمادؒ نے اس کی اجرت میں ایک تھیلی دی جس میں دس اشرفیاں تھیں اور معاوضے کی کمی کی معذرت کی"[2]

شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی دریا دلی

"حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۸ھ) صوفیائے کرام

---

[1] احیاء العلوم عربی ج ۳ ص ۲۵۸

[2] مناقب ابی حنیفۃ للامام موفق بن احمد مکی ص ۴۹، احیاء العلوم ج ۳ ص ۲۵۱

میں جس مقامِ بلند کے حامل ہیں وہ کسی پڑھے لکھے شخص سے مخفی نہیں
آپ ۵۶۰ھ میں اندلس کے شہر مرسیہ میں پیدا ہوئے تھے، پھر
وہاں سے اشبیلیہ منتقل ہوئے وہاں آپ کسی بادشاہ کے منشی کا کام
کرتے تھے، لیکن پھر زہد کا غلبہ ہُوا اور تمام دنیوی مشاغل چھوڑ کر یادِ خدا
میں مصروف ہو گئے، بادشاہ نے ان کو ایک گھر تحفے میں دیا تھا
جس کی قیمت اس وقت ایک لاکھ درہم تھی، کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ
کوئی سائل آگیا اُسے دینے کے لیے ان کے پاس کچھ نہیں تھا،
چنانچہ وہ گھر اسے صدقہ کر دیا"۔ [1]

باہمی احترام

"حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ (م ۷۲۵ھ/۱۳۲۴ء) حضرت
خواجہ علاء الدین علی احمد صابر کلیری (م ۶۹۰ھ/۱۲۹۱ء) کی بڑی تعظیم
کرتے اور جب کسی کو ان کے پاس کلیر شریف بھیجتے تو تاکید کرتے
کہ وہ ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی فرق نہ آنے دے تاکہ ان کو ملالِ خاطر
نہ ہو۔

حضرت علاء الدین علی احمد صابرؒ زیادہ لوگوں کو مرید نہیں کرتے
تھے۔ ایک بار حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے ایک مرید نے
حضرت علاء الدین علی احمد صابرؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ
نے حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتیؒ (م ۷۱۹ھ/۱۳۱۹ء) کے سوا

---

[1] جہانِ دیدہ ص ۲۸۶

کسی کو خلیفہ نہیں بنایا، لیکن میرے شیخ خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے مریدوں کی تعداد آسمان کے ستاروں سے زیادہ ہے یہ سُن کر خواجہ علاء الدین علی احمد صابرؒ نے فرمایا کہ میرے شمس سب پر اسی طرح غالب ہیں جس طرح کہ آفتاب ستاروں پر غالب رہتا ہے، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے مرید نے جب اپنے شیخ سے یہ بات دوہرائی تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے ان کو کیوں رنج پہنچایا، آئندہ ایسی بات ان سے نہ کہنا، وہ مقرب بارگاہ ربانی ہیں جو کچھ فرمایا صحیح ہے"۔

(سیر الاقطاب ص ۱۸۴ - ۱۷۷) [۱]

ایسا ہی ایک واقعہ تاریخ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ اور شیخ رکن الدین ملتانی رحمہ اللہ (م ۷۳۵ھ) کا محفوظ رکھا ہے۔ سید صباح الدین مرحوم کی زبانی وہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔ موصوف رقمطراز ہیں:۔

"ایک مرتبہ ایک خراسانی عالم نے حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ سے کہا کہ میں آپ کے پاس آتا ہوں تو ہر بار مجھ کو کچھ نہ کچھ کھلاتے ہیں، لیکن میں شیخ رکن الدینؒ کے پاس کئی بار گیا، انہوں نے مجھ کو کوئی چیز نہیں کھلائی۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے جواب دیا کہ میں اس حدیث پر عمل کرتا ہوں مَنْ زَارَ حَيًّا وَّلَمْ يَذُقْ مِنْهُ شَيْئًا فَكَاَنَّمَا زَارَ مَيِّتًا، یعنی جو شخص زندہ کی زیارت کرے اور اس کے یہاں کچھ نہ چکھے تو گویا اس نے مُردے کی زیارت کی، خراسانی عالم نے پوچھا کیا شیخ رکن الدینؒ تک یہ حدیث نہیں پہنچی ہے"

---

[۱] ہندوستان کی بزم رفتہ کی سچی کہانیاں ص ۶۵

حضرت محبوب الٰہیؒ نے فرمایا، شیخ رکن الدینؒ عمل معنوی کرتے ہیں اور وہ ذوقِ روحانی سکھاتے ہیں، خراسانی عالم نے کسی موقع پر شیخ رکن الدینؒ سے عرض کیا کہ شیخ نظام الدینؒ کہتے ہیں کہ شیخ رکن الدینؒ ذوقِ روحانی دیتے ہیں اور میں ذوقِ جسمانی دیتا ہوں، شیخ رکن الدینؒ نے فرمایا: برادرم نظام الدینؒ نے تواضع کی ہے، اُن میں دونوں وصف ہیں وہ ذوقِ روحانی بھی عطا کرتے ہیں اور ذوقِ جسمانی بھی۔" [1]

مسبّب الاسباب اللہ کی ذات ہے

شیخ سعدیؒ (م ۶۹۱ھ) فرماتے ہیں۔

"ایک بادشاہ کو ایسی خوفناک بیماری تھی کہ اس کا دوبارہ ذکر نہ کرنا ہی بہتر ہے، یونان کے حکیموں کی ایک جماعت اس پر متفق ہوگئی کہ اس تکلیف کی کوئی دوا نہیں ہے سوائے اس شخص کے پتّے کے جو ان صفتوں سے متصف ہو، بادشاہ نے تلاش کرنے کا حکم دے دیا۔ ایک دہقان کے لڑکے کو اس صورت پر پایا جو حکیموں نے بتلائی تھی اس کے ماں باپ کو بلایا اور بہت سا مال دے کر راضی کرلیا، قاضی صاحب نے بھی اس بارے میں فتویٰ دے دیا کہ بادشاہ کی جان بچانے کے لیے رعیت میں سے ایک شخص کا خون بہانا جائز ہے، جلاد نے قتل کا ارادہ کیا لڑکے

---

[1] بزم صوفیہ ص ۳۱۱

نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور مسکرایا، بادشاہ نے دریافت کیا
کہ اس حالت میں ہنسنے کا کیا موقع ہے؟ لڑکے نے جواب دیا
کہ بچوں کا ناز ماں باپ پر ہوتا ہے، دعوائے قاضی کے پاس لے
جاتے ہیں، انصاف بادشاہ سے چاہتے ہیں، اب ماں باپ
نے دنیا کی قلیل دولت کے باعث مجھ کو خون کے لیے سونپ دیا
(یعنی میرے قتل پر راضی ہو گئے) قاضی نے میرے قتل کے جواز
کا فتویٰ دے دیا، اور بادشاہ اپنی بھلائی میری ہلاکت میں دیکھتا
ہے، ایسی صورت میں سوائے بزرگ و برتر کے میں کوئی پناہ نہیں
دیکھتا، بادشاہ کا دل اس بات سے بھر آیا اور آنکھوں میں آنسو آ
گئے، بادشاہ نے کہا کہ میرا ہلاک ہو جانا ایسے بیگناہ بچے کا خون بہانے
سے زیادہ بہتر ہے، بادشاہ نے اس کی آنکھوں اور سر کو چوما سینے
سے لگایا اور اسے رہا کر دیا، اور اس کے ساتھ ساتھ بے اندازہ
مال بھی اسے دیا، کہتے ہیں کہ اُسی ہفتے میں خدا کے فضل و کرم
سے بادشاہ نے صحت پائی،، [1]

اس حکایت سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر نظر
رکھنی چاہیئے کہ مسبب الاسباب وُہی ہے، اسی طرح یہ سبق بھی ملتا ہے کہ کسی
بڑے آدمی کو اپنے فائدے کی خاطر کسی چھوٹے آدمی کو نہیں ستانا چاہیئے بلکہ
چھوٹوں پر رحم کھانا چاہیئے کہ اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور اپنے
فضل سے نوازتے ہیں۔

---

[1] گلستان فارسی ص ۴۸

تقوے کی برکت

حضرت علی روذباری رحمہ اللہ (م ۳۲۲ھ) کی ہمشیرہ فاطمہؒ فرماتی ہیں:

" بغداد میں دس نوجوان تھے جن کے ساتھ دس نوعمر لڑکے تھے ان نوجوانوں نے ایک نوعمر لڑکے کو کسی کام کے لیے بھیجا، اس نے کافی دیر لگا دی ان کو اس لڑکے پر بڑا غصہ آیا، اچانک وہ لڑکا ایک خربوزہ ہاتھ میں لیے ہنستا ہوا آگیا ان نوجوانوں نے اس سے کہا کہ ایک تو تُو نے دیر لگائی اُوپر سے ہنستا ہُوا آرہا ہے ؟ اس نے کہا کہ میں تمہارے پاس ایک انتہائی عجیب چیز لایا ہوں دیکھو اس خربوزہ پر حضرت بشر حافیؒ نے ہاتھ رکھا تھا میں یہ بیس درہم میں خرید کر لایا ہوں ان نوجوانوں میں سے ہر ایک نے اسے بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا، اُن میں سے ایک نوجوان بولا کہ آخر حضرت بشر حافیؒ اس مرتبہ پر کیوں کر پہنچے ؟ سب نے کہا کہ تقوٰی اختیار کرنے کی وجہ سے، وہ بولا کہ اچھا پھر گواہ رہو کہ مَیں اللہ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں باقی سب نے بھی یہی کیا اور اللہ کے حضور میں توبہ کی کہا جاتا ہے کہ وہ سب یہاں سے طرطوس چلے گئے اور مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے،، ؎[1]

زبان کی حفاظت

علامہ ذہبی رحمہ اللہ (م ۷۴۸ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

---

[1] کتاب التوابین ص ۲۱۲

"سئل بعضهم کم وجدت فی ابن آدم من العیوب فقال هی اکثر من ان تحصی، والذی احصیت ثمانیة آلاف عیب، ووجدت خصلة ان استعملها سترت العیوب کلها وهی حفظ اللسان" ؎۱

بعض علماء سے سوال ہوا کہ آپ نے انسان میں کتنے عیب پائے ہیں؟ فرمایا شمار سے بڑھ کر، آٹھ ہزار عیب تو میں شمار کر چکا ہوں البتہ ایک خصلت میں نے ایسی پائی ہے کہ انسان اگر اسے استعمال میں لائے تو وہ تمام عیوب کو چھپا لیتی ہے، وہ ہے زبان کی حفاظت،

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مناجات

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ (م ۶۹۱ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"عبدالقادر گیلانی را دیدند رحمۃ اللہ علیہ در حرم کعبہ روئے بر حصا نہادہ بود و می گفت: اے خداوند بخشائے و اگر مستوجب عقوبتم مرا روز قیامت نابینا برانگیز تا در روئے نیکاں شرمسار نہ باشم" ؎۲

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے دیکھا کہ حرم

؎۱ کتاب الکبائر ص ۱۳۹

؎۲ گلستان سعدی ص ۶۷

کعبہ میں کنکریوں پر سر رکھے ہوئے یہ مناجات کر رہے تھے :
اے میرے مالک مجھے بخش دے اور اگر میں سزا کے لائق ہوں تو قیامت کے دن مجھ کو اندھا کر کے اٹھانا تاکہ تیرے نیک بندوں کے سامنے شرمندہ نہ ہوؤں۔

چغل خوری

شیخ احمد شہاب الدین قلیوبی شافعی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :
"مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں طلب باراں کے لیے تین مرتبہ نکلے، لیکن بارش نہیں ہوئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ : مولیٰ تیرے بندوں نے تین مرتبہ بارانِ رحمت طلب کی لیکن تو نے پانی نہ برسایا ؟ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے موسیٰ ان میں ایک چغلخور ہے جو چغلخوری پر جما ہوا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ پروردگار وہ کون ہے ہمیں بتلا دیا جائے تاکہ ہم اسے اپنے درمیان سے نکال دیں، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے موسیٰ میں چغلی سے منع کرتا ہوں اور میں ہی چغلخور بنوں، چنانچہ سب نے توبہ کی، اللہ تعالیٰ نے ان پر بارانِ رحمت نازل فرمائی۔" [1]

---

[1] کتاب القلیوبی ص۱۰۹

کتابیات

قرآن کریم

۲ آپ بیتی (یادِ ایام) ۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ

۳ آثار التنزیل ۔ ڈاکٹر علامہ خالد محمود

۴ ابن ماجہ اور علم حدیث ۔ محقق العصر حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی

۵ احسان الاسلام (وعظ) ۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

۶ اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین ۔ سید محمد بن محمد حسینی الزبیدیؒ

۷ احیاء علوم الدین ۔ ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الشافعیؒ

۸ اخبار الاخیار (فارسی) ۔ شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ

۹ الاذکار ۔ محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النواویؒ

۱۰ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ۔ علامہ ابن الاثیر الجزریؒ

۱۱ اسلام کا اقتصادی نظام ۔ حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

۱۲ اسلام میں مذہبی رواداری ۔ سید صباح الدین عبد الرحمٰنؒ

۱۳ الاعتدال فی مراتب الرجال ۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ

۱۴ اعیان الحجاج ۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ

۱۵ الافاضات الیومیۃ من افادات القدیمۃ ۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

۱۶ اقامۃ الحجۃ فی ان الاکثار فی العبادۃ لیس ببدعۃ ۔ حضرت مولانا عبد الحی لکھنویؒ

۱۷ امارات شرعیہ (وعظ) ۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ

۱۸ امثالِ عبرت - حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

۱۹ انفاسِ قدسیہ - حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری

۲۰ البحر الرائق شرح کنز الدقائق - شیخ زین الدین ابن نجیم مصری الحنفیؒ

۲۱ بزمِ صوفیہ - سید صباح الدین عبد الرحمٰنؒ

۲۲ بستان المحدثین (مترجم اردو) - حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ

۲۳ البنایہ فی شرح الھدایہ - بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفیؒ

۲۴ بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام محمد بن حسن الشیبانیؒ - علامہ الشیخ زاہد الکوثریؒ

۲۵ بوستان - مصلح الدین سعدی شیرازیؒ

۲۶ پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت - مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ

۲۷ تاریخ اہلِ حدیث - مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی

۲۸ تاریخ بغداد - ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادیؒ

۲۹ تاریخ الخلفاء - جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی الشافعیؒ

۳۰ تاریخ فرشتہ - ابو القاسم فرشتہ

۳۱ تاریخ مشائخ چشت - شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ

۳۲ تاریخ مشائخ کاندھلہ - مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ

۳۳ تبلیغ دین - ابو حامد محمد بن محمد غزالیؒ

۳۴ تجلیاتِ ربانی - مرتبہ مولانا نسیم احمد فریدیؒ

۳۵ تدبیر و توکل (وعظ) - حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

۳۶ تذکرۃ الاولیاء - شیخ فرید الدین عطارؒ

۳۷ تذکرۃ الحفاظ - ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی الشافعیؒ

۳۸ تذکرہ رحمانیہ - مولانا قاری محمد عبد الحلیم انصاریؒ

۳۹ تذکرہ شیخ مدنیؒ - مولانا راشد الحسن عثمانیؒ

۴۰ تذکرۃ المحدثین - مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ

۴۱ تفسیر روح البیان - شیخ اسماعیل حقی البر

۴۲ تفسیر القرآن العظیم - الحافظ عماد الدین ابن کثیر شافعیؒ

۴۳ التفسیر الکبیر - فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن حسین الشافعیؒ

۴۴ جامع کرامات الاولیاء - یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ

۴۵ الجامع لاحکام القرآن - ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی المالکیؒ

۴۶ الجوہرۃ النیرۃ - ابو بکر بن علی بن محمد الحداد

۴۷ جہانِ دیدہ - مولانا محمد تقی عثمانی

۴۸ حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ - جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطیؒ

۴۹ حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات - مرتبہ مولانا ابو الحسن اعظمی

۵۰ حضرت مولانا داؤد غزنویؒ - سید ابو بکر غزنویؒ

۵۱ حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور انکی دینی دعوت - حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

۵۲ حکایات اولیاءؒ (ارواح ثلاثہ) - حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

۵۳ حکایات صحابہؓ - شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ

۵۴ حیات امام طحاویؒ - علامہ فخر الحسن دیوبندیؒ

۵۵ حاشیۃ الجمل علی الجلالین - علامہ سلیمان الجمل الشافعیؒ

۵۶ حاشیۃ العلامۃ الصاوی علی الجلالین - شیخ احمد الصاوی المالکیؒ

۵۷ خاتمۃ السوانح - مرتبہ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ

۵۸ خاصانِ خدا - مولانا مقبول الرحمٰن دہلویؒ

۵۹ خطبات حکیم الاسلام - حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ

۶۰ خزینۂ معرفت (ملفوظات) - میاں شیر محمد شرقپوریؒ

۶۱ خواتین اور دین کی خدمت - حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

۶۲ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان - شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی المکی الشافعیؒ

۶۳ دورِ حاضر کے سیاسی اور اقتصادی مسائل - حضرت مولانا سید محمد میاںؒ

۶۴ دیارِ پورب میں علم اور علماء - حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ

۶۵ ذیل طبقات الحنابلۃ - علامہ ابن رجب الحنبلیؒ

۶۶ رسالہ قشیریہ - علامہ ابوالقاسم قشیریؒ

۶۷ الرفیق فی سواء الطریق - حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

۶۸ روح الافطار (وعظ) " " " "

۶۹ روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی - سید محمود آلوسی حنفیؒ

۷۰ روزنامہ الجمعیت (شیخ الاسلام نمبر)

۷۱ روزنامہ نوائے وقت۔

✓ ۷۲ روض الریاحین فی حکایات الصالحین - عفیف الدین ابوالسعادت عبداللہ بن اسعدؒ

۷۳ سفرنامۂ ہند - پروفیسر محمد اسلم

۷۴ سلاطینِ دہلی کے مذہبی رجحانات - پروفیسر خلیق احمد نظامیؒ

۷۵ سننِ ابی داود (دیباچہ) - ابوداود سلیمان بن اشعث السجستانیؒ

۷۶ سننِ دارمی - ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمیؒ

۷۷ سننِ نسائی - ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائیؒ

۷۸ سوانح قاسمی - حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ

۷۹ سوانح قاسمی - حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ

۸۰ سیر اعلام النبلاء - ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبیؒ

۸۱ سیرت سیّد احمد شہیدؒ - حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

۸۲ سیر العارفین (مترجم اردو) - حامد بن فضل اللہ جمالیؒ

۸۳ شذرات الذہب - ابو الفلاح عبد الحیؒ بن العماد الحنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ)

۸۴ شمائل ترمذی مع شرح المواہب اللدنیہ - شیخ ابراہیم البیجوریؒ

۸۵ شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات - مولانا ابوالحسن بارہ بنکوی

۸۶ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

۸۷ صحبتے با اولیاء - شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ

۸۸ صحیح البخاری - ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ

۸۹ صفة الصفوة - ابو الفرج ابن الجوزی الحنبلیؒ

۹۰ علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے - حضرت مولانا سیّد محمد میاںؒ

۹۱ عمدة القاری فی شرح صحیح البخاری - بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفیؒ

۹۲ الفاروق - علامہ شبلی نعمانیؒ

۹۳ فتاوی دار العلوم دیوبند - مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ

۹۴ فتح القدیر للعاجز الفقیر - کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الھمامؒ

۹۵ فضائل تقوٰی - حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ

۹۶ فضائل حج - شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ

۹۷ فضائل رمضان - " " " "

۹۸ فضائل قرآن - " " " "

۹۹ فضائل نماز - " " " "

۱۰۰ الفوائد البھیة فی تراجم الحنفیہ - حضرت مولانا عبد الحیؒ لکھنوی

۱۰۱ فوائد الفواد (ملفوظات) - حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ

۱۰۲ قرآنی پندنامہ - مولانا حفیظ الرحمن واصف دہلویؒ

۱۰۳ قلیوبی - شہاب الدین احمد القلیوبیؒ

۱۰۴ قومی آواز -

۱۰۵ کتاب الانساب - علامہ عبدالکریم سمعانیؒ

۱۰۶ کتاب التوابین - علامہ ابن قدامہ مقدسیؒ

۱۰۷ کمالاتِ امدادیہ (ملفوظات) - مرتبہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

۱۰۸ الکنز المدفون - علامہ جلال الدین عبدالرحمن السیوطیؒ

۱۰۹ گل افشانی گفتار - حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری

۱۱۰ گلستان - شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ

۱۱۱ ماہنامہ الحق - اکوڑہ خٹک

۱۱۲ ماہنامہ دارالعلوم - دیوبند، انڈیا

۱۱۳ ماہنامہ ندائے شاہی - مرادآباد، انڈیا

۱۱۴ مجموعہ وصایا امام اعظمؒ - مولانا عاشق الٰہی البرنی۔

۱۱۵ مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح - علی بن سلطان محمد القاری الحنفیؒ

۱۱۶ مروج الذہب - ابوالحسن علی بن حسین بن علی المسعودی (م ۳۴۶ھ)

۱۱۷ مسافرانِ آخرت - حضرت مولانا اعزاز علیؒ

۱۱۸ المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث - ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بالحاکمؒ

۱۱۹ المستطرف فی کل فن مستظرف - شہاب الدین محمد بن احمد الابشیہیؒ

۱۲۰ مشکوٰۃ المصابیح - ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیبؒ

۱۲۱ معرفتِ الٰہیہ (ملفوظات) - مرتبہ مولانا حکیم اختر صاحب

۱۲۲ مفتاح السعادۃ - علامہ طاش کبریٰ زادہ الحنفیؒ

۱۲۳ مقدمہ ابن صلاح

۱۲۴ مکتوبات شیخ الاسلام ۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

۱۲۵ ملفوظات حسن العزیز ۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

۱۲۶ ملفوظات فقیہ الامت ۔ مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی

۱۲۷ مناقب ابی حنیفہؒ ۔ امام موفق بن احمد مکیؒ

۱۲۸ مناقب ابی حنیفہؒ ۔ امام حافظ الدین بن محمد کردریؒ

۱۲۹ نفحات الانس ۔ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ

۱۳۰ نفحۃ العرب ۔ شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ

۱۳۱ نووی شرح مسلم ۔ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النواویؒ

۱۳۲ الوسائل الی معرفۃ الاوائل ۔ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطیؒ

۱۳۳ وعظ بے نظیر ۔ مولانا ضمیر الدینؒ

۱۳۴ وفیات الاعیان ۔ شمس الدین ابن خلکان

۱۳۵ ہندوستان کی بزم رفتہ کی سچی کہانیاں ۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن

۱۳۶ ہندوستان کے سلاطین، علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر ۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن